فتاویٰ عالمگیر

مکمّل مدلّل اردو (محشّٰی)

حضرت اورنگ زیب عالمگیر کا عظیم اسلامی شاہکار

ناشر: وسیم بک ڈپو - دیوبند (سہارنپور) یوپی

CATALOGUED

U
297.14
A21 6?? IV

۴۸

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

ترجمہ :- اور ہم نے تم میں سے ہر ملت کو قانون اور راہِ عمل دی

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

کتاب الزکوٰۃ

جز نمبر ۴

حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کا عظیم الشان اسلامی شاہ کار۔ فقہ حنفی کے لیے مستند دستاویز، اسلامی دستور کا مکمل انسائیکلوپیڈیا، جدید حواشی اور فٹ نوٹس سے مزیّن، اغلاط سے پاک، سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ

مترجم و محشی

مولوی مفتی کفیل الرحمٰن صاحب نشاط عثمانی، فاضل دیوبند

ناشر

وسیم بک ڈپو دیوبند یو، پی (انڈیا)

سول ایجنٹ :- مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور یوپی

INDIAN INSTITUTE OF
ADVANCED STUDY
LIBRARY * SIMLA

شان نجم و مہر و ماہ کی   واہ کیا تفسیرِ روشن ہے کلام اللہ کی

ویز، خوبصورت و خوشنما، روح نواز و ایمان پرور، بے نظیر اور عدیم المثال

یر بیان السبحان

طالب کا سمجھنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔ قرآنِ حکیم کو دیکھنا، پڑھنا اور سمجھنا مسلمانوں کے لیے تمام رحمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے
کے سارے بگڑے کام بنتے اور سنورتے ہیں۔ اسی لیے تفسیر بیان السبحان کا ہر گھر میں ہونا اور مسلمانوں کو اس کا پڑھنا انتہائی لازمی
ہیں لیکن یقین کیجیے کہ مروجہ تفسیروں میں "تفسیر بیان السبحان" جیسی روح پرور اور بے مثال تفسیر کوئی نہیں ہے۔ جسے مفسرِ قرآن
الیس سال کی محنتِ شاقہ کے بعد مرتب و مکمل کیا ہے۔ درحقیقت یہ تفسیر اپنی گوناگوں خوبیوں اور اوصاف کی بنا پر اپنی مثال آپ ہے۔

دنیا میں کہیں اور نظیر اس کی نہیں ہے   لاثانی و بے مثل یہ تفسیرِ مبیں ہے

تفسیر بیان السبحان میں قرآنِ حکیم کی آیتوں کا ترجمہ اتنا صاف و سلیس، بامحاورہ اور عام فہم ہے کہ ہر شخص ہر آیت کا مطلب و مفہوم بہت آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ ترجمہ کے بعد
آیتوں کا باہمی ربط، شانِ نزول اور معنی و مفہوم اتنی وضاحت و سلاست سے بیان کیا گیا ہے کہ قرآنِ حکیم کے معانی و مطالب انتہائی سہولت سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ دل صاف، روح پاک اور دماغ روشن
ہو جاتا ہے۔ روحانیت و معرفت کے جلوے قلب و روح پر ضو ریز و نور فشاں محسوس ہوتے ہیں۔ غرض ہر ضروری شے جو قرآنِ حکیم کی تفسیر سے تعلق رکھتی ہے، آپ کو اس مبارک تفسیر میں ملے گی
اور ایک لازوال روحانی طمانیت و سکون حاصل ہوگا۔ تفسیر بیان السبحان کی طباعت و اشاعت کا مقصد کوئی ذاتی مفاد حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کے لئے چونکہ کلام اللہ کی زیارت
و تلاوت عبادت ہے اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا اور تفسیرِ قرآن کا مطالعہ کرنا اسلام و ایمان کی بنیاد ہے اس لیے قرآنِ حکیم کی تلاوت اور معانی و مطالب کو سمجھنے کے بہترین مواقع بہم
پہونچانا ہمارا دینی و تبلیغی فرض ہے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر یہ بے نظیر و عدیم المثال تفسیر "بیان السبحان" شائع کی جا رہی ہے اور اسی لیے اس عظیم الشان تفسیر کا ہدیہ اتنا کم ہے کہ آج بازار میں اس کی کوئی
مثال نہیں ہے۔ اس تفسیر مبارک کو دیکھ کر آپ خود ہی یہ اعتراف کریں گے کہ ہزاروں ظاہری اور باطنی خوبیوں اور کمالات و برکات کا یہ بے مثال شاہکار، یہ نادرِ روزگار تفسیر باعتبار ہدیہ بھی یقیناً بے نظیر
اور عدیم المثال ہے۔

خوب ہے تفسیرِ قرآنِ منیر   ہے بہر صورت یہ بالکل بے نظیر

رعایتی و تبلیغی اعلان

قرآن مجید کی مایۂ ناز اور بے مثال تفسیر "بیان السبحان" کے چار صفحے ہر مہینے ماہنامہ آستانہ میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ یہی تفسیر کتابی صورت میں شائع کی جا رہی ہے اور انشاء اللہ پابندی کے
ساتھ ہر مہینہ ایک پارہ $\frac{20 \times 30}{8}$ آستانہ سائز پر مکمل صحت اور دیدہ زیبی کے ساتھ عمدہ سفید کاغذ پر طبع ہوتا رہے گا۔ اس طرح ڈھائی سال میں "تفسیر بیان السبحان" مکمل صورت میں اپنے تمام خریداروں کے
پاس پہنچ جائے گی۔ تفسیر بیان السبحان کا اصل ہدیہ دو روپے فی پارہ مقرر ہے لیکن اس کے مستقل ممبر صاحبان کو ہر پارہ کے ہدیہ میں پچاس فی صدی کی تبلیغی رعایت دی جائے گی۔
ممبر بننے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کارڈ لکھ کر اپنا نام ہمارے یہاں بحیثیت ممبر درج رجسٹر کرالیں اور ساتھ ہی صرف ایک مرتبہ ذریعہ منی آرڈر ایک روپیہ فیس ممبری ہمیں ارسال کر دیں۔ یہ منی آرڈر
وصول ہوتے ہی آپ کا نام "تفسیر بیان السبحان" کے ممبروں میں شامل ہو جائے گا اور ہر ماہ نہایت پابندی کے ساتھ تفسیر کا ایک ایک پارہ ذریعہ وی۔ پی آپ کے پاس پہنچتا رہے گا۔ اس طرح تفسیر
بیان السبحان کے ممبروں کو عام خریداروں کے مقابلہ میں نصف ہدیہ پر یعنی ایک روپیہ فی پارہ کے حساب سے تمام پارے ملیں گے۔
وی۔ پی کا وصول کرنا آپ کا دینی و اخلاقی فرض ہوگا۔ محصول ڈاک ممبران و خریداران ہی کے ذمہ ہوگا۔ اگر آپ کے دلوں میں اللہ رب العزت کی عظمت، آقا و مولا صاحبِ قرآن، حبیب الرحمٰن
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور معانی و مطالب کے ساتھ قرآنِ عظیم کی تلاوت کی قدر و قیمت ہے اور ہمیں یقین ہے کہ یہ پاکیزہ جذبات آپ کے دل میں موجود ہیں تو پھر ہم آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں
کہ آپ فوراً ہی تفسیر بیان السبحان کے ممبر یا خریدار بن کر اپنی فرمائش بھیجیے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ پابندی کے ساتھ ہر مہینہ ذریعہ وی۔ پی بیان السبحان کا ایک پارہ بھیجتے رہیں گے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

وسیم بک ڈپو، وسیم فائن آرٹ پریس، دیوبند (یو۔پی)

پاکستانی حضرات کیلئے تفسیر ادارہ فروغِ اسلام ۱۶۸ - انار کلی - لاہور سپلائی کریں گے۔

فہرست مضامین فتاویٰ عالمگیری اُردو۔ جزء ۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	کتاب الزکوٰۃ	۵
۲	زکوٰۃ کی اہمیت	//
۳	زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں	۷
۴	زکوٰۃ ادا کرنے کی شرائط	//
۵	زکوٰۃ سائمہ	۱۷
۶	پہلی فصل	۱۸
۷	اونٹوں کی زکوٰۃ	//
۸	بیلوں اور گائے کی زکوٰۃ	۲۰
۹	بھیڑوں و بکریوں کی زکوٰۃ کا حکم	//
۱۰	وجوبِ زکوٰۃ سے مستثنیٰ جانور	۲۱
۱۱	سونے و چاندی کی زکوٰۃ کا ذکر	۲۲
۱۲	مالِ تجارت کا حکم	۲۴
۱۳	متفرق مسئلے	۲۵
۱۴	جو لوگ عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذریں	۳۱
۱۵	کانوں، دفینوں اور ان کی زکوٰۃ کا ذکر	۳۴
۱۶	پھلوں اور کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ	۳۶
۱۷	زکوٰۃ کے مصارف	۳۹
۱۸	باب الزکوٰۃ	۴۴
۱۹	فصل	[illegible]
۲۰	صدقۂ فطر	[illegible]
۲۱	کتاب اله	[illegible]
۲۲	روزہ کی ت	
۲۳	مقررہ وقت	۵۱
۲۴	کچھ شرائط	۵۲
۲۵	رویتِ ہلال اور اس کے احکامات	۵۵
۲۶	گواہی لینے کا طریقہ	۵۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۷	روزہ دار کے واسطے مکروہ اور غیر مکروہ چیزیں	۵۹
۲۸	روزہ کو توڑنے اور نہ توڑنے والی چیزیں	۶۳
۲۹	قے کا حکم	۶۶
۳۰	تیل کا حکم	//
۳۱	کاری زخم میں دوا کا حکم	۶۷
۳۲	قضاء وکفارہ کو واجب کرنے والی چیزیں	۶۸
۳۳	دوسری قسم کے ضمنی مسائل	۶۹
۳۴	روزہ نہ رکھنے کی گنجائش دینے والے عذر	۷۱
۳۵	مسائلِ نذر	۷۳
۳۶	اعتکاف کا ذکر	۷۸
۳۷	شرائطِ اعتکاف	//
۳۸	آدابِ اعتکاف کیا ہیں؟	۸۰
۳۹	فضائلِ اعتکاف	//
۴۰	اعتکاف کو توڑنے والی چیزیں	//
۴۱	عُذر کیا کیا ہیں؟	//
۴۲	کچھ ضمنی مسائل	۸۲
۴۳	کچھ متفرق مسئلے	۸۴

Library IIAS, Shimla
U 297.14 Au 62.1 F- Au 62.XIII
00034829

INDIAN INSTITUTE OF ADVANCED STUDY
Acc. No 34829
Date 22-7-70
SIMLA

فتاویٰ عالمگیری اردو

کے

جملہ حواشی، اضافات، ترمیم، عنوانات جدیدہ اور کامل ترجمے کے جملہ حقوق بحق افروز بیگم مالکہ وسیم بک ڈپو دیوبند محفوظ ہیں۔

لہٰذا کوئی صاحب اس کی نقل چھاپنے کی کوشش نہ فرمائیں، ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔ (منیجر)

طبع اول: ایک ہزار

مطبوعہ: وسیم پرنٹنگ پریس دیوبند

ھدیہ: دو روپے پچیس پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کا ذکر آٹھ ابواب پر مشتمل ہے

پہلے باب میں زکوٰۃ کی شرعی تعریف، زکوٰۃ کا حکم اور اس کی شرائط کا بیان ہے۔ زکوٰۃ کی تعریف یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اپنے مال کی ایک مخصوص مقدار کا ایسے مسلمان مفلس شخص کو مالک بنا دے کہ جو نہ ہاشمی ہو اور نہ کسی ہاشمی[1] شخص کا غلام ہو اور اس میں یہ بھی شرط ہے کہ مال دیتے وقت دینے والے کے پیش نظر کوئی دنیاوی نفع نہ ہو اور کسی بدلہ کے لالچ میں بھی نہ دے رہا ہو بلکہ فقط اللہ کی خوشنودی مدنظر ہو۔ شرعاً زکوٰۃ کے معنی یہی قرار دیئے جاتے ہیں۔ (تبیین الحقائق)

زکوٰۃ کی اہمیت زکوٰۃ اسلام کا بنیادی فرض ہے زکوٰۃ کا انکار کرنے والا کافر ہے اور اس کا روکنے والا قتل کا مستحق ہے (محیط سرخسی)۔ ادائیگی زکوٰۃ کا وجوب پورا سال گذرنے کے فوراً بعد ہی ہو جاتا ہے بلا عذر اس میں تاخیر باعث گناہ ہے۔ رازیؒ کی روایت میں ہے کہ زکوٰۃ کا وجوب تاخیر سے ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص موت کے وقت تک ادا نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ اول قول زیادہ صحیح ہے۔ تہذیب میں یہی لکھا ہے۔

ادائیگی زکوٰۃ کی شرط یہ قرار دی گئی ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت دینے کی نیت کی جائے، یا واجب شدہ چیز کو اپنے ذمہ سے اتارنے کی نیت ہو (کنز)۔ اگر ادائیگی زکوٰۃ کی نیت کرے مگر اس وقت کچھ بھی ادا نہ کرے پھر سال کے اخیر تک بلا نیت تھوڑی تھوڑی رقم دیتا رہے تو ادائیگی زکوٰۃ نہیں ہوگی (تبیین)

مال دیتے وقت اگر اس کا حال یہ تھا کہ اس سے مال کے بارے میں سوال کرنے پر وہ بلا تردد بتا دیتا کہ بہ نیت زکوٰۃ دے رہا ہوں تو اس کا شمار بھی نیت میں ہوگا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اخیر سال تک وہ جو کچھ بھی دے گا وہ بہ نیت زکوٰۃ

---

[1] زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکی اور بڑھوتری کے ہیں اور شرعاً کسی مستحق زکوٰۃ کو اپنے مال کے ایک حصہ کا مالک بنا دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے "ھی لغۃ الطھارۃ والنماء وشرعاً تملیک جزء مال من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للہ تعالیٰ (درمختار) [2] متاخرین فقہاء نے موجودہ دور میں ہاشمی کو بھی زکوٰۃ دینے کی اجازت دی ہے مگر اچھی شکل یہ ہے کہ غیر ہاشمی نادار شخص زکوٰۃ لے کر ہاشمی کو ہبہ کردے ۱۲۔

سلسلۂ چشتیہ کے وہ روشن چراغ جنھوں نے ہندوستان کی ظلمتوں میں اسلام و روحانیت کا نور پھیلایا

اثر ہے مرحبا، یہ بخشش وفیضانِ خواجہؒ میں
سمٹ آئی ہے دنیا سایۂ دامانِ خواجہؒ میں

خواجہ غریب نوازؒ

سرکار غریب نواز خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ اقدس روحانیت کا ابرِ کرم تھی اور یہ ابرِ کرم کفر والحاد کی بنجر اور پتھریلی زمینوں پر ٹوٹ ٹوٹ کر برسا اور ویران بستیوں کو سدا بہار کر گیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ پوری دنیا کے لیے معرفت وصداقت کی سب سے بڑی افادت گاہ، سب سے بڑی یونی ورسٹی، سب سے بڑی انجمن بن کر تشریف لائے اور ہندوستان اُن کے ابدی پیغام سے بیدار ہوگیا۔ اس کتاب میں جو یمن وسعادت کا سرچشمہ ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مکمل حالاتِ زندگی، اخلاق وعادات، روحانی کمالات، کشف وکرامات اور ان کا روحانی نظامِ زندگی، ان کے ذکر وفکر کے طریقوں پر روح پرور انداز میں عالمانہ گفتگو کی گئی ہے۔ یہ کتاب اپنے معنوی محاسن کے اعتبار سے جاں نثارانِ حضرت خواجہؒ کے لیے ایک انمول تحفہ بن گئی ہے حسبِ ذیل چند عنوانات سے کتاب کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے ہندوستان پر حضرت خواجہؒ کے احسانات • روحانی اور سماجی انقلاب • اشاعتِ اسلام اور اسلامی حکومت کا قیام • حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور حضرت غوثِ اعظمؒ کی قرابتداری • حضرت خواجہؒ کی ایک مجذوب سے ملاقات اور دنیا سے بیزاری • حضرت خواجہؒ کی بیس سالہ ریاضت ومجاہدہ • خواجہ غریب نوازؒ دہلی میں • کھانڈے راؤ کے خادم حلقہ بگوش • حضرت خواجہؒ اجمیر میں • حضرت خواجہؒ کے خلاف برہمنوں کی شکایت • حضرت خواجہؒ کو اجمیر سے شہر بدر کرنے کی تیاریاں • رام دیو مہنت کی سرکردگی میں خواجہ غریب نوازؒ پر یورش اور عبرتناک ناکامی • اناساگر خشک اور اجمیر میں کہرام • جے پال جوگی حضرتؒ کے قدموں میں • پرتھوی راج کو قبولِ اسلام کی دعوت اور اسکا انکار • خواجہؒ کی سلطان غوری کو حکومتِ ہند ملنے کی بشارت • غوری خواجہؒ کے قدموں میں • خواجہؒ کی حیرت انگیز کرامات۔ قیمت تین روپے علاوہ محصول

گلی گلی میں ہے رنگینیٔ بقائے دوام
سدا بہار ہے باغ وبہارِ قطبؒ زماں

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

قطبِ دوراں، قطب الہند، قطب الاقطاب، شہیدِ محبت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ہے جس میں ساتویں صدی ہجری کے پُر فتن دور کا خاکہ خاص انداز میں پیش کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الاقطابؒ نے کس طرح مخالف طوفانوں میں حق کا چراغ روشن کیا اور اپنی روحانی قوتوں سے یہاں کے ماحول کو بالکل بدل دیا۔ حق ناآشنا پیشانیوں کو خدائے واحد کے دربار میں جھکا دیا۔ جو لوگ ظن وقیاس کی الجھنوں میں گرفتار تھے، ان کی دین واسلام کی طرف رہنمائی کی تعلیم معرفت اور تلقینِ حق کے لیے درسگاہیں اور خانقاہیں قائم کیں اور روحانیت کی پیاسی زمین پر اسلام کے ابرِ کرم کی بارش ہونے لگی۔ ماحول اسلام کی موحدانہ صداؤں سے گونج اُٹھا۔ "حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی" آستانہ بکڈپو کی قابلِ فخر پیش کش ہے جس کے چند عنوانات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں • قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خاندانی عظمت • قطب الاقطاب مادرزاد ولی تھے • حضرتؒ کی خواجہ خضرؑ سے ملاقات • حضرت خواجہ اجمیریؒ کی آغوشِ عاطفت میں • ملتان کو بچالیا • دلی میں شاہانہ استقبال • شاہی نذرانہ قبول کرنے سے انکار • شہزادہ معزالدین کو ولیٔ کامل بنا دیا • حضرت قطب صاحبؒ کو عطائے خلافت • وصال کا حیرت انگیز واقعہ • حضرت قطب صاحبؒ کے منتخب مجرّب اعمال واوراد • ملفوظات وارشادات • آستانۂ عالیہ کی عمارات • قطب صاحبؒ کی کرامات بابرکات۔ کتاب کے مضامین مستند ہیں۔ اندازِ بیان شستہ اور آسان ہے۔ بے حد سبق آموز، دلچسپ اور بصیرت افروز ہے۔ کتابت وطباعت بہت ہی عمدہ، مجلد حسین گرد پوش جو حضرت خواجہؒ کے مزار مبارک کے عکس سے مزین ہے قیمت تین روپے ۵۰ پیسے علاوہ محصول

ملنے کا پتہ: نسیم بکڈپو دیوبند

کوئی شخص کسی فقیر کو حکم کرے کہ فلاں شخص کے ذمہ میرے اس قدر واجب قرض کو وصول کرلو اور وہ اس سے اپنے پاس موجود مال کی زکوٰۃ کی نیت کرلے تو درست ہے (بحر الرائق)

کسی شخص کا کسی فقیر کے ذمہ قرض تھا وہ قرض معاف کردے اور یہ نیت کرے کہ اس فقیر کے سوا میرا جو قرض... دوسرے کے پاس ہے یا جو مال میرے پاس ہے یہ اس کی زکوٰۃ ہے تو درست نہیں۔ (کافی)۔

کوئی شخص وہ سرمایہ جو قرض دیا گیا ہو اور وہ سرمایہ جو نقد ہو دونوں کی زکوٰۃ نقد کی شکل میں ادا کرے تو درست ہے۔ مگر نقد سرمایہ اور وہ قرض سرمایہ جو وصول ہونے والا ہو ان کی زکوٰۃ قرض دیئے گئے سرمایہ کی صورت میں ادا کرے تو درست نہیں ہے۔ وصول نہ ہونے والے قرض کی زکوٰۃ قرض دیئے گئے سرمایہ کی شکل میں ادا کرنا درست ہے (محیط سرخسی)۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ واجب زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے اس کا اعلان و اظہار زیادہ بہتر و افضل ہے۔ اور نفلی صدقہ و خیرات کا چھپا کر دینا افضل قرار دیا گیا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کسی مسکین شخص کو ہبہ یا قرض کے طور پر کچھ رقم دیتے ہوئے زکوٰۃ کا قصد کرے تو زکوٰۃ کے ادا ہو جانے کا حکم ہوگا زیادہ صحیح قول یہی ہے (یہ بحر الرائق میں مبتغیٰ اور قنیہ سے منقول ہے)۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں

اول شرط یہ قرار دی گئی ہے کہ وہ آدمی آزاد ہو، غلام پر زکوٰۃ کا وجوب نہیں ہوتا چاہے وہ با جازت مالک کوئی تجارت ہی کیوں نہ کرتا ہو مدبر[1]، ام ولد[2] اور مکاتب[3] کا حکم بھی یہی ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستسعیٰ[4] کا حکم بھی مکاتب کا سا ہے (بدائع)

دیر کرنا باعثِ گناہ ہے۔ روایتِ رازی کے موافق زکوٰۃ کا ادا کرنا فوری طور پر واجب نہیں ہوتا۔ موت تک دیر کرنے کی گنجائش ہوگی۔ البتہ مالکِ نصاب اگر بلا زکوٰۃ ادا کیئے مرگیا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ صاحب تہذیب کہتے ہیں کہ قولِ اول یعنی فوری طور پر ادا کرنا زیادہ درست ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کی شرائط

نیت کرنا بہر صورت لازم ہے۔ کیونکہ کام کے اثر و نتیجہ کے مرتب ہونے کا مدار نیت پر ہی ہوتا ہے اس واسطے ادائیگیٔ زکوٰۃ کے وقت نیت لازم ہے یا زکوٰۃ کی جتنی مقدار واجب ہو اسے الگ کرتے وقت نیت زکوٰۃ کی جائے۔ (کنز)۔

اگر یہ شکل ہو کہ نیتِ زکوٰۃ تو کرلی جائے مگر اس مقصد کے تحت اپنے مال سے کوئی رقم الگ نہ کی گئی ہو بلکہ سال کے اخیر تک آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکالی جاتی رہی ہو مگر اس پورے عرصہ میں مال نکالتے یا دیتے ہوئے کسی وقت بھی نیتِ زکوٰۃ نہ کی گئی ہو تو ادائیگیٔ زکوٰۃ نہ ہوگی۔ (تبیین)۔ البتہ اس طریقہ سے مالِ زکوٰۃ ادا کرنے کے درمیان کسی نے اگر یہ سوال کرلیا کہ تم یہ مال کیوں دے رہے ہو اور وہ تامل کے بغیر کہے کہ یہ زکوٰۃ ہے تو اسے بھی نیت قرار دیا جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ سال کے اخیر تک میری طرف سے جتنا صدقہ کیا جائے گا وہ سارا بنیتِ زکوٰۃ ادا ہوگا تو یہ درست نہیں (سراجیہ)۔ اگر ادائیگیٔ زکوٰۃ کے لیئے کوئی شخص کسی کو وکیل بنائے تو اسے رقم دیتے وقت نیت کرلینی کافی ہوگی اگر وکیل بناتے ہوئے نیت نہ کی ہو بلکہ رقمِ زکوٰۃ وکیل کے حوالہ کرتے ہوئے نیت کرلی گئی تو یہ شکل بھی درست ہوگی (جوہرہ)

---

[1] مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کا مالک یہ کہدے کہ میرے انتقال کے بعد تو آزاد ہے ۱۲ [2] امِ ولد اس باندی کو کہا جاتا ہے جس کے آقا کے صلب سے اولاد ہوگئی ہو ۱۲ [3] مکاتب ایسا غلام جس کے آقا نے یہ کہدیا ہو کہ اتنا مال ادا کردینے پر تجھے پروانۂ آزادی مل جائے گا ۱۲ [4] وہ غلام جو حلقۂ غلامی سے آزادی کے لیئے سعی کررہا ہو ۱۲۔

ہوگا تو یہ درست نہیں۔ کوئی شخص ادائیگی زکوٰۃ کے لیئے کسی وکیل کو مقرر کرے تو وکیل کو مال سونپتے وقت نیت زکوٰۃ کرلینی درست ہے اور اگر وکیل کو مال سپرد کرتے وقت نیت نہ کرے بلکہ جب اس کا وکیل مستحق زکوٰۃ کو وہ مال دے اس وقت نیت کرے تو یہ بھی درست ہوگا (جوہرہ نیرہ)۔ زکوٰۃ کے اندر وکیل بنانے والے کی نیت معتبر ہے وکیل کی نہیں (معراج الدرایہ)۔

زکوٰۃ کسی آدمی کے سپرد کرکے فقیروں کو دینے کا حکم دے اور فقیروں کو زکوٰۃ دینے کے وقت نیت نہ کرے تو درست ہے۔ اور اگر زکوٰۃ کسی ذمّی شخص کے سپرد کردی کہ وہ فقیروں کو دے دے تو درست ہے کیونکہ یہاں جس نے حکم کیا ہے اس کی نیت پائی جارہی ہے (محیط)۔ وکیل نے ابھی مستحقین زکوٰۃ کو مال دیا نہیں تھا کہ وکیل بنانے والے کی نیت میں تبدیلی پیدا ہوگئی تو اخیر میں جو نیت رہی ہوگی اسی کے اعتبار سے اس مال کی ادائیگی ہوگی۔ جیسے زکوٰۃ میں دینے کی خاطر وکیل کو کچھ درہم دیئے ہوں اور وکیل نے ابھی فقراء (مستحقین زکوٰۃ) کو نہیں دیا تھا کہ حکم کرنے والا ان کو بنیت نذر دینا طے کرے تو وہ بنیت نذر ہی ادا ہوں گے (سراج الوہاج)۔

کوئی شخص اگر یہ کہے کہ میں اس مکان میں داخل ہوگیا تو اللہ کے لیئے میرے ذمہ سو درہم کا صدقہ دینا واجب ہے۔ اس کے بعد وہ اس گھر کے اندر داخل ہوگیا اور داخل ہوتے وقت ان سو درہموں کو بنیت زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرلی تو ان کا شمار زکوٰۃ میں نہ ہوگا (محیط سرخسی)۔

کسی شخص کے پاس سے کسی کی رکھی ہوئی امانت ضائع ہوجائے۔ مالک امانت فقیر ہو اور اس کا امانت رکھنے والے سے جھگڑنے کا قصد ہو اور امانت رکھنے والا اس شخص کو بہ نیت زکوٰۃ امانت کی قیمت دے دے تو ادائیگی زکوٰۃ نہیں ہوئی (فتاوی قاضی خاں فصل ادائے زکوٰۃ)۔ اگر بلانیت کچھ مال فقیر کو دے دے اور پھر اسے زکوٰۃ میں دینے کا قصد کرلے اس صورت میں اگر وہ مال ابھی فقیر کے ہاتھ میں موجود ہو تو درست ہے ورنہ درست نہیں (معراج الدرایہ، زاہدی، بحرالرائق عینی شرح ہدایہ)۔ کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے مال میں سے اسی کی جانب سے زکوٰۃ ادا کردے پھر مالک بھی اجازت دیدے اس صورت میں مال فقیر کے ہاتھ میں موجود ہو تو درست ہے ورنہ درست نہ ہوگا (سراجیہ)۔

جو شخص بلا نیت زکوٰۃ اپنا پورا مال صدقہ کردے تو بطور استحسان فریضہ زکوٰۃ اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا (زاہدی)۔ چاہے مال دیتے وقت وہ نفلی صدقہ کی نیت کرے یا نہ کرے۔ اور اپنا کل مال کسی فقیر کو دیتے وقت کسی نذر یا واجب کی نیت کی ہو تو نیت کے مطابق نذر یا واجب ادا ہوجائے گا اور زکوٰۃ اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔ اور اگر مال کا کچھ حصہ فقیر کو دے تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر وہ دے گا فقط اسی قدر زکوٰۃ اس کے ذمہ سے ساقط قرار دی جائے گی (تبیین)۔ امام ابوحنیفہؒ سے بھی اسی طرح کی روایت کی گئی ہے اور یہی روایت اشبہ قرار دی گئی ہے (زاہدی)۔ کوئی مفلس شخص مقروض ہو اور وہ قرض اسے معاف کردیا جائے تو اتنے مال کی زکوٰۃ اس کے ذمہ سے ساقط ہونے کا حکم ہوگا چاہے معاف کرتے وقت نیت زکوٰۃ کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ کیونکہ یہ بھی مال کے ختم ہوجانے کی ایک شکل ہے۔ اگر قرض کا کچھ حصہ معاف کردیا گیا تو جس قدر معاف کیا گیا ہوگا اسی قدر زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا جیسے کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اور بقیہ قرض کی زکوٰۃ ساقط ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ چاہے اس قرض کے بعض حصہ کی معافی کے وقت باقی قرض کی زکوٰۃ کی نیت بھی کرے (تبیین)۔

اگر مقروض شخص مالدار ہو اور سال پورا ہونے پر قرض دینے والا اسے ہبہ کردے تو جامع کی روایت کے موافق زکوٰۃ کی مقدار کا ضامن مقروض ہوگا۔ زیادہ صحیح قول یہی قرار دیا گیا ہے (محیط سرخسی)۔

شیخ ابوالمکارم)۔ پاگل شخص کے متعلق اس وقت یہ حکم ہوگا جبکہ اس کا پاگل پن عارضی ہو یعنی یہ مجنونانہ حالت بلوغ کے بعد ہوئی ہو۔ اگر یہ مجنونانہ کیفیت اصلی ہوگی یعنی بحالتِ جنون ہی بالغ ہوا ہوگا تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت اسے صحت ہوگی اسی وقت مالی سال کا آغاز ہوگا (کافی)۔ ایسے ہی بچہ بالغ ہوجائے تو بالغ ہونے کے وقت مالی سال کا آغاز ہوگا (اور اسی کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی)۔ (تبیین)۔

بے ہوش آدمی چاہے مکمل ایک سال تک بے ہوش رہا ہو اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

چوتھی شرط زکوٰۃ کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ مال نصاب کی حد تک پہونچ جائے نصاب سے کم مال پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ (عینی شرح کنز)۔ جیسے کوئی شخص سال پورا ہونے پر دوسو درہم میں پانچ درہم نکالے اور زکوٰۃ کی نیت سے کسی مفلس کو یا کسی وکیل کو دینے کے لیے حوالہ کردے اور پھران درہموں میں سے کوئی درہم کھوٹا نکل گیا تو نصاب زکوٰۃ نامکمل رہ جانے کی بنا پر یہ پانچ درہم زکوٰۃ کی مد میں نہ سمجھے جائیں گے مگر کسی ضرورت مند کو دینے کے بعد پھر واپس نہیں لیے جا سکتے۔ ہاں وکیل کے صرف کرنے سے پہلے پہلے اس سے واپس لیے جا سکتے ہیں (فتاویٰ قاضی خاں)۔

پانچویں شرط زکوٰۃ کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ آدمی مکمل طور پر مالک ہو یعنی اسے پوری طرح اس مال پر قبضہ اور ملکیت حاصل ہو۔ اگر فقط ملکیت ہو اور قبضہ حاصل نہ ہو جیسے مہر وصول یابی سے پہلے۔ یا قبضہ بلا ملکیت ہو جیسے مکاتب اور مقروض شخص کا مال۔ تو اس پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (سراج الوہاج)۔

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ قبضہ سے قبل خرید کردہ چیز کا شمار نصاب میں نہیں ہوتا لیکن درست قول کے مطابق وہ نصاب میں شمار ہوگی (محیط سرخسی)۔ مالک نے جس غلام کو تجارت کے واسطے مقرر کیا ہو اور وہ بھاگ جائے تو مالک پر اس کی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (شرح مجمع مصنفہ ابن مالک)۔

اگر شوہر بیوی سے ایک ہزار روپے پر خلع کرلے اور کئی سال تک اس رقم پر اس کا قبضہ نہ ہوا ہو تو اس کی زکوٰۃ کا وجوب اس پر نہ ہوگا (مضمرات)۔ اگر مال گروی رکھا گیا اور مال جس کے پاس گروی رکھا گیا اسی کے قبضہ میں ہے تو گروی رکھنے والے پر اس کی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (بحرالرائق)۔ ایسا غلام جسے اُس کا آقا تجارت کی اجازت دیدے اور وہ آمدنی کے بقدر مقروض بھی ہو تو نہ مالک پر اس غلام کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا اور نہ غلام پر۔ اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے۔ البتہ اگر اس غلام پر قرض نہ ہو تو اس کی آمدنی گویا مالک کی آمدنی ہے اور سال ختم ہوگا تو مالک ہی پر اس کی زکوٰۃ کا وجوب بھی ہوگا (معراج الدرایہ)۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ موزوں تو یہ ہے کہ اس کی آمدنی کی وصول یابی سے پہلے ہی مالک پر زکوٰۃ کا وجوب ہوتا لیکن درست قول کے مطابق آمدنی کے ہاتھ میں آنے سے پہلے زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (محیط سرخسی)۔ مسافر پر زکوٰۃ کا وجوب اس بنا پر ہے کہ وہ اپنے قائم مقام کے ذریعہ اپنے مال میں تصرف کرنے پر قادر ہے (فتاویٰ قاضی خاں فصل مالِ تجارۃ)

چھٹی شرط زکوٰۃ کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ آدمی کے پاس جو کچھ سرمایہ ہو وہ اس کی زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے زائد ہو۔ مثلاً رہنے کے مکانات، بدن کے کپڑے، گھر کا استعمال کیا جانے والا سامان، وہ جانور جو سواری کے لیے ہوں، خدمت کرنے والے غلام اور استعمال ہونے والے ہتھیار (ان میں) زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اسی طرح اپنے اہل وعیال کے لیے کھانے کی چیزوں اور وہ برتن جو آرائش کے لیے ہوں مگر شرط یہ ہے کہ سونے چاندی کے نہ ہوں، ان پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اسی طریقہ سے موتی، یاقوت، زمرد، جواہرات وغیرہ کے تجارت کے واسطے نہ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ ایسے ہی اپنے خرچ کی خاطر کچھ سکے خرید لیے گئے تو ان پر بھی

نیرہ)۔ زکوٰۃ کے اندر وکیل بنانے والے کی نیت کا اعتبار ہے، وکیل کی نیت معتبر نہیں (معراج الدرایہ)۔
کسی کو رقم زکوٰۃ حوالہ کرتے ہوئے محتاجوں میں تقسیم کرنے کے لیئے کہا لیکن اس وقت نیت نہیں کی گئی اور وکیل نے رقم تقسیم کردی تو درست ہے۔ ایسے ہی ذمی کو بھی بانٹنے کا ذمہ دار بنایا جاسکتا ہے اس واسطے کہ زکوٰۃ دینے والے کی نیت کافی ہوگی (محیط سرخسی)۔ رقم وکیل کے حوالہ کردی پھر وکیل بنانے والے کی نیت میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اگر وکیل نے اس وقت تک زکوٰۃ نہ بانٹی ہو تو اب اس رقم کی ادائیگی میں بعد والی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر وکیل کو کچھ رقم ادائیگی زکوٰۃ کی خاطر دی گئی لیکن روپیہ بانٹنے سے پہلے وکیل بنانے والا یہ رقم اپنی نذر میں دینے کا قصد کرلے تو یہ رقم نذر کی قرار دی جائے گی۔ (سراج الوہاج)۔
کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں اس مکان میں داخل ہوا تو اللہ کے لیئے سو روپوں کا خیرات کرنا میرے ذمہ واجب ہوگا پھر وہ مکان میں چلا جائے اور جاتے وقت اس رقم کو زکوٰۃ میں دینے کی نیت کرلے تو اب اس رقم سے ادائیگی زکوٰۃ نہ ہوگی (محیط سرخسی)۔ ایک غریب و مفلس شخص کی امانت، امانت رکھنے والے کے پاس سے ضائع ہوگئی اور امانت رکھنے والا جھگڑا ختم کرنے کے خیال سے وہ امانت کی مقدار رقم امانت رکھنے والے کو بنیتِ زکوٰۃ دے دے تو ادائیگی زکوٰۃ نہ ہوگی۔ (فتاوی قاضی خاں فصل ادا ءِ زکوٰۃ)۔
کوئی شخص کسی مفلس کو بلا نیت کچھ رقم دے دے اور اس کے بعد نیتِ زکوٰۃ کرلے۔ اس صورت میں وقتِ نیت تک اگر اس مفلس آدمی نے رقم خرچ نہیں کی تھی تو نیت درست ہوگی۔ اور اگر خرچ کرچکا تھا تو اب نیتِ زکوٰۃ صحیح نہ ہوگی (معراج الدرایہ، زاہدی، بحرالرائق، عینی، ہدایہ)۔
دوسری شرط زکوٰۃ کی یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا مسلمان ہو۔ کافر پر زکوٰۃ کا وجوب نہیں ہوتا (بدائع)۔ اسلام کو جس طریقہ سے زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیئے شرط قرار دیا گیا ہے۔ حکم زکوٰۃ کی بقاء کے واسطے بھی شرط ہے۔ لہٰذا اگر زکوٰۃ واجب ہوجانے کے بعد خدا نخواستہ کوئی شخص مرتد ہوجائے تو زکوٰۃ اس پر واجب نہ رہے گی۔ جیسے مرنے کے بعد زکوٰۃ کا وجوب باقی نہیں رہتا، اسی طریقہ سے اگر کئی سال مرتد رہا پھر مسلمان ہوگیا تو درمیانی برسوں کی زکوٰۃ کا وجوب اس پر نہ ہوگا (معراج الدرایہ)۔
صیرفیؒ فرماتے ہیں کہ کسی کافر نے دارالحرب میں اسلام قبول کرکے چند برس دارالحرب میں ہی قیام کیا اس کے بعد دارالاسلام میں چلا آیا تو خلیفۂ وقت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس شخص سے پچھلی زکوٰۃ طلب کرے۔ کیونکہ وہ اس وقت حدودِ اسلامی اور خلیفہ کی حدودِ اقتدار سے خارج تھا۔ اس شکل میں اسے زکوٰۃ کے واجب ہونے کا علم نہیں تھا، تو نہ اس پر زکوٰۃ کے وجوب کا حکم ہوگا اور نہ اس کے متعلق ادائیگی زکوٰۃ کا فتویٰ دیں گے۔ لیکن اگر اسے زکوٰۃ کے واجب ہونے کا علم ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا اور ادائیگی زکوٰۃ کا فتویٰ بھی دیں گے۔ کسی ذمی نے دارالاسلام میں اسلام قبول کیا تو اس پر ہر شکل میں زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ چاہے اسے زکوٰۃ کے واجب ہونے کا مسئلہ معلوم ہو یا معلوم نہ ہو (سراج الوہاج)
تیسری شرط وجوبِ زکوٰۃ کی یہ ہے کہ وہ شخص عاقل اور بالغ ہو۔ ایسا پاگل شخص جس کو اسی حال میں ایک برس گذر گیا ہو اور بچہ پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ)۔ ہاں اگر سال کے آغاز یا سال کے ختم پر یہ پاگل شخص صاحب نصاب رہا ہو اور سال کے درمیان اسے کچھ نہ کچھ افاقہ ہوگیا ہو تو زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (عینی شرح ہدایہ)۔ ظاہر روایت کے مطابق یہی حکم ہے (کافی)۔ صدرالاسلام ابوالیسرؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ درست قول یہی ہے (شرح نقایہ مصنفہ

واجب ہو اور اس کا ارادہ ادا کرنے کا نہ ہو تو یہ قرض زکوٰۃ کو روکنے والا شمار نہ ہوگا کیونکہ بیویاں عموماً اپنا مہر نہیں مانگتیں یہی قول بہتر ہے (جواہر الفتاویٰ)

زوجہ کے نفقہ کو...... قرض شمار نہیں کیا جا سکتا البتہ اگر آپس کی رضامندی یا قاضی کے فیصلہ سے نفقہ مقرر ہوا ہو تو یہ نفقہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کو روکنے والا بن سکتا ہے۔ آپس کی رضامندی اور حکم قاضی کی بنا پر یہ نفقہ ساقط بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی اگر رشتہ داروں کا نفقہ ادا کرنے کے واسطے قاضی نے تھوڑا عرصہ مثلاً ایک مہینہ سے کم مقرر کر دیا تو وجوب زکوٰۃ سے روکنے والا ہوگا۔ اور لمبی مدت مقرر کی ہو تو اسے دین نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اس کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ لہٰذا زکوٰۃ کے وجوب کو روکنے والا بھی نہ بنے گا (بدائع) یہ اس شکل میں ہوگا جب کہ وجوب زکوٰۃ سے قبل وہ مقروض ہو۔ اگر زکوٰۃ کے واجب ہونے کے بعد مقروض ہوا تو زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ)۔

ایک شخص درمیانِ سال میں مقروض ہو گیا تو "عیون" میں لکھتے ہیں کہ امام کے نزدیک یہ وجوب زکوٰۃ کو روکنے والا ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ وجوب زکوٰۃ کو روکنے والا نہیں (محیط سرخسی)

کسی کے پاس تجارت کے واسطے غلام موجود ہو مگر وہ مقروض ہو تو غلام کے قرض کے بقدر مال پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا کسی آدمی کے دوسرے پر ہزار درہم قرض ہوں اور تیسرا شخص مقروض کے کہنے سے یا اس کے کہے بغیر اس کے قرض کی ضمانت لے لے۔ ضمانت لینے والے اور مقروض دونوں کے پاس ایک ایک ہزار درہم ہوں اور ان کے اوپر ایک سال بھی گذر گیا ہو تو دونوں میں کسی شخص پر بھی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ کوئی شخص کسی کے ہزار درہم چھین لے اور دوسرا آدمی آ کر پہلے شخص سے چھین کر صرف کر دے۔ اب ان دونوں چھیننے والوں کے پاس ایک ایک ہزار درہم موجود ہیں اور اس رقم پر سال بھی پورا ہو گیا تو پہلے چھیننے والے پر ایک ہزار درہم کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا دوسرے پر نہیں (فتاویٰ قاضی خاں)

کسی شخص کے پاس ایک ہزار درہم موجود ہوں اور ایک ہزار درہم کا وہ مقروض ہو۔ اس کے پاس گھر اور خادم بھی ہوں مگر تجارت کے واسطے نہ ہوں اور دونوں کی مجموعی قیمت دس ہزار درہم ہو تو اس شخص پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس موجود روپیہ اگرچہ اس کی اصلی ضرورت سے زائد ہے اور اس کا اس روپے کو منتقل کرنا اور استعمال میں لانا بھی ممکن ہے مگر یہ سرمایہ قرض سے بری نہیں۔ رہے گھر اور خادم تو وہ اس کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں اس واسطے قرض کا تعلق ان سے نہ ہوگا۔

جس شخص کے پاس مکان اور خادم دونوں ہوں اس کے لیے صدقہ لینا ممنوع نہیں اس واسطے کہ ان چیزوں سے اس کی زندگی کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں بلکہ ان میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے اس قول کے یہی معنی مراد لیے گئے ہیں کہ کسی شخص کے پاس دس ہزار درہم موجود ہوں تو بھی ان کے ہوتے ہوئے بھی اس کے واسطے صدقہ لینا درست ہے۔ پوچھا گیا۔ یہ کس طرح؟ فرمایا کہ (مثلاً) کسی کے پاس مکان بھی ہو اور خادم و ہتھیار بھی ہوں مگر ان کو فروخت کرنے کی ممانعت ہو۔ اسی قول کے پیش نظر ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ کسی عالم کے پاس اگر قیمتی کتابیں ہوں مگر اسے ان کی ہر وقت ضرورت پڑتی رہتی ہو تو اس شکل میں اس کے لیے صدقہ لینا درست ہے۔ ہاں اگر ضرورت سے زائد اس کے پاس دو سو درہم کی مقدار مالِ نصاب موجود ہو تو اسے صدقہ لینا درست نہ ہوگا (شرح مبسوط السرخسی)۔

کتابوں کو ضرورتِ اصلیہ سے زائد اس وقت قرار دیا جائے گا جبکہ کتاب کے دو نسخے یا بعض کے قول کے مطابق

زکوٰۃ نہ ہوگی (عینی شرح ہدایہ)۔ اسی طریقہ سے اہل علم کی کتابوں اور پیشہ وروں کے کام کرنے کے آلات پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (سراج الوہاج)

البتہ اس کے اندر فرق یہ ہے کہ ایسے آلات جو بغیر کسی خارجی مدد کے نفع اٹھانے کے قابل ہوں اور جس جگہ وہ استعمال کیے جاتے ہوں وہاں ان کا کچھ اثر باقی نہ رہتا ہو تو ان پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اور جو آلات ایسے ہیں کہ استعمال کرنے کے بعد ان کا اثر ختم نہ ہوتا ہو تو ان پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ مثلاً کوئی رنگریز بقدر نصاب زعفران یا کسم[1] اس ارادہ سے خریدلے کہ وہ معاوضہ لے کر اس سے لوگوں کے کپڑوں کو رنگے گا اور اس کے اوپر ایک سال گذر جائے تو اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ ہر اس شے کا یہی حکم ہوگا جسے ایسے کام کے واسطے خریدا گیا ہو کہ اس کا اثر اس چیز سے ختم نہ ہو جس پر یہ چیز استعمال کی گئی ہے۔ (رنگ و) تیل چمڑے رنگنے کے واسطے بقدر نصاب خریدا اور اس کے اوپر سال گذر گیا تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا اثر استعمال کردہ چیز پر (دیر تک) باقی نہ رہتا ہو مثلاً صابون اور اشنان[2] تو زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (کفایہ)۔

ساتویں شرط زکوٰۃ کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ جو رقم بقدر نصاب موجود ہے کسی بھی طرح کا قرض اس سے متعلق نہ ہو ہمارے اصحابؒ فرماتے ہیں کہ جس قرض کے طلب کرنے والے بندے ہوں اسی قرض کی بناء پر وجوب زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ مثلاً کسی آدمی سے کچھ قرض لے لیا یا کسی .... خریدی ہوئی چیز کی قیمت یا کسی کی کوئی چیز ضائع ہوگئی اس کا تاوان یا کسی کو زخمی کر دینے کا معاوضہ۔ پھر یہ قرض کسی بھی قسم کا ہو۔ نقد ہو یا کیلی[3] یا وزنی[4] یا وہ کپڑے ہوں یا جانور، یا بیوی سے خلع کرنے کی وجہ سے رقم واجب ہوئی ہو یا قصداً قتل کر دینے کے معاوضہ میں بطور صلح فی الحال رقم دینی ہو یا کچھ عرصہ کے بعد دینی ہو یا یہ خدا تعالیٰ کا قرض ہو مثلاً زکوٰۃ جس کی ادائیگی واجب ہو۔ لہٰذا جو جانور چرنے والے ہیں اگر کسی کے ذمہ ان کی زکوٰۃ واجب ہو تو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس قرض کی وجہ سے اس بقیہ مال میں زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ چاہے مال اس کے پاس باقی رہے یا زکوٰۃ اس کے ذمہ باقی رہ جائے اور مالِ نصاب ضائع ہوگیا ہو البتہ سونے چاندی اور مالِ تجارت کی زکوٰۃ اگر ادا نہ ہوئی ہو تو ہمارے اصحابؒ کی رائیں مختلف ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کا حکم چرنے والے جانوروں کا سا ہوگا اور اگر یہ قرض کی مقدار زمین کا خراج (محصول) ہو تو یہ بھی زکوٰۃ کے واجب ہونے سے روکنے والا ہے۔ یہ حکم اسی شکل میں ہے جبکہ پیداوار کی درست مقدار کے مطابق خراج لیا گیا ہو اور سال غلہ حاصل ہو جانے کے بعد پورا ہو رہا ہو اور غلہ کے دستیاب ہونے سے قبل سال پورا ہوا ہو تو اس وقت واجب شدہ خراج زکوٰۃ کو روکنے والا نہ ہوگا۔ اور جو خراج ناحق وصول کیا گیا وہ بھی وجوب زکوٰۃ کو روکنے والا نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر عشری زمین کے اندر غلہ پیدا ہوا ہو اور کاشتکار نے اس کو ضائع کر دیا تو عشر کے بقدر اس کے ذمہ غلہ کی ادائیگی واجب ہو جائے گی۔ اور اگر مالِ نصاب پر سال پورا ہونے سے قبل یہ شکل پیش آئی ہو اور سال کی تکمیل اس کے بعد ہوئی ہو تو اس رقم کی زکوٰۃ لازم نہ ہوگی (تاتارخانیہ)۔

مہر مؤجل[5] یا مہر معجل یہ بھی زکوٰۃ کو روکنے والے ہیں کیونکہ مہر بھی طلب کیا جا سکتا ہے (محیط سرخسی)۔ باعتبار ظاہر مذہب یہی حکم درست ہے۔ بزدویؒ نے شرح جامع کبیر میں لکھا ہے ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ جس آدمی پر اپنی اہلیہ کا مہر مؤجل

---

[1] ایک قسم کا رنگ ۱۲ [2] ایک قسم کی گھاس ۱۲ [3] پیمانہ سے ناپ کر فروخت کی جانے والی چیز ۱۲ [4] تول کر جس چیز کی خرید و فروخت ہوتی ہو ۱۲
[5] نکاح کے فوراً بعد جس مہر کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اسے معجل کہتے ہیں اور جس کا ادا کرنا فوری طور پر واجب نہ ہو وہ مؤجل کہلاتا ہے ۱۲۔

ہر ایک کی ان میں سے دو قسمیں ہیں۔ خلقی۔ فعلی (تبیین)۔

سونے اور چاندی کا شمار مالِ خلقی میں ہوگا، اس لیئے کہ ان دونوں میں اپنی ذات کے اعتبار سے انسان کی اصلی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اہلیت نہیں تو ان میں زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ چاہے ان کا تجارتی مقصد ہو یا ذاتی استعمال (وخرچ) کی نیت ہو۔ یا ان میں سے کوئی بھی مقصد سامنے نہ ہو۔ ان دونوں کے سوا ہر قسم کا سرمایہ مالِ فعلی کہلاتا ہے، اس میں شرط یہ ہے کہ تجارت میں اضافہ یا جانوروں کے چرانے ہی کی نیت ہو۔ تجارت یا چرائی کی نیت کا جب تک تجارت یا چرانے کے فعل سے اتصال نہ ہوگا وہ غیر معتبر ہوگی۔ البتہ تجارت کی نیت کسی وقت تو صراحتاً معلوم ہو جاتی ہے اور کسی وقت دلالتاً اور اشارۃً معلوم ہو جاتی ہے۔ واضح نیت تو یہ ہے کہ تجارتی معاملہ کے آغاز میں یہ نیت کرلی کہ (مثلاً) یہ غلام تجارت کے واسطے ہے۔ چاہے یہ معاملہ خریدنے اور بیچنے کا ہو، چاہے نقدلین دین کا یا کرایہ کا یا کسی چیز کے عوض چیز عطا کرنے کا۔ دلالتاً نیتِ تجارت کی شکل یہ ہے کہ (مثلاً) عین تجارت کے سامان کے بدلے کوئی سامان خریدا ہو یا وہ گھر تجارتی مقصد کی خاطر ہو کسی سامان کے بدلے اس کو کرایہ پر دیدیا ہو تو چاہے اس نے واضح طریقہ سے نیتِ تجارت نہ کی ہو مگر اس کا شمار مالِ تجارت ہی میں ہوگا۔ مگر بدائع میں لکھا ہے کہ مالِ تجارت کے نفع کے بدلے لیئے جانے والے مال کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔

''اصل'' کی کتاب الزکوٰۃ میں لکھا ہے کہ نیتِ تجارت ہو یا نہ ہو مگر وہ مالِ تجارت ہی شمار کیا جائے گا۔

''جامع'' کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا مدار نیت پر ہے۔ تو اس مسئلہ کے بارے میں گویا دو روایات ہیں۔ مشائخ بلخ ؒ نے جامع کی روایت کو درست قرار دیا ہے۔ کوئی چیز بلا کسی تبادلہ کے ملکیت میں آگئی مثلاً ہبہ، صدقہ اور وصیت کے طور پر۔ یا اس کی جانب کسی چیز کی ملکیت اس طریقہ سے منتقل ہوئی کہ اس کے معاوضہ میں مال کے سوا کوئی دوسری چیز ملی ہو مثلاً رقمِ مہر معاوضۂ خلع، قصداً قتل پر مصالحت کے تحت معاوضہ اور غلام کو آزاد کردینے کا بدلہ۔ اس قسم کی ملکیت کے اندر نیتِ تجارت درست نہ ہوگی۔ سب سے زیادہ درست قول یہی ہے (بحر الرائق)

مورث کے انتقال کے بعد اگر ورثاء تجارت کے مال اور چرنے والے مویشیوں کے اندر تجارت یا جانوروں کے چرانے کی نیت کرلیں تو ان پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ اور نیت نہ کرنے کی شکل میں بعض کے نزدیک زکوٰۃ کا وجوب ہوگا اور بعض کے نزدیک نہ ہوگا (محیط سرخسی)۔

کوئی شخص بغرضِ تجارت ایک باندی خریدے اور اس کے بعد خدمت کے واسطے مخصوص کر لینے کا قصد ہو جائے تو اس باندی کی زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا (زاہدی)۔

ایسا مال جو بڑھنے والا ہو اس میں یہ شرط قرار دی گئی ہے کہ مال یا خود مالک کے پاس یا اس کے نائب کے قبضہ میں ہونا چاہیئے۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو اس مال کے اوپر مالِ ضمار کی مانند زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ (تبیین)۔ مالِ ضمار وہ مال کہلاتا ہے کہ اصل مال پر ملکیت باقی رہے مگر قبضہ سے اس کے نکل جائے کہ اس کے لوٹنے کی بہت کم امید ہو (محیط)۔

مالِ ضمار اس قرض کو کہتے ہیں کہ جس کے ادا کرنے یا واجب ہونے سے مقروض نے انکار کر دیا ہو اور اس مال کو بھی کہتے ہیں جو چھین لیا گیا ہو مگر شرط یہ ہے کہ ان پر کوئی گواہ موجود نہ ہو۔ اگر گواہ موجود ہو تو قرض اور چھینے گئے مال دونوں پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا البتہ چرنے والے مویشی اگر کوئی چھین کر لے گیا تو چھیننے والے کے اعتراف کے باوجود بھی ان چھینے گئے جانوروں کی زکوٰۃ کا وجوب اصل مالک پر نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر ایسا مال جو گم ہو گیا ہو یعنی (مثلاً) غلام فرار ہو گیا۔ یا

تین نسخے موجود ہوں لیکن مختار (دراجح) قول دو نسخوں کا ہی ہے (فتح القدیر)۔

اگر قرض باقی نہ رہا ہو مثلاً جس کا قرض تھا اس نے قرض لینے والے کو قرض معاف کر دیا تو معافیٔ قرض کے وقت سے زکوٰۃ کے سال کا آغاز ہوگا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس نے قرض لیا تھا اس کے سال کے موافق جب سال مکمل ہوگا اسی وقت زکوٰۃ کا وجوب ہو جائے گا۔ چاہے اس کے قرض کی معافی کسی وقت ہوئی ہو (فتح القدیر، کافی)۔

جو قرض ایسے ہوں کہ ان کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہوتا ہو وہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کو روکنے والے نہ ہوں گے مثلاً نذر، کفارے، صدقۂ فطر، حج وغیرہ اور شرعی مطالبے (محیط)۔

لقطہ[1] کی ضمانت بھی وجوب زکوٰۃ کو روکنے والی نہیں۔ کسی چیز کے قبضہ سے نہ نکلنے اور اس کی بقاء کی ضمانت اس چیز کا کوئی حقدار پیدا ہونے سے پہلے پہلے زکوٰۃ کو روکنے والی نہ ہوگی (تاتارخانیہ)

فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے بیچی ہوئی چیز پر قبضہ کے باقی رہنے کی ضمانت لے لی اور اس کا کوئی حقدار پیدا ہو جائے اس صورت میں اگر سال کے اندر ہی اندر پیدا ہوا ہو تو یہ ضامن پر وجوب زکوٰۃ کو روکنے والا ہوگا۔ اور سال گذرنے کے بعد کوئی حقدار نکل آیا تو اس گذرے ہوئے سال کی زکوٰۃ ضامن پر واجب ہو جائے گی۔ (بدائع)۔

اگر کسی مالدار شخص کے پاس مختلف قسم کا سرمایہ ہو اور اس بناء پر بہت سے نصابوں کی ادائیگی اس پر واجب ہو لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ مقروض بھی ہو تو اس شکل میں قرض اول نقد مال سے متعلق ہوگا۔ پھر باقی قرض کا تعلق تجارت کے مال سے ہوگا۔ اس کے بعد بھی اگر قرض باقی رہ گیا تو جنگل کے اندر چرنے والے جانوروں سے متعلق ہوگا۔ اگر یہ جانور مختلف جنس کے تھے تو ایسا جانور جس کی زکوٰۃ اوروں سے کم ہو اس جنس سے تعلق قرار دیا جائے گا۔ اور باعتبارِ زکوٰۃ تمام جانور برابر ہوں تو پھر وہ قرض کو کسی بھی جنس کے ساتھ متعلق کرنے کا مختار ہے (تبیین)۔

یہ حکم اس شکل میں ہوگا جب کہ حاکمِ وقت کی جانب سے صدقات وصول کرنے والا مقرر ہو۔ اور اگر صدقہ وصول کرنے والا نہ ہو تو پھر مال کا مالک مختار ہے خواہ قرض کا تعلق جانوروں سے رکھے اور نقد مال کی زکوٰۃ ادا کرے خواہ اس کے برعکس کرے۔ کیونکہ بحقِ مالک دو چیزیں یکساں ہیں۔ سرکاری زکوٰۃ وصول کرنے والے کو یہ حق نہیں پہنچتا اس لیے کہ یہ چرنے والے جانوروں سے زکوٰۃ لینے کا مختار ہے نقد مال سے نہیں کیونکہ وہ قرض کو نقد مال سے متعلق کرتا ہے اور مویشیوں کی زکوٰۃ وصول کرتا ہے (مبسوط سرخسی)۔

کسی کے پاس دو سو درہم اور ایک غلام خدمت کے لیے ہو، وہ شخص نکاح کرے اور مہر اتنا طے پائے جتنی کہ اس غلام کی قیمت ہو اور اس نے کچھ گیہوں بھی اپنی ذاتی حاجت کی بناء پر ادھار لیئے ہوں اور یہ تمام چیزیں پورے ایک سال اس کے پاس رہی ہوں تو اس شکل میں زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا اس لیئے کہ اس شکل میں نقد مال اور فارغ مال (مالِ زائد) سے قرض متعلق ہے۔ امام زفرؒ کہتے ہیں کہ اس شکل کے اندر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ کیونکہ قرض اپنی ہی جنس سے متعلق ہوگا۔ (کافی)۔

آٹھویں شرط زکوٰۃ کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ نصاب بڑھنے والا ہونا چاہیئے، چاہے حقیقی طور پر بڑھنے والا ہو جیسے توالد و تناسل یا تجارت یا حقیقی طور پر بڑھنے والا تو نہ ہو مگر حکم میں بڑھنے والے نصاب ہی کے ہو یعنی اس میں اضافہ پر اس کو قدرت ہو، اس طریقہ پر کہ مال خود اس کے یا اس کے قائم مقام کے قبضہ میں ہو،

---

[1] لقطہ گری پڑی چیز کو کہتے ہیں ۱۲۔

کی خاطر ہوں اور استعمال کیئے جانے والے کپڑے۔ اس نوع کا دو سو درہم کے بقدر مال قبضہ میں آجانے پر روایتِ اصل کے موافق اسے گذرے ہوئے برسوں کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

(۳) قومی قرض۔ یہ ایسا قرض کہلاتا ہے جس کا وجوب مالِ تجارت کے عوض میں ہوا ہو۔ چالیس درہم کی مقدار مال اس کے قبضہ میں آنے پر اسے گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ دینی ہوگی (زاہدی)۔

نویں شرط زکوٰۃ کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ پورا ایک برس مالِ نصابی پر گذر گیا ہو، زکوٰۃ کے سال کا اعتبار قمری تاریخ کی رُو سے ہوگا۔ (قنیہ)۔ سال کے آغاز اور اس کے ختم پر اگر پورا مالِ نصابی موجود ہو تو سال کے درمیانی حصہ میں کسی طرح کی کمی کی بنا پر زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم نہ ہوگا (ہدایہ)

تجارت کے مال یا سونے چاندی کا اس قسم کی شئے سے تبادلہ کیا جائے جو اسی کی جنس سے ہو یا دوسری جنس سے ہو تو حکمِ سال سوخت قرار نہ دیں گے۔ بخلاف اس کے اگر چرنے والے جانور اسی کی جنس یا دوسری جنس سے بدلے گئے ہوں تو حکمِ سال سوخت ہوجائے گا (محیط سرخسی)

کسی آدمی کے پاس مقدارِ نصاب مال موجود ہو اور سال کے درمیان میں اسے کچھ اور مال مل جائے تو اسے اپنے مال میں شامل کر کے اس کی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ چاہے یہ زائد مال پہلے مال کی بڑھوتری کا نتیجہ ہو یا اس کا نتیجہ نہ ہو بلکہ کسی دوسرے ذریعہ سے وہ اس کا مالک بن گیا ہو (نیز) چاہے بشکلِ میراث حاصل ہوا ہو یا بصورتِ ہبہ وغیرہ۔ اگر پورے طور پر نئے مال کا پہلے مال کی جنس سے کوئی تعلق نہ ہو مثلاً اول اونٹ ہوں اور اس کے بعد بکریوں کا گلہ ہوجائے تو اس صورت میں بکریوں کے ساتھ اونٹوں کو نہ ملائیں گے (جوہرہ نیرہ)۔

سال پورا گذر گیا اور پھر نیا مال ملا ہو تو اس شکل میں اس نئے مال کو پہلے سرمایہ میں شامل نہ کریں گے۔ بلکہ تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ نئے سرے سے اس مال کے سالِ نصاب کا آغاز ہوگا (شرح طحطاوی)۔

احناف فرماتے ہیں کہ مال پہلے سے مقدارِ نصاب ہونے کی صورت میں نیا مال اس میں شامل کرلیں گے اور اگر پہلا مال بقدرِ نصاب نہ ہو تو اس اور رقم کو اس کے ساتھ نہیں ملائیں گے چاہے نئے اور پرانے مال ملا کر مال بقدرِ نصاب ہوجاتا ہو۔ البتہ مال جس وقت بھی اکٹھا ہوتے ہوتے بقدرِ نصاب ہوجائے گا تو نصاب کے سال کی ابتدا اسی وقت سے ہوجائے گی (بدائع)۔

کسی شخص کے پاس مقدارِ نصاب چرنے والے جانور موجود ہوں اور سال پورا ہونے پر وہ ان کی زکوٰۃ دیدے پھر اس کے بعد ان کو درہموں کے بدلہ بیچ دے۔ وہ اپنے پاس مقدارِ نصاب درہم بھی رکھتا ہو اور اس نصاب کے اوپر ابھی آدھا سال ہی گذرا ہو تو اس شکل میں جو جانور بیچے گئے ان کی قیمت کو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دراہم کے نصاب میں نہیں ملائیں گے بلکہ اس رقم کے سال کا آغاز مستقل الگ سے ہوگا۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس رقم کو ان دراہم کے نصاب میں ملالیں گے۔ البتہ اس شکل میں یہ تفصیل ہوگی جبکہ اپنی ذات کے اعتبار سے جانوروں کی قیمت بقدرِ نصاب ہو۔ بقدرِ نصاب ہونے کی صورت میں سب فقہاء بالاتفاق اس رقم کو ان درہموں کے نصاب میں شامل کرنے کے لیئے فرماتے ہیں۔ آدھا سال جن کے نصاب کے اوپر گذر گیا ہو (جوہرہ نیرہ)۔

عشر ادا کیئے ہوئے غلہ کی قیمت کو بالاتفاق ایسے غلام کی قیمت کے ساتھ ملالیں گے جس کے صدقۂ فطر کی ادائیگی ہوچکی ہو۔ اگر سال گذرنے سے قبل جانوروں کو جانوروں کے بدلے یا نقد روپے کے بدلے بیچ دے تو تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ ان کی قیمت کو ان کے ہم جنس میں ملالیں۔ اس طریقہ سے کہ روپے روپوں

مال بطور تاوان لیا گیا ہو، یا ایسا مال جو سمندر کے اندر غرق ہو گیا ہو، یا ایسا مال جو جنگل میں دفن ہو مگر اس کا مقام بھول گیا ہو یہ سب مالِ ضمار قرار دیا جائے گا۔ البتہ اگر مال کسی حفاظت کی جگہ میں دفن ہو چاہے وہ کسی اور شخص کے گھر میں ہی کیوں نہ ہو اور پھر اس کی اصل جگہ یاد نہ رہے تو اس شکل میں اس دفینہ کا شمار مالِ ضمار میں نہ ہوگا (بحر الرائق)۔

یہ مال اپنے باغ یا اسی کی زمین میں مدفون ہو تو بعض اس بناء پر وجوبِ زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں کہ اسے زمین جہاں سے چاہے کھودنے کا حق ہے۔ اور بعض اس لیئے وجوبِ زکوٰۃ کا حکم نہیں دیتے کہ پوری زمین کی کھدائی مشکل ہے۔ مکان واحاطہ کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے حتیٰ کہ کوئی مکان یا احاطہ وسیع ہو تو بھی وہ مال نصاب نہیں بنتا۔ مقروض اگر انکار کر رہا ہو اور قرض کے گواہ عادل نہ ہوں تو بعض زکوٰۃ کے واجب نہ ہونے کا حکم فرماتے ہیں اور درست قول کے مطابق زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (کافی)

جس قرض کا قرض لینے والے نے انکار کر دیا اور اس پر گواہ موجود نہیں۔ پھر چند برس بعد وہ قرض ثابت ہو جائے جیسے قرض لینے والا لوگوں کے سامنے قرض لینے کا اقرار کرے تو زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (تبیین)۔

قاضی کو اگر قرض کا علم ہو تو گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ اور قرض لینے والا جس قرض کو خود تسلیم کر رہا ہو اس پر بہ صورت میں زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ چاہے یہ قرض کسی تنگ دست و نادار شخص پر ہو یا کسی مالدار شخص پر (کافی)

قرض اگر کسی ایسے نادار شخص پر ہو جسے قاضی مفلس ٹھہرا چکا ہو پھر چند برس بعد اس سے وہ قرض وصول ہو گیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس پر گذرے ہوئے برسوں کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (جامع صغیر مصنفہ قاضی خاں)۔ اگر اس قسم کا مقروض ہے کہ پوشیدہ طور پر (علیحدگی میں) قرض کا اعتراف کرے اور جب لوگوں کے سامنے آئے تو انکار کرے، اس صورت میں وہ قرض مالِ نصاب نہ بن سکے گا۔ مقروض اول اقرار کرے اور قاضی کے سامنے پہونچ کر منکر ہو جائے۔ اس شکل میں دعویٰ کرنے والے نے اگر قرض کے سلسلہ میں گواہ ...... پیش کیئے تھے اس کے بعد ان گواہوں کے عادل اور ان کی گواہی کے قبول کرنے کے قابل ہونے کا ثبوت مہیا کرنے کے اندر کچھ وقت لگ جائے اور پھر وہ گواہ عادل ثابت ہوں تو قرض لینے والے کے انکار کے وقت سے لے کر قاضی کی عدالت میں گواہوں کے عادل ثابت ہونے تک کا جو زمانہ گذرا ہوگا اس عرصہ کی زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ قرضدار اگر بھاگ گیا اور قرض دینے والا خود یا بذریعہ وکیل اس کی تلاش پر قدرت رکھتا ہو تو اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ اور اس پر قدرت نہ رکھتا ہو تو زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (محیط سرخسی)

بہر صورت سارے اقراری قرضوں کی امام ابو حنیفہؒ تین قسمیں کرتے ہیں (۱) ضعیف دَین۔ ہر اُس قرض کو کہتے ہیں جس کا آدمی بلا اپنے فعل اور بغیر کسی معاوضہ کے مالک ہو جائے مثلاً مالِ میراث۔ یا اپنے کسی فعل کی بناء پر بلا کسی چیز کے عوض کے اس کا مالک ہو جائے۔ مثلاً وصیت۔ یا کسی فعل کی بناء پر آدمی ایسی چیز کا مالک ہو جائے جس کا شمار مال میں نہ ہو مثلاً خلع کا معاوضہ اور مہر اور ایسا مال جو قصداً قتل کی بناء پر صلح کے نتیجہ میں ملا ہو اور اسی طرح دیت[۱] اور معاوضہ کتابت۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قبضہ میں آنے سے پہلے ان میں سے کسی پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا قبضہ کے بعد جبکہ یہ مقدارِ نصاب ہو اور پورا سال بھی گذر گیا ہو تب زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔

(۲) درمیانی قرض۔ ایسے قرض کو کہتے ہیں جو غیر تجارتی مال کے عوض واجب ہوا ہو مثلاً غلام جو فقط خدمت

۱؎ خون بہا۔ خون کا مالی معاوضہ ۱۲۔

پورا سال گذر جائے یا قبل از وقت زکوٰۃ ادا کرتے وقت نصاب کامل ہو لیکن یہ کامل نصاب بعد میں کسی طریقہ سے تلف ہو جائے تو اب بطورِ زکوٰۃ دی گئی رقم صدقہ قرار دی جائے گی (شرح طحطاوی)۔

جیسے ایک نصاب کی قبل از وقت زکوٰۃ دی جائے تو درست ہے ایسے ہی بہت سے نصاب ہونے کی صورت میں ان سب کی زکوٰۃ وقت سے پہلے دے سکتے ہیں (فتاویٰ قاضی خاں)۔ کوئی شخص دو سو درہم رکھتا ہو لیکن وہ وقت سے پہلے ہزار درہموں کی زکوٰۃ ادا کر دے تو اگر اسی سال کے اندر اس کے پاس کچھ اور سرمایہ ہو جائے اور وہ اس مال کے ذریعہ اس قدر نفع حاصل کر لے کہ سال ختم ہونے پر اس کے پاس ہزار روپے ہو گئے ہوں تو اس شکل میں وقت سے پہلے زکوٰۃ کا ادا کرنا صحیح ہے۔ اور اس شخص کے ذمہ سے ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ البتہ اگر سال ختم ہونے کے باوجود اس کے پاس کچھ اور سرمایہ نہ آئے بلکہ سال پورا ہونے کے کچھ بعد کوئی اور رقم مہیا ہو گئی تو اس صورت میں وقت سے پہلے ہزار روپے کی زکوٰۃ کا فی قرار نہ دیں گے بلکہ نیا سرمایہ ملنے کے بعد جب ایک سال پورا ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (بحرالرائق)۔ کیونکہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کی وجہ پائی جاتی ہے اس واسطے وقت سے پہلے بھی ایک سال سے زائد کی زکوٰۃ دے دینا درست ہے (ہدایہ)۔

کوئی شخص دو ہزار کی زکوٰۃ ادا کر دے اور وہ اپنے پاس صرف ہزار درہم رکھتا ہو اور یہ نیت کرے کہ اگر اس کے پاس مزید ایک ہزار درہم آ گئے تو یہ اُن کی قبل از وقت زکوٰۃ شمار ہوگی۔ اور نہ آنے کی صورت میں اسی ایک ہزار روپے کی آئندہ برس کی زکوٰۃ شمار ہو جائے گی۔ تو یہ نیت کر لینا صحیح ہے۔ کسی آدمی کے پاس چار سو درہم کی رقم موجود ہو لیکن یہ خیال ہو کہ اس کے پاس پانچ سو درہم ہیں اور وہ پانچ سو درہم کی زکوٰۃ ادا کر دے۔ اس کے بعد معلوم ہو تو اس کے واسطے زیادہ ادا کی گئی رقم کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کر لینے کی گنجائش ہوگی (محیط سرخسی)

کوئی شخص دو نصاب رکھتا ہو ایک چاندی کا نصاب ہو اور دوسرا سونے کا۔ ان دونوں میں سے ایک کی زکوٰۃ قبل از وقت دیدے تو یہ زکوٰۃ دونوں نصابوں کی قرار دی جائے گی (اور تھوڑا تھوڑا حصہ دونوں کی زکوٰۃ کا ادا ہو جائے گا) کیونکہ سونے اور چاندی کا شمار ایک ہی جنس میں ہوتا ہے اس واسطے ان دونوں میں سے ایک کو متعین کرنا بے سود اور غیر معتبر ہے۔ سونے و چاندی کے ہمجنس ہونے کی یہ دلیل ہے کہ بعدِ زکوٰۃ دونوں کا حساب لگا کر زکوٰۃ نکال دیتے ہیں۔ ہاں اگر دونوں میں سے کوئی سا نصاب تلف ہو گیا تو ادا کردہ زکوٰۃ موجودہ نصاب کی قرار دی جائیگی (کافی)۔ کوئی آدمی مختلف قسم کے جانوروں کے متعدد نصاب کا مالک ہو اور ان میں سے کسی کی زکوٰۃ قبل از وقت دے دے پھر جن جانوروں کی زکوٰۃ ادا کر چکا تھا وہ ہلاک ہو جائیں تو ادا کردہ زکوٰۃ موجود جانوروں کی شمار نہ ہوگی (محیط سرخسی)۔ کسی مفلس کو اگر وقت سے پہلے زکوٰۃ دے دے اور وہ مفلس سال کے اختتام سے قبل مالدار ہو جائے یا وہ مر جائے یا مرتد ہو جائے تو اس کو دی ہوئی زکوٰۃ ادا و درست ہوگی (سراج الوہاج)۔ ایک شخص وجوبِ زکوٰۃ کے بعد مر گیا تو ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ موت کی بنا پر اس کی زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا (محیط)۔

دوسرا باب

زکوٰۃ سائمہ

یہ باب پانچ فصلوں پر مشتمل ہے پہلی فصل کے اندر وہ بحثیں ہیں جن کی حیثیت آنے والی تفصیلات کے واسطے مقدمہ کی سی ہے

کے ساتھ اور جانور جانوروں کے ساتھ ملا لیئے جائیں۔ ایسے جانور جو چرنے والے ہیں ان کی زکوٰۃ ادا کردی گئی پھران کو چارہ اپنے پاس سے کھلانے لگا اس کے بعد ان کو بیچ دیا تو تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ ان کی قیمت کو اصل نصاب کے ساتھ ملالے (سراج الوہاج)۔

کسی کے پاس تھوڑی سی زمین ہو وہ زمین کا خراج (محصول) ادا کرے پھراس کو بیچ ڈالے تو اس کی قیمت اصل نصاب کے ساتھ ملالی جائے گی (بدائع)۔ کوئی شخص روپے کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد چرنے والے جانور اس رقم سے خریدے اور وہ پہلے سے ان ہمجنس چرنے والے جانور رکھتا تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بعد کے خریدے ہوئے پچھلے جانوروں کے ساتھ نہیں ملائیں گے۔ کیونکہ یہ جانور ایسے مال کا عوض ہیں جس کی زکوٰۃ کی ادائیگی ہوچکی۔ کوئی شخص کسی کو ایک ہزار روپے ہبہ کے طور پر دے اور اس شخص کو اس روپے کے ذریعے اسی سال کے اندر اور ایک ہزار روپے کی بافت ہو جائے۔ پھر وہ شخص جس نے روپیہ ہبہ کیا تھا فیصلہ قاضی کے مطابق اپنا ہبہ لوٹالے اور اپنے دیئے ہوئے روپے کو واپس لے لے تو اس شکل کے اندر وہ شخص ایک ہزار روپے بطور نفع کے ہبہ کردہ رقم سے کما چکا ہے۔ اس پر اس وقت تک زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا جب تک کہ یہ نفع اس کی ملکیت میں آنے کے بعد اس پر ایک سال نہ گذر جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ روپیہ جو بذریعہ ہبہ اسے حاصل ہوا تھا اس کے پاس سے چلے جانے کے باعث اس کا سال باطل ہوا تو نفع ہزار درہم جو اس رقم کے تابع تھے اس کا سال بھی باطل ہونے کا حکم ہوگا۔ کوئی شخص دو سو درہم رکھتا ہوا وران کے اوپر ایک دن کم تین برس گذر چکے ہوں کہ پانچ درہم اور آجائیں تو یہ فقط پانچ درہم سالِ اول کے بطور زکوٰۃ دے گا۔ کیونکہ دوسرے اور تیسرے سال کی زکوٰۃ فرض ہونے کی بناء پر نصاب کے اندر کمی پیدا ہوچکی تھی (محیط سرخسی)۔

کسی آدمی کے پاس ایسی بکریاں جو تجارت کے لیئے ہوں، دو سو درہم کی مالیت کی ہوں اور اتفاقاً وہ سال پورا ہونے سے قبل مرگئی ہوں۔ وہ شخص ان کی کھالیں اتار کر رنگ لے اور اب قیمت کے اعتبار سے یہ کھالیں بھی بقدرِ نصاب ہوجائیں اس کے بکریوں کا سال پورا ہوجائے تو رنگ کردہ کھالوں پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ کوئی شخص شیرۂ انگور تجارت کے لیئے رکھے اور سال پورا ہونے سے قبل وہ شراب بن گیا ہو، اس کے بعد وہ سرکہ بن جائے اور مقدار نصاب اس کی قیمت ہو۔ پھر شیرۂ انگور کا سال پورا ہوجائے تو سرکہ پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا فقہاء فرماتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ مسئلۂ اول میں بکریوں کی پشت کا اون قیمت رکھتا تھا اور وہ ایک سال تک باقی رہا۔ دوسرے مسئلہ میں صورت یہ ہے کہ پورا مال دوسری شکل اختیار کرکے گویا تلف ہوگیا۔ اس واسطے سال کا حکم بھی باطل قرار دیا گیا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی نصاب کا مالک سال ختم ہونے سے قبل زکوٰۃ دے دے تو درست ہے۔ البتہ نصاب کامل ہونے سے قبل دے تو صحیح نہیں (خلاصہ) قبل از وقت زکوٰۃ تین شرطوں کے ساتھ درست ہے۔ شرط اول یہ ہے کہ زکوٰۃ نکالتے وقت سالِ نصاب کا آغاز ہوچکا ہو۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ جس نصاب کی دے رہے ہوں وہ سال کے اخیر تک پورا نصاب ہی رہے کم نہ ہوجائے۔ تیسرے یہ کہ سال کے درمیان اصلی نصاب تلف نہ ہوا ہو مثلاً کسی کے پاس سونا، چاندی یا مالِ تجارت دو سو درہم کے بقدر نہ ہو لیکن وہ زکوٰۃ وقت سے پہلے ادا کرچکا ہو اور نصاب کامل ہوا ہو بعد میں یا کسی کے پاس دو سو درہم نقد موجود ہوں یا دو سو درہم کی قیمت کا مالِ تجارت ہو اس شخص نے پانچ درہم صدقہ کردیئے اور نصاب زکوٰۃ کامل نہ ہوسکا۔ اور اسی نصابِ زکوٰۃ سے کم پر

جسے پانچواں سال لگ چکا ہو۔ پچھتر[۷۵] تک حکم یہی باقی رہے گا۔ پھر چھہتر[۷۶] ہونے پر ایسی دو اونٹنیوں کا بمدِ زکوٰۃ دینا واجب ہوگا جنھیں دو سال پورے ہو کر تیسرا سال لگ چکا ہو۔ نوّے[۹۰] تک یہی حکم جاری ہوگا۔ اکیانوے[۹۱] ہونے پر ایسی دو اونٹنیوں کا دینا واجب ہے جنھیں چوتھا سال لگ گیا ہو۔ یہ حکم ایک سو بیس[۱۲۰] تک رہے گا (ہدایہ)۔

پھر ایک سو بیس پر جو اضافہ ہوگا اس میں ایک سو بیس سے زائد تعداد پر ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے ایک سو چوالیس تک یہ حکم باقی رہے گا۔ پھر تعداد ایک سو پینتالیس[۱۴۵] ہو جانے پر ایک دو اونٹنیاں جنھیں چوتھا سال لگ چکا ہو اور ایک اس طرح کی اونٹنی جسے دوسرا سال لگ چکا ہو واجب قرار دی جائیں گی۔ پھر ڈیڑھ سو[۱۵۰] سے تعداد ایک سو چوہتر[۱۷۴] ہو جانے تک ہر پانچ کے اضافہ پر ایک بکری کا وجوب ہوگا۔ پھر جب تعداد ایک سو پچھتر[۱۷۵] ہوگئی ہو تو تین اونٹنیاں تین سال کی عمر کی اور ایک ایسی اونٹنی جس کی عمر دو سال ہو دینی ہوں گی۔ اس کے بعد تعداد ایک سو چھیاسی ہو جائے تو زکوٰۃ میں تین ایسی اونٹنیاں دی جائیں گی جن کو چوتھا سال لگ چکا ہو اور ایک اونٹنی ایسی دی جائے گی جس کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ پھر جب عدد ایک سو چھیانوے[۱۹۶] تک پہونچ جائے تو زکوٰۃ میں چار ایسی اونٹنیاں دی جائیں جنھیں چوتھا سال لگ چکا ہو۔ دو سو تک یہی حکم باقی رہے گا (عینی شرح ہدایہ)۔

دو سو[۲۰۰] کے اندر مختار رہے چاہے ایسی چار اونٹنیاں بمدِ زکوٰۃ دی جائیں جنھیں چوتھا سال لگ چکا ہو ہر پچاس کے اوپر ایک اونٹنی دے دی جائے گی اور چاہے ایسی پانچ اونٹنیاں دیدی جائیں جن کو تیسرا سال لگ چکا ہو تو ہر چالیس پر ایک اونٹنی زکوٰۃ میں دی جائے گی (فتاویٰ قاضی خاں)۔

پھر حساب زکوٰۃ دو سو اونٹوں کے بعد اسی طرح شروع ہوتا رہے گا جیسے ڈیڑھ سو کے بعد شروع ہوا تھا ہمارا مذہب یہی قرار دیا گیا ہے۔ اونٹ چاہے عربی ہوں چاہے بختی (مخلوط النسل) دونوں کا حکم یکساں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چرنے والے ونٹ جب پورے ایک سال کے ہو کر انھیں دوسرا لگ جائے تب ان پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (شرح طحطاوی)

کم عمر، نابینا اونٹ کو نصاب میں تو لیں گے مگر اس کو بمدِ زکوٰۃ نہیں لیں گے بچہ کی پرورش کرنے والی اونٹنی یا گوشت کھانے والوں کے لیے خاص کردہ اونٹنی یا ایسی اونٹنی جو حاملہ ہو یا نر اونٹ اور گلہ کے اندر تمام سے بڑھیا اونٹ بمدِ زکوٰۃ نہیں لیں گے۔ ہاں متوسط درجہ کے اونٹوں کو بمدِ زکوٰۃ لیا جائے گا (محیط سرخسی)۔

اگر یہ شکل ہو کہ جتنی عمر کی اونٹنی زکوٰۃ میں دینی واجب ہوئی ہو وہ گلہ کے اندر موجود نہ ہو اور مالک اس سے بھی عمدہ اونٹنی بمدِ زکوٰۃ دے اور اس کی جتنی قیمت واجب شدہ اونٹنی کی قیمت سے زیادہ ہو وہ اس شخص سے وصول کرلے جس نے زکوٰۃ لی ہو یا ایسی شکل ہو کہ جیسی اونٹنی واجب ہوئی تھی اس سے گھٹیا اونٹنی دے کر باقی اور قیمت بھی دے دی تو اول شکل میں زکوٰۃ لینے والے کو واجب شدہ مال کے طلب کرنے اور اس عمدہ قسم کی اونٹنی کو نہ لینے یا جیسی اونٹنی واجب ہوئی اس کی قیمت وصول کرنے کا حق ہے کیونکہ اس کا شمار خرید و فروخت میں ہے اور تجارت کے اندر زبردستی ناممکن ہے۔ اور دوسری شکل میں زبردستی کی جائے گی یہاں تک کہ اگر مالک زکوٰۃ وصول کرنے والے کے پاس سے ہٹ گیا اور یہ اونٹوں کے پاس تنہا رہ گیا تو اسے اس مال پر قابض قرار دیا جائے گا کیونکہ بیع میں اس کا شمار نہیں بلکہ قیمت کی شکل میں ادائیگی زکوٰۃ ہے (کافی)۔

پہلی فصل

سائمہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو دودھ حاصل کرنے کی خاطر پالے جائیں یا نسلی بڑھوتری کی وجہ سے۔ یا موٹے ہوکر زیادہ قیمتی قرار دیئے جائیں گے۔ اس لیئے ان کو جنگل میں چرایا گیا ہو۔ جو جانور نسل اور دودھ کی بڑھوتری کی خاطر نہ چرائے گئے ہوں بلکہ ان سے سواری یا باربرداری کا کام لینا مقصود ہو تو ان پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (محیط سرخسی)۔

چرنے والے جانور چاہے مادہ ہوں اور چاہے نر، چاہے مخلوط ہوں، ان تمام پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ اسی طرح فقط تجارتی مقصد کی بنا پر انھیں جنگل میں چھوڑا گیا ہو تو ان پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ مگر زکوٰۃ کا وجوب تجارت کے اعتبار سے ہوگا سائمہ کے اعتبار سے نہیں۔ البتہ جانور گوشت کھانے کے واسطے جنگل میں چرنے کے لیئے چھوڑ دیں تو ان پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ (بدائع)۔

اگر سال کے کچھ دنوں میں جانوروں کو جنگل میں چرایا گیا اور کچھ روز ان کو گھر پر چارہ کھلایا گیا تو اس صورت میں اکثر دنوں کے اعتبار سے حکم ہوگا۔ اگر سال کے زیادہ دن جنگل میں چرایا گیا تو ان پر سائمہ کا حکم عائد ہوگا ورنہ لاگو نہ ہوگا (محیط سرخسی)۔ اگر چھ ماہ بھی جنگل میں چرائے گئے ہوں تب بھی ان پر سائمہ کا حکم لاگو نہ ہوگا اور زکوٰۃ کا وجوب نہیں ہوگا (تبیین)۔ اگر بغرضِ تجارت ہوں اور وہ چھ مہینے یا چھ مہینے سے کچھ زائد جنگل میں چرائے گئے ہوں تو انھیں سائمہ نہیں کہا جائے گا جب تک کہ مالک نے ان کو سائمہ بنانے کی نیت خود ہی نہ کی ہو۔ جیسے تجارتی نوعیت کے غلام کو مالک چند برس اپنی خدمت میں رکھنے کا قصد کرے تو خدمت کرنے کے عرصہ میں بھی وہ غلام تجارتی ہی قرار دیا جائے گا۔ جب تک کہ مالک اس کو مالِ تجارت سے خارج کرکے اپنی خدمت کے واسطے مخصوص کر لینے کا قصد نہ کرلے (خلاصہ)۔

اگر چرنے والے جانوروں کا مالک ان جانوروں سے کام لینے کا قصد کرے۔ یا اپنے پاس چارہ کھلانا طے کرلے، مگر ایسا نہ کرے اور سال مکمل گذر جائے تو زکوٰۃِ سائمہ کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

اگر جانوروں کو بغرضِ تجارت خریدا گیا ہو اس کے بعد ان کو سائمہ بنا دیا جائے تو نصابی سال ان کو سائمہ قرار دینے کے وقت سے شمار کیا جائے گا (محیط سرخسی)

فصل دوم[۲]

اونٹوں کی زکوٰۃ

اونٹ اگر پانچ سے کم ہوں تو ان پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (ہدایہ)۔ جب تک اونٹوں کی تعداد پچیس سے کم رہے تو ہر پانچ پر ایک بکری کا وجوب ہوگا (عینی شرح کنز)۔ بکری ایسی ہونی چاہیئے جس کو ایک سال پورا ہوکر دوسرے سال کا آغاز ہوگیا ہو (جوہرہ نیرہ)۔

اونٹوں کی تعداد پچیس[۲۵] تک پہونچنے پر زکوٰۃ میں ایسی اونٹنی کا دینا واجب ہے جس کا ایک سال پورا ہوکر دوسرا[۱] سال شروع ہوچکا ہو۔ پینتیس تک حکم یہی رہے گا۔ جب اونٹوں کی تعداد چھبیس[۲۶] ہو جائے تو ایک ایسی اونٹنی کا زکوٰۃ میں دینا واجب ہوگا جس کے دو سال پورے ہوگئے ہوں اور تیسرے سال کا آغاز ہوگیا ہو۔ پینتالیس تک حکم اسی طرح رہے گا۔ جب اونٹوں کا عدد چھیالیس ہو جائے گا تو زکوٰۃ میں ایسی اونٹنی دینی واجب ہے جسے چوتھا سال لگ چکا ہو۔ ساٹھ[۶۰] تک حکم اسی طریقہ سے باقی رہے گا۔ اکسٹھ[۶۱] اونٹ ہو جانے پر ایسی اونٹنی کا دینا واجب ہوگا

ان پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ جب تعداد چالیس تک پہونچ کر ان پر پورا سال گذر گیا ہو تو ایک سو[۱۲۰] بیس تک بمدِ زکوٰۃ ایک ہی بکری دی جائے گی۔ ایک سو بیس سے زیادہ ہونے پر جتنا بھی اضافہ ہوگا اس پر دو بکریوں کا وجوب ہوگا۔ اس کے بعد دو سو کی تعداد سے چار سو تک جس قدر اضافہ ہوگا اس پر بمدِ زکوٰۃ تین بکریوں کا وجوب ہوگا پھر تعداد چار سو[۴۰۰] ہو جانے پر چار بکریوں کا وجوب ہوگا۔ پھر ہر سیکڑہ پر ایک بکری دینی واجب ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گرامی ناموں میں اس قسم کی تفصیل موجود ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بھیڑ و بکری کم سے کم ایک سال کی ہو تب اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی (طحطاوی)

جس بکری کی پیدائش ہرن کے اختلاط کی بنا پر ہوئی ہو اس میں حکم ماں کے اعتبار سے ہوگا، ماں بھیڑ یا بکری ہو تو اسے بکری قرار دیا جائے گا اور اس پر زکوٰۃ واجب ہونے کا حکم ہوگا۔ اور نصاب کامل کرنے میں اسے شمار کریں گے۔ اور اگر بھیڑ یا بکری ماں نہ ہو تو اسے ہرن قرار دیں گے۔ اسی طرح جو جانور جنگلی گائے اور پالتو گائے بیل کے اختلاط کے سبب سے پیدا ہوا ہو اس کا حکم بھی یہی ہوگا (محیط سرخسی)۔

فصل پنجم

وجوبِ زکوٰۃ سے مستثنیٰ جانور

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں پر زکوٰۃ کا وجوب نہیں ہوتا مختار قول اسی کو قرار دیا گیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا۔ گھوڑے بغرضِ تجارت ہوں تو ان پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (کافی)۔ جو گھوڑے بغرضِ تجارت ہوں ان کا حکم تجارتی سامان کا سا ہوگا۔ نصاب کی مقدار ان کی قیمت پہونچنے پر زکوٰۃ لیں گے چاہے جنگل میں چرنے والے ہوں یا گھر پر رہ کر دانہ کھانے والے۔ (مضمرات)۔

گدھے، خچر، تعلیم دیے گئے چیتے اور کتے بغرضِ تجارت ہوں تو زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (سراجیہ)۔ امام ابو حنیفہؒ کے اخیر قول کے موافق بکری اور اونٹ و گائے کے بچوں پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی پوری عمر کا ہو گیا ہو تو ور بچے بھی اس کے تابع قرار دے کر نصاب ہی میں شمار کیے جائیں گے۔ البتہ انھیں زکوٰۃ میں نہیں لیا جائے گا (ہدایہ)۔

اگر ایک بکری اور انتالیس[۳۹] بچے ہوں تو اس شکل میں درمیانی درجہ کی بکری کا زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ لہٰذا اگر وہ درمیانی یا اس سے کچھ کم درجہ کی بکری موجود ہو تو اسے بمدِ زکوٰۃ لے لیں گے۔ اور سال کامل ہونے پر اگر وہ بکری بھی نہ رہی تو امام ابو یوسفؒ و امامِ محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ اسی طرح اونٹ کے پچاس بچے موجود ہوں اور ان کے اندر اوسط درجہ کی ایک اونٹنی ہو تو وہی زکوٰۃ میں دینی واجب ہوگی۔ اگر ان میں نصف بچے تلف ہو گئے ہوں تو آدھی اونٹنی کی مقدار زکوٰۃ ساقط ہونے کا حکم ہوگا اور آدھی اونٹنی کی مقدار زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (کافی)۔ کوئی بچہ بمدِ زکوٰۃ لینا درست نہیں (جوہرہ نیرہ)۔

وہ جانور جو بار برداری اور اپنے استعمال کے لیے ہوں یا وہ (غیر تجارتی) جانور جنھیں گھر پر رکھ کر چارہ کھلایا جاتا ہو ان پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔

34829
22-7-70

فصل سوم

بیلوں اور گائے کی زکوٰۃ

گائے یا بیل تعداد میں تیس تک نہ پہونچے ہوں تو ان کے اوپر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا اگر کسی کے پاس تیس چرنے والی گائیں یا بیل ہوں تو ان پر ایک بچھڑا یا ایک بچھڑی کا دینا واجب ہوگا، ایسا بچھڑا یا بچھڑی جن کا ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو چکا ہو (ہدایہ) پھر انتالیس تک مزید زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (شرح طحطاوی)۔ جب گائیں چالیس ہو جائیں تو ایسے بیل یا گائے کا دینا واجب ہوگا جس کے دو سال پورے ہو کر تیسرا سال شروع ہو چکا ہو۔ تعداد چالیس سے بڑھ جانے پر امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جتنا اضافہ ہوگا اسی کے حساب سے زکوٰۃ کا وجوب ہوتا رہے گا۔ ساٹھ تک تو یہی حکم برقرار رہے گا۔ ساٹھ سے ایک زائد ہونے پر گائے جسے تیسرا سال لگ چکا ہو یا بیل کے چالیسویں حصہ کا وجوب ہوگا اور دو زائد ہو گئے تو بیل کے بیسویں حصہ کا وجوب ہوگا "اصل" کی روایت اسی طرح ہے۔ تعداد ساٹھ ہو جائے تو دو گائیں یا دو بیلوں کا وجوب ہوگا (ہدایہ)۔

ساٹھ تک تعداد پہونچنے کے بعد تیس تیس اور چالیس چالیس کے اعتبار سے حساب کریں گے اور ہر چالیس میں ایک گائے یا بیل جسے تیسرا سال لگ چکا ہو واجب ہوگا۔ اور ہر تیس پر ایک گائے یا بیل جس کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو واجب ہوگا پس جب گائے یا بیل تعداد میں ستر تک پہونچ جائیں تو ایک گائے یا بیل جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو اور ایک ایسا بچھڑا یا بچھڑی جسے دوسرا سال لگ چکا ہو واجب ہوں گے۔ اور تعداد اسی ہو جائے گی تو دو بیل یا دو گائیں، اور نوے ہونے پر تین بیل یا تین گائیں جنھیں دوسرا سال لگ چکا ہو اور تعداد سو ہو جانے پر ایسا بچھڑا یا بچھڑی جسے تیسرا سال لگ گیا ہو اور دو بیل یا دو گائیں جن کو ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو چکا ہو واجب قرار دیتے ہیں (طحطاوی)۔

اگر ایسا بچھڑا یا بچھڑی جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو اور وہ جس کا دوسرا سال شروع ہو گیا ہو حساب کے اعتبار سے دونوں برابر ہوں جیسے تعداد میں ایک سو بیس ہوں تو مالک مختار ہے چاہے تین بیل یا گائے تیسرے سال والے دیدے اور چاہے چار دوسرے سال والے دے دے (تبیین)

جیسا گائے کا حساب ہے ویسا ہی بھینس کا بھی ہے۔ دونوں مخلوط ہونے کی صورت میں تو نصاب کامل کرنے کے واسطے دونوں کا ملانا ضروری ہوگا پھر دونوں میں سے جس کی تعداد زیادہ ہوگی بمد زکوٰۃ وہی لیں گے۔ اور دونوں برابر ہوں تو بمد زکوٰۃ وہ جانور لیا جائے گا جو گھٹیا جانوروں میں اوروں کی بہ نسبت تمام سے اچھا اور بڑھیا جانوروں میں اوروں کی نسبت تمام سے کم درجہ کا شمار ہوتا ہو (بحر الرائق)۔

نافع میں لکھا ہے کہ اس بارے میں نر و مادہ کا حکم یکساں ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ گائے و بیل کے اندر اگر زکوٰۃ کا وجوب بیلوں میں ہوا ہو تو دوسرے سال والا بچھڑا لینا زیادہ بہتر ہے اور گایوں کے اندر زکوٰۃ کا وجوب ہوا ہو تو دوسرے سال والی بچھڑی کا لینا زیادہ اچھا ہے (تاتارخانیہ)۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایسی گائے جس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوتا ہو ایک سال پورا ہو کر دوسرے سال میں لگ جانے والی بچھڑی یا بچھڑا ہے (شرح طحطاوی)۔

فصل چہارم

بھیڑوں و بکریوں کی زکوٰۃ کا حکم

(جنگل میں) چرنے والی بھیڑوں و بکریوں کی تعداد جب تک چالیس نہ ہو جائے

مثقال ایک دینار کے بقدر ہوتا ہے اور ایک دینار میں بیس قیراط ہوتے ہیں۔ ایک درہم چودہ قیراط کے بقدر ہوتا ہے اور ایک قیراط پانچ جو کے بقدر قرار دیا گیا ہے (تبیین)۔

درہموں میں اگر کھوٹ بھی ہو، اس صورت میں اگر کھوٹ پر چاندی غالب ہوگی تو وہ خالص درہموں کے حکم میں ہوں گے اور کھوٹ غالب ہونے کی شکل میں تو وہ چاندی کے حکم میں نہ ہوں گے۔ اگر یہ کھوٹے سکے بازار میں رائج ہوں اور ان کے ذریعہ تجارتی معاملات کی نیت ہو تو ان کی قیمت معتبر ہوگی۔ کم درجہ کے دراہم کے نصاب کے بقدر ان کی قیمت پہونچ گئی ہو جس پر زکوٰۃ کا وجوب ہو جاتا ہو تو ان کے اندر زکوٰۃ کے واجب ہونے کا حکم ہوگا۔ ورنہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ کم درجہ کے درہم وہی قرار دیئے جاتے ہیں جن میں کھوٹ کی بھی کچھ مقدار موجود ہو لیکن چاندی غالب ہو۔ البتہ اس قسم کے سکے اگر نہ بازار میں چلتے ہوں اور نہ ان کے ذریعہ کسی کاروبار کا ارادہ ہو تو ان پر زکوٰۃ کے واجب ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ ہاں اگر ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ ان میں دو سو درہم کے بقدر چاندی ہو جائے اور ان میں کھوٹ کا الگ کیا جانا ممکن ہو تو زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ اور کھوٹ علیٰحدہ کیا جانا ممکن نہ ہو تو زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ فقہ کی بہت سی کتابوں کے اندر یہی لکھا ہوا ہے۔ اور ایسا سونا جس میں کھوٹ ملا ہوا ہو اس کا حکم چاندی کا سا ہوگا۔ کھوٹ کی مقدار برابر ہونے کی صورت میں علماء کی رائیں مختلف ہیں۔ صاحب خانیہ اور صاحب خلاصہ بطور احتیاط زکوٰۃ کے واجب ہونے کا قول اختیار فرماتے ہیں (بحرالرائق)

سونا، چاندی رَلا مِلا ہوا اس کے اندر سونا حدِ نصاب کو پہونچ گیا تو سونے کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا اور چاندی حدِ نصاب کو پہونچ گئی تو اس کے اندر چاندی کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ چاندی کی مقدار سونے کی بہ نسبت بڑھی ہوئی ہو، اگر اس کی مقدار سونے سے کم ہو تو تمام کی تمام سونے ہی کے حکم میں ہوگی کیونکہ سونا چاندی سے اعلیٰ اور باعتبار قیمت بڑھا ہوا ہے (تبیین)۔

پیسے بغرضِ تجارت نہ ہوں تو زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا، اور بغرضِ تجارت ہوں تو دو سو دراہم کے بقدر قیمت ہو جانے پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (محیط) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دو سو درہم کی مقدار چاندی اور بقدر بیس مثقال سونا ہو تو جب تک چار مثقال سونا یا چالیس درہم چاندی اور زائد نہ ہو جائے اس وقت تک زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

اس کے بعد ہر چالیس درہم چاندی کے اندر ایک درہم اور ہر چار مثقال سونے کے اندر دو قیراط زکوٰۃ کا دینا واجب ہوگا (ہدایہ) قیمتِ مال چاندی سونے کے ساتھ اور سونا چاندی کے ساتھ باعتبار قیمت ملائیں گے (کنز)۔ پس اگر کوئی شخص ایسے سو درہموں اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے پانچ دیناروں کا مالک ہو جو سو درہم کی قیمت کو پہونچتے ہوں تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس میں زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کی رائے اس کے خلاف ہے۔

کوئی شخص اگر اپنے پاس سو دراہم و دس دینار یا ایک سو پچاس دراہم اور پانچ دینار رکھتا ہو یا کسی کے پاس پچاس دراہم اور پندرہ دینار ہوں تو امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ تمام رقم ایک قرار دی جائے گی (کافی)۔

کسی شخص کی ملکیت میں سو درہم اور دس دینار ہوں۔ یہ دس دینار بازار کی قیمت کے اعتبار سے سو درہم کے برابر نہ ہوتے ہوں تو اس شکل میں امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وجوب زکوٰۃ کا حکم ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وجوب زکوٰۃ میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ درست قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (محیط سرخسی)

کوئی شخص چاندی و سونے دونوں کے نصاب رکھتا ہو اور سونا نصاب سے چار مثقال تھوڑا سا کم زائد ہو۔ اور چاندی کا نصاب چالیس درہم سے تھوڑا سا کم یا بڑھ رہا ہو تو اس شکل کے اندر ایک نصاب کا اضافہ دوسرے نصاب

تیسرا باب (۳)

سونے و چاندی واسباب کی زکوٰۃ

(دو فصلیں)

پہلی فصل

سونے و چاندی کی زکوٰۃ کا ذکر

کسی کے پاس دوسو[۱] درہم ہوں تو اسے پانچ درہم بمدِ زکوٰۃ نکالنے واجب ہوں گے۔ اگر بیس[۲] مثقال سونا موجود ہو تو آدھا مثقال سونا بمدِ زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ بصورتِ سکّہ ڈھلا ہوا ہو یا ڈھلا ہوا نہ ہو۔ اور یہ سونا مرد یا عورت کے زیور کی صورت میں موجود ہو یا بشکلِ زیور نہ ہو، پگھلا ہوا صاف کردہ ہو یا ناصاف وکچا ہو (خلاصہ)۔

چاندی وسونے کے اندر جتنی مقدار واجب ہوئی ہو اس کے وزن کا لحاظ کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کریں گے۔ امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک قیمت کا اعتبار نہ ہوگا، جیسے کسی نے پانچ کھرے درہموں کی جگہ پانچ کھوٹے درہم بمدِ زکوٰۃ دیئے اور وہ کھوٹے درہم باعتبارِ قیمت چار کھرے درہموں کے مساوی تھے تو یہ دونوں فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بکراہت ادائیگی زکوٰۃ ہوگی۔ اگر کسی شخص نے پانچ کھوٹے درہموں کی جگہ بمدِ زکوٰۃ چار کھرے درہم ادا کیئے جو قیمت میں پانچ کھوٹے درہموں کے بقدر تھے تو زکوٰۃ کے ادا ہو جانے کا حکم نہ ہوگا۔ کوئی چاندی کا لوٹا جو وزن میں دوسو درہم کے مساوی ہو اور اس کے بنوانے کی اجرت شمار کی جائے تو قیمت تین سو درہم تک پہنچتی ہو، اگر بشکلِ چاندی اس کی زکوٰۃ ادا کریں تو بمدِ زکوٰۃ اس کا چالیسواں حصہ دیں گے اور ایسے پانچ درہموں کو چالیسواں حصہ قرار دیا جائے گا جو قیمت میں ساڑھے سات درہم کے مساوی ہوتے ہیں۔ اور اگر اس قسم کی پانچ درہم چاندی بمدِ زکوٰۃ دی گئی جو قیمت میں پانچ درہم کے برابر ہوتی ہو تو زکوٰۃ کے ادا ہونے کا حکم ہوگا۔ اور ادائیگی زکوٰۃ دوسری جنس سے کی گئی تو اس صورت میں تمام کے نزدیک قیمت کا اعتبار ہوگا وزن کا نہیں (تبیین)۔

ایسے ہی تمام فقہاء کے نزدیک چاندی سونے کی زکوٰۃ کے وجوب میں تعلقِ نصاب وزن سے ہوگا قیمت سے نہیں۔ مثلاً کوئی شخص ڈیڑھ سو درہم کے وزن کے بقدر وزنی چاندی کا لوٹا رکھتا ہو لیکن اس لوٹے کی قیمت دوسو درہم تک پہونچ گئی تو وزن کا لحاظ کرتے ہوتے اس پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (عینی شرح کنز)۔

ینابیع میں لکھا ہے کہ گنتی میں تو درہم دوسو ہوتے ہوں لیکن وزن کے اعتبار سے کم ہوں تو وجوبِ زکوٰۃ نہ ہوگا چاہے معمولی ہی سی کمی ہو (تاتارخانیہ)۔ سونے کے اندر مثقال کا وزن قابلِ اعتبار ہے اور چاندی کے اندر سبعہ کے وزن کا اعتبار ہے۔ سبعہ یہ کہلاتا ہے کہ دس دراہم سات مثقال کے مساوی ہوں (فتاویٰ قاضی خاں)۔

---

[۱] دوسو درہموں کی چاندی ساڑھے باون تولہ ہوگی ۱۲۔

[۲] باعتبارِ وزن بیس مثقال میں ساڑھے سات تولہ سونا ہوتا ہے ۱۲۔

(جوہرہ نیرہ)۔
کسی شخص نے کرائے پر چلانے کے واسطے پیتل کی دیگچیاں خریدلی ہوں تو ان پر وجوب زکوٰۃ کا حکم نہ ہوگا جیسے کہ کرائے کے گھروں پر وجوب زکوٰۃ کا حکم نہیں۔ کسی شخص کی زمین میں اس قدر پیدا وار گیہوں کی ہوگئی کہ اس کی قیمت نصاب کی مقدار تک پہونچتی ہو، اور وہ شخص اس غلہ کو روکے رکھنے یا بیچنے کا قصد کرتے۔ اس کے بعد پورے ایک سال اسے روکے رکھے تو اس پر زکوٰۃ کے واجب ہونے کا حکم نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
جانوروں کو خریدنے اور بیچنے والا سوداگر جانوروں کے گلے میں ڈالنے کی خاطر گھونگرو یا باگیں یا ان کے چہروں پر ڈالنے کی خاطر جھومر و برقعے خریدے۔ یہ تمام چیزیں اگر جانوروں کے ہمراہ فروخت کرنے کی ہوں تو ان پر وجوب زکوٰۃ کا حکم ہوگا اور اگر ان سے فقط جانوروں کی حفاظت مقصود ہو تو ان پر وجوب زکوٰۃ کا حکم نہ ہوگا (ذخیرہ)۔
عطاروں کا شیشیاں خریدنا بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ کسی شخص نے ڈھونے کے واسطے بورے اور خُرجیاں (گونیں) خریدلیں اور اس کا مقصد ان کو کرایہ پر چلانا ہے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہونے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ ان کے خریدنے سے اس کا مقصد تجارت نہیں (محیط سرخسی)۔
نان بائی روٹی پکانے کی خاطر لکڑ یا نمک خریدلے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ اور روٹیوں کو لگانے کی غرض سے تل خریدے ہوں تو اس میں وجوب زکوٰۃ کا حکم ہوگا (ذخیرہ)۔
کوئی مضارب[1] ایک غلام خریدے اور اس کے واسطے کوئی کپڑا یا بوجھ اٹھانے کا تھیلہ خریدا ہو تو اسے سب کی زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ بخلاف اس کے جس کی رقم ہو اگر وہ یہ سامان خریدلے تو اس صورت میں کپڑے اور بوجھ اٹھانے والے تھیلے کی زکوٰۃ دینے کا حکم نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اسے اس بات کا حق ہے کہ وہ ان چیزوں کو تجارت کے سوا کسی دوسری ضرورت کی خاطر خریدلے (کافی)۔
کوئی مضارب ایسے غلاموں کے واسطے جو بغرض تجارت ہوں اناج (وغیرہ) خریدے اور اس کے اوپر ایک سال گذر جائے تو اس کے اندر وجوب زکوٰۃ کا حکم ہوگا۔ اس کے برعکس اگر خود مال کا مالک غلاموں کے واسطے کھانے پینے کی اشیاء خریدے اور ان اشیاء پر ایک سال گذر گیا ہو تو وجوب زکوٰۃ کا حکم نہ ہوگا (محیط سرخسی)۔
جس مال کے اوپر زکوٰۃ کا وجوب ہوا ہو تو دوسری جنس کے مال سے اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں جتنی مقدار واجب ہوئی ہو زکوٰۃ کے بقدر اس کی قیمت لگائیں گے۔ اور زکوٰۃ کی ادائیگی اسی مال کی جنس سے ہونے کی صورت میں بھی یہی حکم رہے گا۔ بشرطیکہ یہ ان چیزوں میں سے نہ ہو جن میں سود جاری ہوتا ہے۔ لیکن اگر ادائیگی زکوٰۃ اس مال کی جنس سے ہوئی جس پر سود[2] کے احکام جاری ہوتے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں مالی مقدار معتبر ہوگی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا (طحاوی)۔

متفرق مسئلے

کسی شخص کو ادائیگی زکوٰۃ کے بارے میں شبہ پیدا ہوگیا اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ زکوٰۃ ادا کردی یا نہیں تو بطور احتیاط از سر نو زکوٰۃ دے دینی چاہیئے۔ یہ محیط، سراجیہ اور بحرالرائق میں "واقعات"

[1] ایسا تجارتی معاملہ جس میں ایک شخص کی محنت ہو اور دوسرے کی رقم، اسے مضاربت کہتے ہیں اور وہ شخص جس کی کاروبار کے اندر فقط محنت ہی محنت ہو اس کو مضارب کہتے ہیں۔ [2] سودی چیزوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے متعلق حدیثوں میں تصریح ہے کہ ان کے لین دین کے وقت ان میں کسی قسم کی کمی زیادتی کرنا سود میں شمار ہوگا۔

کے اضافہ میں ملالیں گے تاکہ یا تو چالیس درہم چاندی ہو جائے یا چار مثقال سونے کی مقدار (قیمت کے اعتبار سے ہی سہی مگر) پوری ہو جائے (مضمرات)۔

سونے وچاندی کا نصاب اس خیال سے آپس میں ملالیا جائے کہ دونوں نصابوں کی زکوٰۃ ایک ہی جنس سے ادا کردیگا تو کوئی حرج نہیں مگر یہ ضروری ہے کہ دونوں کی قیمت اس طریقہ سے لگائیں کہ قدر ورواج کے اعتبار سے زکوٰۃ کے حقداروں کا فائدہ زیادہ ہو سکے۔ ورنہ ہر نصاب میں سے بمدِ زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینا چاہیئے (محیط سرخسی)۔

فصل دوم

مالِ تجارت کا حکم

تجارت کا مال کسی بھی طرح کا ہو اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ وہ اپنی مالیت کے اعتبار سے سونے وچاندی کے حدِ نصاب کو پہونچ جائے (ہدایہ)۔ مالِ تجارت کا حساب سونے وچاندی کے سکوں سے لگایا جائے گا (تبیین)۔

اگر سال کے شروع میں نصاب کی مقدار اس قسم کے دو سو درہموں کے برابر ہوتی ہو جن کے اندر چاندی کی مقدار زیادہ ہو تو قیمتِ نصاب کا حساب سال پورا ہو جانے کے بعد لگائیں گے (مضمرات)۔

مالِ تجارت کے اندر اس بات کا اختیار ہے کہ چاہے قیمتِ مال درہموں سے لگائی جائے اور چاہے دیناروں سے لگائیں۔ لیکن اگر ایک کے ذریعہ نصاب کامل ہو جاتا ہو اور دوسرے سے ناقص رہتا ہو تو جس سے نصاب کامل ہو جاتا ہو اسی کے اعتبار سے حساب ہوگا (بحرالرائق)۔

کوئی شخص اپنے پاس سو قفیز گیہوں رکھتا ہو جس کی قیمت دو سو دراہم ہوتی ہو۔ ایک سال پورا ہونے پر بھاؤ میں اضافہ ہو جائے یا بھاؤ گھٹ جائے تو گیہوں سے ادا کرنے کی صورت میں پانچ قفیز ادا کیے جائیں گے اور قیمت دیگا تو وجوبِ زکوٰۃ کے وقت جو قیمت رہی ہو وہی معتبر ہوگی۔ کیونکہ بمدِ زکوٰۃ اصل چیز یا اس کی قیمت کا دینا واجب قرار دیا گیا ہے۔ اسی بناء پر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیئے دونوں میں سے ایک کے قبول کرنے پر مجبور ہوں گے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں جس روز ادائیگی زکوٰۃ ہو اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ ایسے ہی ہر وہ چیز جس کا حساب گنتی یا ناپ تول کے ذریعہ ہوتا ہو اس کا زکوٰۃ کے سلسلہ میں یہی حکم ہوگا۔ اور اس چیز کے اندر باعتبارِ قیمت اگر کچھ زیادتی ہو گئی مثلاً اس کی رطوبت خشک ہو گئی ہو تو اس شکل میں تمام کے نزدیک واجب ہونے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا کیونکہ جو اضافہ سال پورا ہونے کے بعد ہوا ہو اسے گذرے ہوئے سال کے نصاب میں نہیں ملائیں گے۔ اور اس چیز میں از روئے قیمت کچھ کمی واقع ہو جائے جیسے وہ چیز بھیگ جائے تو تمام کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ کے دن کی قیمت معتبر ہوگی (کافی)۔

مالکِ اسباب جس شہر میں وہ مال موجود ہو وہیں کے نرخ کے مطابق اس کی قیمت لگائے۔ مالک نے اگر غلام کو بغرضِ تجارت کسی اور شہر میں بھیج دیا اور اسی دوران سال گذر گیا تو جس شہر میں غلام اس وقت ہوگا وہیں کی قیمت بمدِ زکوٰۃ معتبر ہوگی۔ اس وقت غلام جنگل میں ہو تو وہاں سے جو شہر سب سے زیادہ نزدیک ہوگا اسی کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ جیسا کہ صاحبِ فتح القدیر فتاویٰ سے نقل فرماتے ہیں۔ تجارت کا مال متفرق جنس ہونے کی صورت میں ایک کو دوسرے میں ملالیں گے۔ موتی، یاقوت اور جواہرات میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کا حکم نہیں چاہے ان کے زیور ہی کیوں نہ بنے ہوئے ہوں۔ البتہ یہ بغرضِ تجارت ہوں تو ان پر وجوبِ زکوٰۃ کا حکم ہوگا

دو آدمیوں کے نصاب کو جمع کر کے یوں حساب نہ کریں گے کہ یہ بکریاں ایک شخص کے پاس ہونے کی شکل میں ایک بکری کا وجوب ہوگا (محیط سرخسی)۔

جانوروں میں اگر دو آدمیوں کی شرکت ہو تو ان سے اسی طریقہ سے زکوٰۃ لیں گے جیسے شریک نہ ہونے کی شکل میں لیتے لہٰذا ان میں سے ہر شخص کا حصہ نصاب کی مقدار ہو تو زکوٰۃ کا وجوب ہوگا ورنہ زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ چاہے شرکت اس نوعیت کی ہو کہ ہر ایک دوسرے کا بحیثیت وکیل ہو یا دونوں ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوں یا ترکہ کے اندر دونوں کو یہ مال ملا ہو یا کسی دوسرے طریقہ سے وہ اس مال کے مالک بن گئے ہوں چاہے یہ جانور ایک چراگاہ کے اندر چریں یا ان کی چراگاہیں مختلف ہوں۔ ان میں سے ایک کا مقدار نصاب حصہ ہونے کی صورت میں اور دوسرے کا حصہ بقدرِ نصاب نہ ہونے کی شکل میں جس شخص کا مقدار نصاب ہوگا اسی پر زکوٰۃ کا بھی وجوب ہوگا دوسرے پر نہیں ان دو شریکوں کے اندر اگر ایک شریک ایسا ہو جس کے اوپر زکوٰۃ کا وجوب ہوتا ہو اور دوسرے شریک پر نہ ہوتا ہو تو اس پر زکوٰۃ کا وجوب ہو سکتا ہو اس کا حصہ مقدارِ نصاب ہونے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

کوئی شخص اسی لوگوں کے ہمراہ اس طریقہ سے شرکت کرے کہ ہر بکری آدھی تو اس کی ہو اور آدھی دوسرے آدمی کی اس طرح اس کی بکریوں کی مجموعی تعداد چالیس ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کے اندر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اسی طرح کسی شخص نے ساٹھ گایوں، بیلوں میں شرکت کی تو یہی حکم نافذ ہوگا (سراج الوہاج)۔

مشترک مال کی زکوٰۃ جو دونوں شریکوں کے مال سے لی جائے گی تو اپنے اپنے حصہ کے بقدر دونوں شریک آپس میں مال کا ردّ و بدل کرلیں گے۔ لہٰذا اگر اکسٹھ اونٹوں میں دو شریک ہوں، ایک شخص کے اونٹ چھتیس اور دوسرے شخص کے اونٹوں کی تعداد پچیس ہو، اور زکوٰۃ وصول کرنے والے نے ان سے ایک پانچ سال کی عمر والی اور ایک ایسی اونٹنی جس کی عمر تین سال تھی بمدِ زکوٰۃ لے لیں تو جس شریک کے پاس مقدارِ حصہ سے زیادہ بطورِ زکوٰۃ گیا ہوگا وہ زائد مقدار اپنے دوسرے شریک سے وصول کرے گا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص چرنے والے جانور رکھتا ہو پھر زکوٰۃ کی وصول یابی پر مقرر شخص آ کر اس سے زکوٰۃ وصول کرے۔ وہ شخص کہنے لگے کہ میں ان جانوروں کا مالک نہیں تو اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا جبکہ وہ یہ بات بقسم کہے (شرح طحاوی)۔

اگر خلیفۂ وقت نے زکوٰۃ طلب کی اور اس مالکِ نصاب شخص نے زکوٰۃ ادا نہ کی یہاں تک کہ یہ مال تلف ہو گیا تو درست قول کے مطابق اس شخص پر زکوٰۃ کا ضمان نہیں آئے گا۔ عام فقہاء اسی قول پر فتویٰ دیتے ہیں (تبیین)۔

خوارج[1] نے لوگوں سے خراج اور چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ وصول کرلی ہو تو حاکم کو لوگوں سے مکرر وصول کرنے کا حق نہیں۔ تحفہ میں لکھا ہے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ کے اندر اونٹنیوں ہی کا بمدِ زکوٰۃ دینا واجب قرار دیا گیا ہے، اونٹوں کا دینا درست نہیں ہے، البتہ اونٹ کی قیمت دے دی جائے تو درست ہے (تاتارخانیہ)۔

بکریوں کے اندر نر اور مادہ دونوں کو بمدِ زکوٰۃ لیا جائے گا۔ اس لیے کہ لفظ شاۃ بکرے اور بکری دونوں کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ بخلاف اونٹ کی زکوٰۃ کے اندر نام مخصوص اور متعین ہیں جیسے بنت مخاض یعنی وہ اونٹنی جسے دوسرا سال لگ چکا ہو اور بنت لبون یعنی ایسی اونٹنی جس کو تیسرا سال لگ چکا ہو۔ یہ الفاظ نر کے واسطے استعمال نہیں کیے جاتے (سراج الوہاج)۔

---

[1] امام اور خلیفۂ وقت سے بغاوت کرنے والے ۱۲۔

سے منقول ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کا وجوب نصاب کے اندر ہوگا۔ زکوٰۃ کا وجوب اس زیادتی پر نہ ہوگا جو معاف قرار دی گئی ہے۔ اگر وہ نصاب سے زائد مال ختم ہو جائے اور فقط مالِ نصاب باقی رہے تو واجب شدہ زکوٰۃ جوں کی توں رہے گی اس لیے کہ نصاب کے بعد کا اضافہ نصاب ہی کے تابع قرار دیا جاتا ہے اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مال کا کچھ حصہ تلف ہو گیا ہو تو تلف شدہ مالِ نصاب سے زائد کا نقصان قرار دیں گے۔ اگر نقصان اُس زائد مال سے بڑھا ہوا ہو گا تو پھر نصاب کے اخیر حصہ کا نقصان سمجھیں گے۔ اسی طریقہ سے نصاب کے اخیر تک حساب[۵] ہوگا۔ اگر وجوبِ زکوٰۃ کے بعد مال تلف ہو جائے تو وجوبِ زکوٰۃ باقی نہ رہے گا۔ اور اگر مال کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے تو باقی ماندہ مال کے بقدر زکوٰۃ کا وجوب ہو گا (ہدایہ)۔

کسی شخص نے مالِ نصاب عمداً خود ضائع کیا ہو تو زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم نہ ہوگا (سراجیہ)۔

تمام فقہاء کے نزدیک ایک مالِ تجارت دوسرے مال سے تبدیل کر لینا مال کا تلف کر دینا نہیں قرار دیا جاتا۔ چاہے یہ تبادلہ کی شکل ایک جنس کی چیزوں میں ہو یا مختلف جنسوں کی چیزوں میں۔ ہاں اگر اس تبادلہ کے اندر اتنا مال ترک کر دیا جتنی مقدار میں لوگوں کو دھوکہ نہ ہوتا ہو تو اس شکل کے اندر ترک کردہ مال کی زکوٰۃ کا ذمہ دار ہوگا۔ کوئی شخص مالِ نصاب پورا ہونے کے بعد بطور قرض کسی کو دے تو اسے مال کا تلف کر دینا قرار نہ دیں گے۔ چاہے یہ مال قرضدار کے پاس ڈوب ہی کیوں نہ گیا ہو اور ایک کوڑی بھی نہ ملی ہو۔ (بحر الرائق)۔

چرنے والے جانور اگر دانہ پانی نہ دینے کی بنا پر ہلاک ہو گئے تو یہ درحقیقت خود ہلاک کر دینا ہے۔ اس شکل میں وہ زکوٰۃ کا ذمہ دار ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس صورت میں زکوٰۃ کا ضامن نہ ہوگا۔ اگر پورا سال گذرنے کے بعد کوئی شخص اپنا مالِ نصاب بلا کسی عوض کے اپنی ملکیت سے نکال دے۔ جیسے ہبہ کر دینے یا ایسی شے کے بدلہ میں نکال دے جو مال میں شمار نہ ہوتی ہو جیسے مہر میں دے دے یا ایسی شئے کے بدلے میں دیدے جو زکوٰۃ کا مال نہ ہو مثلاً ذاتی خدمت کی خاطر غلام تو ان تمام شکلوں میں اس کا حکم مال کو ہلاک کرنے والے کا سا ہوگا۔ اور بقدر وجوب زکوٰۃ ضمان لازم آئے گا چاہے وہ بدلہ کے اندر آئی ہوئی چیز اس کے پاس رہی ہو یا نہ رہی ہو۔ فیصلۂ قاضی کی بنا پر ہبہ سے رجوع کر کے اس پر قبضہ کر لینے کی صورت میں ضمانت باقی نہ رہے گی ایسے ہی بلا فیصلۂ قاضی رجوع کرنے کی شکل میں بھی زیادہ صحیح قول کے موافق حکم یہی رہے گا (زاہدی)۔

بنی تغلب قبیلہ کے چرنے والے جانوروں پر مسلمانوں کے جانوروں کے مقابلہ میں دوگنی زکوٰۃ لیں گے۔ ان کے فقیروں اور غلاموں پر زکوٰۃ تو نہیں مگر ان سے جزیہ لیں گے (سرخسی)۔ بنی تغلب کے بچوں کے جو چرنے والے جانور ہوں گے ان پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اور مردوں کے بقدر ان کی عورتوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی (ہدایہ)

کتاب میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے اندر اکٹھے نصاب کو علیحدہ علیحدہ نہ کرنا چاہیئے اور جو نصاب علیحدہ علیحدہ ہو اُسے اکٹھا نہ کریں (فتاویٰ قاضی خان)۔ مثلاً اگر ایک شخص اسّی بکریاں رکھتا ہو تو ان میں قاعدہ کے مطابق ایک بکری کا وجوب ہوگا اس کا حساب اس طرح نہیں کیا جائے گا کہ دو شخصوں کے پاس ہونے کی صورت میں دو بکریاں بمد زکوٰۃ دی جائیں۔ ایسے ہی

---

۵ مثلاً کسی شخص کے پاس دو سو چالیس دراہم ہوں۔ ان میں سے پینتیس ۳۵ درہم ہلاک ہو جائیں تو یہ نقصان انہی زائد از نصاب چالیس دراہم کا شمار ہوگا۔ اگر پچاس درہم ضائع ہو جائیں تو نقصان مالِ نصاب سے زائد چالیس درہموں کے منہا کرنے کے بعد شمار کیا جائے گا۔ یعنی یہ کہا جائے گا کہ مالِ نصاب میں سے فقط دس درہم ضائع ہوئے۔

کے حکم ہی میں شمار کریں گے۔ اور اگر وہی چیز دی گئی تو اس کا حکم باندی کا سا ہوگا۔ اگر گھر کا مالک، مکان کرایہ دار کو دے لیکن اس نے اجرت پر قبضہ نہ کیا ہو تو اس وقت مسئلہ کی شکل میں تبدیلی ہوجائے گی۔ کرایہ دار کا حکم گھر کے مالک کا سا ہوجائے گا اور گھر کے مالک کا حکم کرایہ دار کا سا ہوجائے گا (محیط سرخسی)۔

کوئی شخص ایسا تجارتی غلام خریدے جس کی قیمت دو سو درہم ہو اور دو سو درہم ادا بھی کردے لیکن اس نے غلام پر قبضہ نہ کیا ہو یہاں تک کہ اسی طریقہ سے سال گذر جائے اور اس غلام کی موت واقع ہوگئی تو بیچنے والا دو سو درہم کی زکوٰۃ ادا کرے گا اور خریدار پر بھی اتنے ہی مال کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ اور غلام کی قیمت اگر سو درہم ہو تو اس صورت میں غلام بیچنے والے ہی پر دو سو درہم کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا اور خریدنے والے پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی (فتاویٰ قاضیخان)

کوئی شخص ایک غلام ذاتی خدمت کی خاطر خریدے اور قیمت ادا کردے۔ پھر پورا سال گذر جانے پر کسی عیب کے سبب عدالت یا آپس کی رضامندی سے لسے لوٹا دے تو وہ اس کی قیمت کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اگر غلام مالِ تجارت کے بدلہ فروخت کیا اور پورا سال گذر جانے کے بعد کسی عیب کی بناء پر حکم (فیصلہ) قاضی سے وہ اس کو لوٹا دیا گیا تو اب فروخت کرنے والے پر غلام اور مال کی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا اور خریدنے والے پر بھی سامان کی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اور بلا قاضی کے حکم کے لوٹایا گیا ہو تو فروخت کرنے والے پر مال کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا کیونکہ گویا یہ خرید و فروخت کا معاملہ نئے سرے سے ہوا ہے۔ اگر اس غلام سے خدمت لینے کا قصد کرلیا ہو تو مال کی زکوٰۃ کا ضمان لازم آئے گا۔ اس لیے کہ اس نے غلام کی تاجرانہ شکل عمداً ختم کی (کافی)

کسی شخص کو مال کی زکوٰۃ ادا کرنے میں دیر ہوگئی اور وہ اس عرصہ میں بیمار ہوگیا تو وارثوں سے چھپ کر زکوٰۃ ادا کردینی چاہیئے۔ اگر اس شخص کے پاس اس وقت زکوٰۃ ادا کرنے کے واسطے مال موجود نہ ہو اور اس کو گمانِ غالب یہ ہو کہ وہ کچھ مال بطورِ قرض لے کر زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد یہ قرض سعی کرکے ادا کرسکتا ہے تو افضل صورت یہی کہ اس کو زکوٰۃ ادا کردینی چاہیئے۔ اگر وہ قرض لے کر ادائیگی زکوٰۃ کردے لیکن لسے ادائیگی قرض پر قدرت نہ ہوسکی اور وہ مرگیا تو توقع ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اس شخص کے قرض کی اپنی طرف سے ادائیگی فرمائیں گے۔ اور غالب گمان اگر اسے یہ ہو کہ وہ قرض رقم سے ادائیگی زکوٰۃ کرکے یہ قرض ادا نہ کرسکے گا تو اس صورت میں قرض نہ لینا افضل ہوگا اس لیے کہ قرض دینے والے کا مطالبہ قرض اس کی بہ نسبت بہت شدید ہے (محیط سرخسی)۔

کوئی شخص ایک عورت کے ساتھ ہزار درہم مہر پر نکاح کرلے اور وہ مہر ادا بھی کردے اور لسے اس عورت کے باندی ہونے کا علم نہ ہو، اسی طریقہ سے ایک سال گذر جانے کے بعد اس کو اس کا علم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باندی نے اپنے مالک کی بلا اجازت نکاح کیا ہے۔ باندی نے وہ ہزار روپے خاوند کو واپس کردیئے ہوں تو اس شکل میں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ خاوند و بیوی کسی پر بھی اس رقم کی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اس شکل میں بھی حکم یہی رہے گا جب کہ کوئی شخص کسی کی ڈاڑھی مونڈ دے اور قاضی اس شخص پر جس نے ڈاڑھی مونڈی ہو دیت (تاوان) لازم کردے اور مونڈنے والا دوسرے شخص کو دیت دیدے۔ پھر اس کے اوپر ایک برس گذر جائے اس دوران میں اس کے ڈاڑھی نکل آئے اور وہ آدمی مونڈنے والے شخص کو دیت (تاوان) واپس کردے تو ان دونوں میں کسی پر بھی اس سرمایہ کی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر کوئی آدمی یہ مانتا ہو کہ فلاں آدمی کے ایک ہزار روپے کا میں مقروض ہوں، پھر اس نے وہ رقم اسے ادا کردی۔ اس کے بعد سال پورا ہونے کے بعد ان دونوں کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ دوسرا شخص ہزار روپے کا مقروض نہیں تھا تو اب ان دونوں میں سے کسی پر بھی اس رقم کی زکوٰۃ

احناف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ، کفاروں، صدقۂ فطر، عشر و نذر کے اندر قیمت دے دی جائے تو یہ بھی درست ہے (ہدایہ)۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے تین موٹی تازی بکریاں چار متوسط درجہ کی بکریوں کی قیمت میں دے دیں یا دوسرے سال والی اونٹنی کی قیمت میں تیسرے سال والی اونٹنی کا کچھ حصہ دے دیا تو درست ہے (فتح القدیر) کوئی شخص اپنے پاس دو سو قفیز گیہوں رکھتا ہو جو دو سو درہم کی قیمت کے ہوتے ہوں تو مالک مختار ہے چاہے پانچ قفیز گیہوں دے خواہ ان کی قیمت (شرح طحاوی)۔

صدقہ کی وصول یابی پر مقرر شخص کے سامنے چرنے والے جانور بیچے ہوں تو صدقہ وصول کرنے والا مختار ہے خواہ جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی اس کے موافق قیمت وصول کرلے، اس شکل میں تمام جانوروں کی فروختگی درست ہوگی اور چاہے تو بمد زکوٰۃ جانوران بکے ہوئے جانوروں میں سے نکال لے۔ اس صورت میں جتنے جانور بمد زکوٰۃ لیئے گئے ان کی فروختگی کا معاملہ ختم قرار دیا جائے اور بقیہ جانوروں کی فروختگی درست ہوگی۔ اگر بیچتے وقت صدقہ لینے والا شخص حاضر نہ ہوا و فروخت کرنے کی مجلس کے ختم پر وہ آئے تو اب اس کو خریدنے والے سے کچھ لینا درست نہیں، اب اس کو بیچنے والے سے مقدار زکوٰۃ قیمت لینے کا حق ہے۔ کوئی شخص ایسا غلہ فروخت کرے جس میں عشر کا وجوب ہوگیا تھا تو اس صورت میں صدقہ وصول کرنے والا مختار ہے خواہ بیچنے والے سے وصول کرے خواہ خریدنے والے سے۔ چاہے مجلس خرید و فروخت کے ختم پر حاضر ہوا ہو یا ختم ہونے سے (بحر الرائق، شرح طحاوی)۔

کوئی شخص تین برس کے واسطے اپنی زمین کرایہ پر دے دے اور کرایہ کے تین سو ۳۰۰ درہم سالانہ مقرر ہوں تو آٹھ مہینے گذرنے پر دو سو ۲۰۰ درہم اس کی ملکیت قرار دیئے جائیں گے اور اس کی سالانہ زکوٰۃ کی ابتداء ہو جائے گی۔ پھر پورا سال گذرنے پر اس کو پانچ سو ۵۰۰ درہم کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ پھر دوسرا سال مکمل ہونے پر اسے آٹھ سو ۸۰۰ درہم کی زکوٰۃ دینی ہوگی لیکن پانچ سو درہم پر واجب شدہ زکوٰۃ جو اس نے ادا کردی ہے وہ کم ہو جائے گی، کوئی شخص ایک ہزار درہم اپنے پاس رکھتا ہو اور اس کے علاوہ دوسرا مال اس کے پاس موجود نہ ہو اور وہ اس پیسہ سے ایک گھر دس سال کے واسطے کرایہ پر لیلے اور ہر برس کا کرایہ مکان سو درہم قرار پائے اور وہ تمام درہم مکان کے مالک کو دے ڈالے لیکن اس نے مکان میں قیام نہ کیا ہو بلکہ اس پر مالک ہی کا قبضہ رہا ہو یہاں تک کہ ایک سال گذر جائے تو اس صورت میں مکان کے مالک کو اول سال کی نو سو درہم کی زکوٰۃ نکالنی ہوگی اور دوسرے برس وہ آٹھ سو درہم کی زکوٰۃ نکالے گا، لیکن پہلے برس کی سو درہم کی زکوٰۃ اس میں سے وضع کرلی جائے گی۔ اسی طریقہ سے ہر برس زکوٰۃ میں سے سو ۱۰۰ درہموں کی کمی ہوتی جائیگی۔ اور گذرے ہوتے برسوں کی زکوٰۃ کی مقدار کم ہوتی جائے گی۔

مستاجر (کرایہ دار) پر پہلے اور دوسرے سال میں زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا کیونکہ اول سال کے اندر نصاب پورا نہیں ہوا اور دوسرے سال کے اندر بھی مکمل نہ ہوا۔ تیسرے برس تین سو درہموں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اس کے بعد ہر برس سو درہم کی زیادتی ہوتی جائے گی۔ البتہ گذرے ہوئے برسوں کی زکوٰۃ اس کے ذمہ باقی نہ رہے گی۔

کوئی شخص ایک گھر ایک ایسی باندی کے بدلہ جو بغرض تجارت ہو کرایہ پر دیدے اور باندی ہزار درہم کی ہو، اور مسئلہ کی تمام شکلیں وہی ہوں جن کا اوپر ذکر ہو چکا تو اب اس گھر کے مالک پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ کیونکہ باندی کی ملکیت میں کرایہ دار بھی دخیل ہوگیا اور مال میں دوسرے کا دخیل و حقدار ہونا ہی بمنزلہ مال کے تلف ہونے کے ہے کیونکہ کرایہ دار پر اسی طریقہ سے زکوٰۃ کا وجوب ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا۔

اگر بطور اجرت کوئی غیر متعین کیلی یا وزنی شے طے پائی اور اس کی قیمت کے اندر کوئی اور چیز دیدی جائے تو اسے درہم

عدالت کی بنا پر ہوئی ہو تو عیب دار غلام کے مالک پر اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر قیمتی غلام کو خرید نے کے آدھے سال بعد کوئی عیب نظر آئے جس کی وجہ سے اس کی قیمت کے اندر دو سو دراہم کی کمی واقع ہوا اور دوسرا غلام بے عیب ہو پھر دونوں غلاموں کے مالک آپس کی رضامندی یا فیصلۂ عدالت کے تحت ایک دوسرے کو واپس کر لیں تو واپس کرنے والے پر اپنے واپس لیئے ہوئے غلام کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ اور جسے واپس کیا گیا اس پر اس کے اس غلام کی زکوٰۃ واجب ہوگی جس کے عیب کی بنا پر یہ لوٹ پھیر کی گئی ہے (کافی)۔

دو آدمی اپنے سرمایہ کی ساری زکوٰۃ کسی کے سپرد کر دیں تاکہ وہ ان کی طرف سے زکوٰۃ کے حقداروں میں اسے بانٹ[1] دے اور وہ شخص دونوں کا مال ملا کر پھر مستحقین کو دے تو یہ وکیل زکوٰۃ کا مال حوالہ کرنے والوں کی زکوٰۃ کا ذمہ دار ہوگا کیونکہ یہ تقسیم کردہ صدقہ اس وکیل ہی کی طرف سے شمار کیا جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص اپنی ہتھیلی پر مالِ زکوٰۃ رکھ لے اور محتاج لوگ اسے لوٹ لیں تو ادائیگی زکوٰۃ ہو جائے گی۔ اور زکوٰۃ کی کچھ رقم مالک کے ہاتھ سے گر گئی اور کسی مستحق نے اٹھالی تو درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس پر مالک بھی رضامند ہو اور رقم فقیر کے پاس باقی بھی ہو اور زکوٰۃ دینے والے کو اس زکوٰۃ کے مال کی پہچان بھی ہو (خلاصہ)۔

چوتھا باب

جو لوگ (تاجر) عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذریں

عاشر اس کو کہتے ہیں جس کو وقت کے حاکم نے راستہ پر صدقہ وصول کرنے کے واسطے متعین کیا ہو اور اس بنا پر بھی کہ تاجروں کو چوروں کا اندیشہ نہ رہے۔ عشر وصول کرنے والا تاجر حضرات سے جیسے ظاہری مالوں کی زکوٰۃ وصول کرتا ہے ایسے ہی باطنی[1] مالوں کی بھی زکوٰۃ وصول کرے گا (کافی)۔

عشر وصول کرنے پر.... آزاد مسلمان کا تقرر ہونا چاہیئے (یہ بحرالرائق میں غایہ سے منقول ہے)۔ عاشر کے پاس جو مسلمان تاجر تجارت کا مال لے کر گذرے گا تو عاشر کو زکوٰۃ کی شرطوں کے موافق مال کا چالیسواں حصہ تاجر سے لینا چاہیئے شرائط یہ ہیں کہ نصاب کامل ہو اور اس پر پورا سال گذر گیا ہو اور وصول کیئے ہوئے روپے کو بمدِ زکوٰۃ ہی صرف کیا جائے۔ عاشر کے پاس سے کسی ذمی کا گذر ہو تو اس سے بیسواں حصہ لینا چاہیئے اور یہ مال بمدِ خراج و جزیہ شمار کرنا چاہیئے لیکن ذمی بیسویں حصہ کی ادائیگی کے باوجود جزیہ کی اس برس کی مقررہ سالانہ رقم سے بری نہ ہوگا۔ ذمی سے ایک سال میں دو مرتبہ نہ لے (سراج الوہاج)۔

دو سو درہم سے کم مال لے کر گذرنے والے سے کچھ نہ لیا جائے چاہے وہ گذرنے والا مسلمان ہو یا ذمی یا حربی۔ چاہے عشر لینے والے اس کے پاس گھر پر اور مال ہونے کا علم ہو یا نہ ہو (محیط سرخسی)۔

کوئی آدمی عشر وصول کرنے والے کے پاس سے مال لے کر گذرے اور یہ کہے کہ ابھی اس مال کو ایک برس نہیں گذرا

---

[1] یعنی تاجر کے پاس پوشیدہ مال جس سے عام طور پر لوگ واقف نہیں ہوتے ۱۲۔

کا وجوب نہ ہوگا۔ کوئی شخص دوسرے آدمی کو بطور ہبہ ایک ہزار روپے دیدے۔ پھر ایک سال پورا ہونے کے بعد قاضی کے حکم کی بنا پر یا بلا حکم قاضی اپنے آپ وہ ہبہ لوٹا لے اور ہزار روپے کی رقم واپس لے لی ہو تو اس شکل میں بھی ان دونوں میں سے کسی کے اوپر بھی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کسی آدمی کو دو سو درہم کی زکوٰۃ کا وجوب ہوا ہو۔ اسی دوران وہ شخص ان دو سو میں سے پانچ درہم نکال لے۔ پھر وہ پانچ درہم تلف ہو جائیں، تو اس پر کامل دو سو درہم کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ اگر مالک مال نے پانچ درہم بغرض زکوٰۃ نکالے پھر وہ مرگیا تو یہ پانچ درہم اس کے ترکہ میں شمار ہو کر وارثین میں بٹ جائیں گے (تاتارخانیہ بحوالہ ظہیریہ)۔

کوئی شخص کسی عورت سے عقد کرے اور چالیس چرنے والی بکریاں مہر قرار دی جائیں اور اس شخص نے بکریوں پر اس کا قبضہ بھی کرا دیا ہو۔ اس کے اوپر ایک برس گذر جائے لیکن ابھی تک وہ شخص دخول (ہمبستری) کا موقعہ نہ پا سکا تھا کہ اس سے قبل ہی وہ شخص اپنی اہلیہ کو طلاق دے دے تو مہر کی جن آدھی بکریوں کا یہ شخص مالک رہے گا اس پر ان کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں فصل مالِ تجارت)۔

ایک آدمی پر زکوٰۃ کا وجوب ہو چکا ہو لیکن وہ ادا نہ کرے تو فقیر کو بلا اس کی اجازت کے اس کے مال میں سے لینا درست نہ ہوگا۔ اگر ضرورت مند شخص اس طریقہ سے مال لے لے تو مالک کو اس بات کا حق ہے کہ اگر وہ مال اس کے پاس باقی ہو تو اس سے لے لے اور اگر باقی نہ رہا ہو تو فقیر پر اس کا ضمان لازم آئے گا (تاتارخانیہ)۔

خلیفۂ وقت نے چنگی یا خراج کے طور پر کچھ رقم لی اور مال دینے والے نے دیتے ہوئے ادائیگی زکوٰۃ کی نیت کر لی ہو تو زکوٰۃ کے ادا ہونے میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ درست قول کے مطابق اس شکل میں اس کے ذمہ سے زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا جیسے کہ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں (مضمرات)۔

جو شئے بطور تبادلہ لی گئی ہو اس پر اس شئے کے معاوضہ میں دینے والی چیز کا سا حکم ہوگا مثلاً دو آدمی ایک غلام دوسرے غلام سے بدلیں اور کسی شئے کی نیت نہ ہو۔ اس شکل میں دونوں غلام بغرضِ تجارت ہوں تو اس وقت دونوں غلام تجارتی ہی سمجھے جائیں گے۔ اور یہ غلام خدمت کے واسطے ہونے کی صورت میں اب بھی ان کی حیثیت خدمت گاری کی رہے گی۔ ان دونوں میں اگر ایک غلام بغرضِ تجارت ہو اور دوسرا خدمت کے واسطے تو تجارتی غلام کے عوض جو غلام آیا ہوگا وہ تجارتی ہی تصور کیا جائے گا اور جو غلام اس غلام کے بدلہ میں آیا ہو جو خدمت کے واسطے آیا ہوگا وہ خدمتگار ہی قرار دیا جائے گا۔ دو شخص اگر سال کے بیچ میں ایک غلام دوسرے غلام سے بدلیں اور دونوں بغرض تجارت ہوں ایک غلام ہزار درہم کی قیمت کا ہو اور دوسرے کی قیمت دو سو درہم ہو اور سال دونوں کا مکمل ہو چکا ہو لیکن اتفاقاً کم قیمت کے غلام کے اندر کوئی ایسا عیب ظاہر ہو گیا ہو جس کی بنا پر اس کی قیمت سو ہی درہم رہ جائے تو دونوں میں سے کسی کے اوپر بھی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ کیونکہ سال کے اول و آخر میں نصاب کامل نہیں ہے۔ خریدنے کے بعد سال پورا ہونے پر جو شخص ہزار درہم والا قیمتی غلام خرید چکا ہو اس پر اس کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا کیونکہ گویا ایک سال تک ہزار درہم کا وہ مالک رہا ہے۔ البتہ دوسرا آدمی جس کے پاس بطور تبادلہ کم قیمت والا غلام آیا ہو اس پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس کامل نصاب ہی نہیں ہے۔ اگر عیب دار غلام بلا فیصلۂ عدالت واپس ہوا ہو تو واپس کرنے والے پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اگر ایک برس غلام خریدنے کے بعد گذر جائے تو جسے غلام لوٹایا گیا اس پر ہزار درہم کی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا۔ کیونکہ یہ خرید و فروخت کا جدید معاملہ ہے۔ گویا وہ شخص سابقہ مال تلف کر چکا۔ اگر یہ واپسی فیصلۂ

اس مال کے بقدر مقروض ہو تو عشر وصول نہ کریں گے (کافی)۔

کوئی ذمی تجارتی شراب یا خنزیر لیئے ہوئے گذرا ہو اور ان کی قیمت دو سو درہم یا اس سے کچھ زائد تک پہونچتی ہو تو روایت کے ظاہر کے موافق شراب کا تو عشر لیں گے مگر خنزیر کا نہ لیں گے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں (سراج الوہاج) ذمی اگر مردار کا چمڑا لیئے ہوئے عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذرے تو امام محمدؒ اس کے متعلق کسی حکم کا ذکر نہیں فرماتے۔ فقہاء کہتے ہیں کہ عشر وصول کرنے والے کو چاہیئے کہ اس کا عشر لے لے (محیط)۔

حربی شخص سے دسواں حصہ لینا چاہیئے مگر دار الحرب کے لوگ اگر مسلمان تاجروں سے کچھ کم و بیش لیتے ہوں تو یہاں حربی شخص سے بھی اسی کی مقدار وصول کرنا چاہیئے۔ اگر ان کا معمول دار الاسلام کے تاجروں سے کچھ نہ لینے کا ہو تو ہم کو بھی چاہیئے کہ کچھ نہ لیں۔ اور اگر وہ کل مال لینے پر عمل پیرا ہوں تو حربی کا بھی کل مال لے لیا جائے۔ فقط اتنی رقم اس کے پاس چھوڑ دی جائے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنے علاقہ تک پہونچ سکے۔ اہل حرب کے مکاتب اور بچوں سے کچھ وصول نہ کیا جائے گا، فقط اس وقت ان دونوں سے وصول کریں گے جبکہ وہ ہمارے بچوں اور مکاتبوں سے بھی لیں (محیط سرخسی)۔

حربی کا کوئی قول تصدیق کے لائق نہیں البتہ اگر وہ یہ دعوی کرے کہ یہ غلام میری اولاد اور باندیاں میری ام ولد ہیں اس صورت میں اس کے دعوی کو درست تسلیم کریں گے اور وہ باندی و غلام باقی نہ رہیں گے کیونکہ نسب اور مادریت کے اندر اس کا دعویٰ ماننے کے قابل ہے۔ ہاں اگر وہ یہ دعوی کرے کہ یہ غلام اور باندیاں میرے مدبر ہیں تو اس کو نہیں مانیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ شرعاً کوئی حربی کسی کو مدبر نہیں بنا سکتا۔ حربی شخص عشر وصول کرنے والے کے پاس سے پچاس درہم لیئے ہوئے گذرا تو اس سے کچھ وصول نہ کیا جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ اتنے مال پر دار الحرب میں بھی دار الاسلام کے تاجروں سے کوئی محصول نہ لیا جاتا ہو، اگر اس کا علم نہیں کہ دار الاسلام کے تاجروں سے وہ کچھ لیا کرتے ہیں یا لینے کا معمول نہیں یا کتنی مقدار وصول کرتے ہیں تو عاشر ان سے عشر وصول کرے گا (سراج الوہاج)۔ حربی شخص جس کا قیام ایک سال سے دار الاسلام میں ہو اور وہ عشر لینے والے کے پاس سے بہت سی دفعہ گذرا ہو تو عشر وصول کرنے والا فقط ایک مرتبہ اس سے عشر وصول کرے گا دو مرتبہ نہیں۔ البتہ اگر حربی دار الاسلام سے دار الحرب ایک مرتبہ گیا ہو اور اسی دن وہاں سے واپس ہوا تب بھی عشر وصول کرنے والا اس سے عشر وصول کرے (ہدایہ)۔

کوئی حربی عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذر کر دار الحرب پہونچ جائے اور عشر وصول کرنے والے کو اس گذرنے کا علم نہ ہوا ہو تو اس شکل میں اس کے پھر دار الاسلام میں آنے پر اس سے پہلا عشر نہیں لیں گے (تبیین)۔ البتہ اگر کوئی مسلمان یا ذمی عشر وصول کرنے والے کے پاس سے اس کی لاعلمی میں گذر گیا تو ان سے بعد میں بھی عشر لیں گے۔ (محیط سرخسی، سراج الوہاج)۔

کوئی آدمی عشر وصول کرنے والے کے پاس ایسی چالیس بکریوں کا گلہ لیئے ہوئے گذرا جن پر دو برس گذر چکے تھے، تو عشر وصول کرنے والے کو اس سے پہلے سال کی زکوٰۃ لینی درست ہے مگر دوسرے برس کی زکوٰۃ وصول نہ کرے (سراج الوہاج)۔

قبیلۂ بنی تغلب کے افراد سے آدھا عشر وصول کیا جائے گا۔ اور ان سے جو کچھ بھی لیا جاتا ہے وہ جزیہ کا عوض ہے۔ لہذا قبیلۂ بنی تغلب کی عورت یا کوئی لڑکا مال لیئے ہوئے عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذرے تو لڑکے سے کچھ نہ لیا جائے گا اور عورت سے مرد کے بقدر لیں گے (سراج الوہاج)۔

کوئی شخص خوارج کے متعین کیئے ہوئے عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذرے اور وہ عشر وصول کرنے والا اس سے عشر وصول کرے پھر عام مسلمانوں کے مقررہ کیئے ہوئے عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذرے، تو اس سے از سر نو عشر لیں گے۔ ہاں اگر کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں خوارج ہی برسر اقتدار ہوں اور وہ اس جگہ کے لوگوں سے چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ وصول کر لیں تو اس کے بعد کچھ واجب نہ رہے گا (کافی)۔

اور اس جنس کا کوئی اس قسم کا مال موجود نہ ہو جس کے اوپر ایک برس گذر چکا ہو۔ یا وہ یہ کہے کہ میں کچھ لوگوں کا مقروض ہوں یا یہ کہے کہ سفر کی ابتدا سے قبل کے مہینہ میں اس مال کی زکوٰۃ میں ادا کر چکا ہوں یا دوسرے عشر وصول کرنے والے کو دے چکا ہوں جبکہ اس برس اس سے قبل دوسرا عشر وصول کرنے والا مقرر رہا ہو اور وہ شخص ادائیگی زکوٰۃ پر قسم کھالے تو اس کا قول مانا جائے گا۔

جامع صغیر کے اندر دوسرے عشر وصول کرنے والے کی سند دکھانے کی شرط کا ذکر نہیں۔ زیادہ درست یہی قول ہے البتہ اس برس دوسرا عشر وصول کرنے والا نہ ہو تو اس کے قول کو درست تسلیم نہ کریں گے۔ ایسے ہی اگر وہ سفر کے درمیان ادائیگی زکوٰۃ کا دعویٰ کرے تو اس کی اس بات کو تسلیم نہ کریں گے (کافی)۔

اگر دوسرے عاشر کو زکوٰۃ ادا کرنے کی وہ شخص ایسی سند دکھائے جس میں اُس عشر وصول کرنے والے کے بجائے دوسرے کا نام ہو تو روایت کے ظاہر کے مطابق بقسم اس کے قول کو مانیں گے اس لیے کہ اس بارے میں سند شرط نہیں ہے (بدائع)۔ ایک شخص بقسم یہ کہے کہ وہ دوسرے عشر وصول کرنے والے کو زکوٰۃ ادا کر چکا ہے اور پھر چند برس بعد اس کا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو جتنی زکوٰۃ اس پر واجب ہوئی ہوگی وہ وصول کریں گے (یہ تاتارخانیہ میں جامع الجوامع سے منقول ہے)۔ مسلمان کی بات جس معاملہ کے اندر مانی جاتی ہے ذمی کی بھی مانی جائے گی (کنز)۔

مگر کسی موقعہ پر حکم اس کے خلاف بھی ہوتا ہے اس واسطے کہ ذمی سے جو کچھ وصول کیا جائے گا اس کا شمار جزیہ میں ہوگا۔ جزیہ کے بارے میں اگر اس کا کہنا یہ ہو کہ وہ فقیروں کو ادا کر چکا ہے تو اس کی بات قابل تسلیم نہ ہوگی کیونکہ جزیہ ذمی فقیروں پر صرف کر دینا درست نہیں اور مسلمانوں کی مصالح کے موافق اسے صرف کر دینے کا حق حاصل نہیں۔

چرنے والے جانوروں کے بارے میں یہ کہے کہ وہ ان کی زکوٰۃ شہر کے اندر فقیروں کو ادا کر چکا تو اس کے قول کو تسلیم نہ کریں گے بلکہ از سر نو زکوٰۃ لیں گے چاہے حاکم کو اس کا بھی علم کیوں نہ ہو کہ وہ واقعتاً زکوٰۃ ادا کر چکا ہے۔ اس شکل میں دوسری مرتبہ کی ادائیگی کا شمار زکوٰۃ میں ہوگا اور پہلی کا خیرات میں، درست قول یہی ہے (تبیین)۔

جامع ابی الیسر میں لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ کی ادائیگی اگر حاکم نے درست قرار دے دی تو اس کے اندر مضائقہ نہ ہوگا کیونکہ حاکم کے لیے درست ہے کہ ابتدا ہی میں اپنے مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی خود فقیروں کو دے کر کر دینے کی اجازت دیدے۔ اسی طریقہ سے حاکم کو بعد میں بھی اس زکوٰۃ کی ادائیگی درست قرار دینے کا اختیار ہے (بحرالرائق)۔

کوئی شخص چرنے والے جانوروں یا کچھ نقد رقم کے ساتھ عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذرے اور وہ یہ کہے کہ میں اس مال کا مالک نہیں ہوں تو اس کے قول کو درست قرار دیا جائے گا (سراج الوہاج)۔

ایک آدمی کچھ سامان کے ساتھ عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذرتے ہوئے کہے کہ یہ سامان بغرض تجارت نہیں تو اس بارے میں اسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا (شرح طحاوی)۔

کوئی شخص دو سو درہم لیئے ہوئے گذرے اور وہ درہم شرکت کے ہوں یا وہ مال مضاربت کا ہو تو عشر وصول نہ کریں گے البتہ اس مال کے اندر اگر مقدار نصاب نفع اسے حاصل ہو تو اس سے عشر وصول کریں گے۔ اس لیئے کہ وہ نفع کی مقدار کا مال قرار دیا جائے گا (ہدایہ)۔

کوئی ایسا غلام جسے مالک کی جانب سے تجارت کی اجازت ملی ہوئی ہو اپنے آقا کا کچھ مال لیئے ہوئے گذرے تو اس سے عشر وصول نہیں کیا جائے گا۔ وہ مال اسی غلام کا کمایا ہوا ہونے کی شکل میں بھی حکم یہی برقرار رہے گا درست قول یہی ہے۔ اگر غلام کے ہمراہ اس کا مالک بھی ہو تو اس مال کا غلام سے عشر وصول کریں گے۔ البتہ غلام

(قبل از اسلام) کا سمجھیں گے۔ (کافی)۔

جسے دفینہ ملے وہ چاہے مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی تمام کا حکم برابر ہے۔ اور اگر پانے والا امن حاصل کر کے آیا ہوا حربی شخص ہو تو اس کو دفینہ میں سے کچھ بھی حصہ نہ ملے گا۔ مگر وہ باجازتِ حاکم کچھ شرطوں کے ساتھ دفینہ برآمد کرے تو مقرر کردہ شرطوں کے موافق حاکم کو عمل کرنا چاہیئے۔ برآمد کرنے والا اس دفینہ میں سے اپنے واسطے کچھ مقرر کر لے تو وہ حاکم کو دینا پڑے گا (محیط)۔

کسی آدمی کی ذاتی زمین کے اندر کوئی دفینہ نکلے تو فقہاء کا متفقہ قول یہ ہے کہ اس میں بمدِ زکوٰۃ پانچویں حصہ کا وجوب ہوگا۔ بقیہ چار حصوں کے اندر کچھ اختلافِ رائے ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس ملک پر فتح حاصل ہونے کے بعد حاکم کی جانب سے اول وہ زمین جس شخص کو عطا کی گئی ہو یہ بقیہ چار حصّے اسی کے قرار دیئے جائیں گے (شرح طحاوی)۔

فتاویٰ عتابیہ کے اندر لکھا ہوا ہے کہ وہ زمین اول ذمی کو عطا کی گئی ہو تو اسے اس دفینہ پر کسی طرح کا حق واختیار نہیں اگر نہ سب سے پہلے مالک کے متعلق ٹھیک طور پر علم ہوا ور نہ اس زمین کے وارثین کے متعلق علم ہو تو اس صورت میں.... مسلمانوں میں سے جس شخص کے متعلق اس زمین کا سب سے پہلا مالک ہونے کا پتہ چلے تو ان چاروں حصوں کو اسی کے حوالہ کر دیں (تاتارخانیہ)۔ پہلا مسلمان مالک نہ ہونے کی شکل میں مالک کے ورثاء کو چاروں حصے دیئے جائیں۔ (یہ بحرالرائق میں بدائع اور شرح طحاوی سے منقول ہے)۔

اگر ورثاء اور مالک کے متعلق کچھ پتہ نہ چل سکے تو اسے بیت المال کی ملکیت قرار دیں گے (محیط سرخسی)۔ اگر کوئی مسلمان دارالحرب کی ایسی زمین میں جس کا کوئی مالک نہ ہو دفینہ یا کان پالے تو یہ سب اسی کی ملکیت قرار دیں گے اور اس کے اندر بمدِ زکوٰۃ پانچویں حصّہ کا وجوب نہ ہوگا۔ اگر دفینہ یا کان کسی ایسی زمین میں پائے جس کا کوئی مالک ہو، اس صورت میں اگر اہلِ حرب سے باضابطہ اجازت لے کر دارالحرب میں داخل ہوا تھا تو جو کچھ لسے اس زمین سے ملا ہو وہ انہی کو لوٹا دے۔ لیکن اگر اس مال کو دارالاسلام میں لیئے ہوئے پہونچ گیا تو اب اس پائی ہوئی شئے کا مالک تو ہو جائے گا لیکن اس کا استعمال جائز نہ ہوگا، البتہ بیچنا درست ہو جائے گا مگر اس شئے کا خریدنا کسی کے واسطے صحیح نہ ہوگا (شرح طحاوی)۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ مال صدقہ کر دیا جائے (بحرالرائق)۔ البتہ دارالحرب میں بلا امن حاصل کیئے چلا جائے اس کے بعد لسے کوئی شئے دفینہ یا کسی کان سے مل گئی ہو تو یہ اسی کی ملکیت قرار پائے گی اور اس کے اندر بمدِ زکوٰۃ پانچویں حصہ کا وجوب نہ ہوگا۔ اس لیئے کہ یہ مال دارالحرب سے حاصل ہوا ہے (محیط سرخسی)۔

کسی مقام سے بطورِ دفینہ کچھ سامان جیسے ہتھیار، گھریلو سامان کپڑے اور نگینے وغیرہ مل گئے ہوں تو ان کا حکم بھی خزانہ کا سا ہوگا اور زکوٰۃ کے پانچویں حصہ کا وجوب ہوگا (تبیین)۔

دریا سے جو اشیاء ملی ہوں مثلاً عنبر، موتی، مچھلی ان میں زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں و خلاصہ)۔ دریا میں سے سونا و چاندی نکلے تو ان میں بھی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا (تہذیب)۔ فیروزہ (ایک قسم کا پتھر) جو پہاڑوں سے ملا ہو اس میں پانچواں حصہ واجب نہ ہوگا۔ (ہدایہ)۔

عشر وصول کرنے والے کے پاس سے ایسی شئے لیئے ہوئے گذرے کہ جس میں جلدی تبدیلی پیدا ہوجائے اور وہ زیادہ ٹھہر بھی نہ سکتی ہو مثلاً تازہ پھل، ترکاریاں اور تر کھجوریں ودودھ۔ ان چیزوں کی قیمت نصاب کی مقدار کو پہونچ جائے تو اس شکل میں امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان پر عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عشر واجب ہوگا (سراج الوہاج، محیط، کافی)۔ چرنے والے جانور نصاب کی مقدار تک نہ پہونچے ہوں اور کوئی شخص ان کو لے کر عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گذرے درانحالیکہ گھر پر اس کے پاس جانوروں کی اتنی تعداد ہو کہ جنھیں ملانے کے بعد نصاب کامل ہوجائے، تو اس سے صدقہ کی واجب شدہ مقدار وصول کی جائے گی۔ اس لیئے کہ سارا مال اسی کی حمایت وحفاظت کے اندر ہے (سراج الوہاج)۔

پانچواںؐ باب

کانوں، دفینوں اور ان کی زکوٰۃ کا ذکر

کانوں سے نکلنے والی چیزیں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ (۱) آگ سے پگھل جانے والی اشیاء۔ (۲) سیال اور بہنے والی اشیاء۔ (۳) ایسی اشیاء جو نہ پگھلتی ہوں اور جو بہتی بھی نہ ہوں۔ پگھلنے والی اشیاء یہ ہیں۔ سونا۔ چاندی۔ لوہا۔ رانگ۔ تانبا۔ کانسی۔ ان کے اندر پانچویں حصہ کی مقدار زکوٰۃ کا وجوب ہوگا (تہذیب)۔ چاہے ان کا نکالنے والا آزاد شخص ہو یا غلام یا ذمی چاہے لڑکا ہو اور چاہے عورت۔ پانچویں حصہ کی ادائیگی کے بعد باقی نکالنے والے کی ملکیت ہے۔ البتہ اگر حربی اور مستامنؐ بلا اجازت امام برآمد کریں تو اُنھیں کچھ بھی لینے کا حق نہ ہوگا۔ ہاں باجازتِ امام نکالنے کی صورت میں طے کردہ شرط کے موافق مقررہ مقدار مل جائیگی چاہے یہ شئے عشری زمین کے اندر سے برآمد ہوئی ہو یا خراجی سے (محیط سرخسی)۔

کسی دفینہ کی کھوج میں دو آدمیوں نے کوشش کی اور ایک کے دفینہ ہاتھ لگ گیا تو جسے دفینہ ملا ہو وہی شخص اس کا حقدار ہوگا کسی شخص نے کان کھودنے کا ٹھیکہ لے لیا تو جتنی مقدار کان سے نکلے گی وہ اسی کی ملکیت قرار پائے گی (بحر الرائق)۔

سیّال اور بہتی اشیاء مثلاً گندھک، تیل، نمک، پٹرول اور غیر سیّال و نہ پگھلنے والی اشیاء مثلاً چونا، گچ، کوئلہ، جواہر و یاقوت وغیرہ ان چیزوں میں کسی پر بھی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ (تہذیب)۔ پارہ کے اندر پانچواں حصہ بمدّ زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے (محیط)۔ کسی کی اپنی زمین یا مکان میں کوئی کان نکل آئی ہو تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس میں زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (تبیین)۔

کسی آدمی کو دار الاسلام میں ایسے مقام پر دفینہ ملا جس کا کوئی مالک نہ تھا مثلاً جنگل کا علاقہ تو مدفون سکّے اگر اہلِ اسلام کے ہوں جیسے ان سکوں پر کلمۂ شہادت کندہ کیا ہوا موجود ہو تو اس کا حکم پڑی ہوئی شئے پا جانے کا سا ہوگا۔ اور اگر ان سکّوں پر جاہلیت کے زمانہ کی کوئی نشانی ہو جیسے صلیب یا کسی بُت کی تصویر تو اس صورت میں پانچواں حصّہ بمدّ زکوٰۃ نکالا جائے گا اور بقیہ چار حصوں کا مالک پانے والا ہوگا (محیط)۔

اگر سکّہ پر کوئی نشان نہ پایا جاتا ہو اور اس کی تعیین میں شبہ پیدا ہوجائے تو ظاہر مذہب کے موافق یہ دفینہ زمانۂ جاہلیت

ؐ پروانۂ امن حاصل کرکے دار الاسلام میں قیام پذیر حربی شخص ۱۲۔

یعنی ساٹھ صاع کی مقدار تک پہونچی ہو یا نہ پہونچی ہو مگر عشر کا وجوب ہوگا (شرح طحاوی)
السی کے چاہے پیڑ ہوں یا بیج ان میں عشر کا وجوب ہوگا۔ اس لیئے کہ ان اشیاء سے فائدہ اٹھانے کا قصد ہوتا ہے (شرح مجمع)۔ اخروٹ، بادام، زیرہ، دھنیا۔ ان سب میں عشر کا وجوب ہوگا (مضمرات)۔ زمین اگر عشری ہو تو پیداوار شہد پر بھی عشر کا وجوب ہوگا کسی شخص کی زمین پر کوئی درخت ہو اور اس پر ترنجبین جم گئی ہو تو اس پر بھی عشر کا وجوب ہوگا۔ (خزانۃ المفتین)۔ ایسے درختوں سے جمع کیئے گئے پھل جن کا کوئی مالک نہ ہو مثلاً پہاڑی درخت تو ان پر عشر کا وجوب ہوگا (ظہیریہ)۔ زمین کی تابع اشیاء مثلاً کھجور کا پیڑ یا وہ اشیاء جو پیڑوں سے نکلتی ہیں مثلاً رال و گوند و لاکھ وغیرہ ان میں عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ اس لیئے کہ عموماً اس قسم کی اشیاء کا زمین سے حاصل کرنا مطلوب نہیں ہوتا (بحرالرائق)۔
اس قسم کے بیج جو بجز دوا یا کھیتی کے کسی دوسرے کام میں نہ آتے ہوں مثلاً تخم خربوزہ، کلونجی، اجوائن وغیرہ ان میں عشر کا وجوب نہ ہوگا (مضمرات)۔ کپاس، صنوبر، بھنگ، کیلا، بینگن۔ کندر اور انجیر میں عشر کا وجوب نہ ہوگا (خزانۃ المفتین) کسی شخص کے مکان میں پھل دار درخت ہوں تو ان میں عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک)۔ جو زمین چرس اور رہٹ سے سینچی گئی ہو اس میں آدھے عشر کا وجوب ہوگا۔ اور پانی نہر کے ذریعہ دیا گیا ہو اور رہٹ کے ذریعہ بھی تو آدھے برس سے زیادہ جس کے ذریعہ پانی دیا گیا ہو وہی معتبر ہوگا اور دونوں طریقوں سے پانی برابر ہی دیا گیا ہو تو آدھے عشر کا وجوب ہوگا۔ (خزانۃ المفتین)۔
پھلوں کے ظاہر ہونے اور تیاریٔ فصل پر عشر کا وجوب ہوگا (بحرالرائق) کھیتی کے آغاز سے قبل زمین کے عشر کی ادائیگی درست نہیں۔ البتہ بیج بونے اور دانہ جمنے کے بعد ادائیگیٔ عشر درست ہے مگر بیج بونے کے بعد جم جانے سے قبل ادائیگیٔ عشر کی گئی تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ درست نہیں۔ پھل ظاہر ہونے سے قبل ظاہر روایت کے مطابق ادائیگیٔ عشر درست نہیں۔ البتہ پھل لگتے ہی ادائیگیٔ عشر درست ہے (شرح طحاوی)۔
اگر پیداوار مالک کے کسی فعل کے بغیر تباہ ہوگئی تو عشر کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ اور تھوڑا سا نقصان ہونے کی صورت میں بقدرِ نقصان عشر میں کمی ہو جائے گی۔ کسی دوسرے آدمی نے فصل برباد کی ہو تو مالک کو چاہیئے کہ اس آدمی سے ضمان وصول کر کے ادائیگیٔ عشر کر دے۔ اگر مالک نے خود تباہ کیا ہو تو اس پر عشر کا ضمان لازم آئے گا۔ جو بطورِ قرض اس کے ذمہ لازم ہے۔ لیکن اگر وہ شخص مرتد ہوگیا یا اس کے متعلق بلا کسی وصیت کے وہ مرگیا تو یہ قرض اس کے ذمہ سے ساقط قرار دیا جائے گا۔ مگر شرط یہ کہ اس نے قرض کوئی مالیت پاس نہ ہونے کی بناء پر) تلف کر دیا ہو (بحرالرائق)۔ قبیلۂ بنی تغلب کا کوئی شخص کسی عشری زمین کا مالک ہو تو اس سے دوہرا عشر وصول کریں گے۔ بلکہ اگر کسی ذمی نے قبیلۂ بنی تغلب کے شخص سے زمین خرید لی تب بھی دوہرا ہی عشر وصول کیا جائے گا۔
امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ قبیلۂ تغلب کا شخص مسلمان ہوگیا ہو یا اس سے کسی مسلمان نے زمین خرید لی ہو تب بھی اس سے دوہرا عشر لیں گے چاہے ابتداء سے اس زمین کا عشر دوہرا ہو یا بعد میں بڑھایا جائے۔ کوئی مسلمان قبیلۂ بنی تغلب کے کسی شخص کے علاوہ ایک ذمی کو اپنی زمین حوالہ کر دے اور ذمی اس پر قابض ہو جائے تو امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس زمین پر خراج کا وجوب ہوگا۔ البتہ بذریعہ شفعہ کسی مسلمان نے یہ زمین لے لی یا فسادِ بیع کی بناء پر معاملہ ختم ہوگیا اور زمین مسلمان ہی کو واپس کر دی گئی تو اب اس زمین کو عشری قرار دیا جائے گا۔ قبیلۂ بنی تغلب کے مردوں پر جتنے عشر کا وجوب ہوگا اتنے ہی عشر کی مقدار ان کی عورتوں اور بچوں پر بھی واجب ہوگی۔ البتہ مجوسی (آتش پرست) کے گھر پر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا۔ (ہدایہ)۔

چھٹا باب

پھلوں اور کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ

پھلوں اور کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ فرض قرار دی گئی ہے۔ فرضیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ پیداوار ایسی زمین میں ہوئی جس سے واقعتاً نفع حاصل ہوا۔ ایسی زمین جس سے خراج لیا جاتا ہو اس کا حکم جُداگانہ ہے۔ اس لیئے کہ خراج کے وجوب کی وجہ یا تو وہ زمین قرار پائے گی جس سے واقعی نفع حاصل ہوا ہو یا معنوی اعتبار سے یہ فائدہ بخش ہو۔ مثلاً اس زمین سے اس قسم کا فائدہ اُٹھانے پر قدرت تھی مگر اسے استعمال کر کے فائدہ نہیں اٹھایا تو عشر کا وجوب تو نہ ہوگا لیکن خراج دینا لازم ہے۔

آسمانی بلا کی بنا پر کھیتی تباہ ہو جائے تو اس میں زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ کھیتی کی زکوٰۃ کا رکن یہ ہے کہ اس کا کوئی مالک بن جائے۔ اس کے ادا کرنے کی شرط وہی ہوگی جس کا ذکر زکوٰۃ کے شروع میں آچکا۔ اس کے واجب ہونے کی شرطیں دو قسم کی ہیں۔ اول یہ کہ آدمی اس کا اہل ہو یعنی مسلمان ہو۔ وجوب زکوٰۃ کی ابتداء کے واسطے یہ شرط قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہو کہ سوائے مسلمان کے کسی دوسرے پر عشر کا وجوب نہ ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ اس کی فرضیت سے واقفیت ہو۔ عاقل و بالغ ہونا عشر واجب ہونے کی شرطوں میں قرار نہیں دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ دیوانہ شخص اور نابالغ بچہ کی زمین ہو تو اس پر بھی عشر کا وجوب ہوگا کیونکہ عشر گویا دراصل اجرتِ زمین ہے۔ اس واسطے امام زبردستی بھی عشر وصول کر سکتا ہے مگر زبردستی وصول یابی کی شکل میں ادائیگی عشر ہو گئی اور مالک کے ذمّہ سے عشر ساقط ہونے کا حکم ہوگا لیکن عنداللہ وہ عشر اس عشر کے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ کسی پر عشر کا وجوب ہوا اور ادائیگی سے قبل مر گیا لیکن غلہ اس کے پاس ہو تو اس غلہ میں سے عشر لیں گے۔ زکوٰۃ کا حکم عشر جیسا نہیں ہے۔ وجوبِ عشر کے واسطے زمین کا مالک ہونا بھی شرط قرار نہیں دیا گیا۔ لہٰذا زمینِ وقف، مکاتب و اجازت یافتہ غلام کی زمین پر بھی عشر کے واجب ہونے کا حکم ہوگا۔

عشر کے واجب ہونے کی دوسری قسم وجوبِ عشر کے محل و موقعہ کا پایا جانا ہے یعنی زمین عشری ہونی چاہیئے۔ خراجی زمین ہو تو اس کی پیداوار پر عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ شرط یہ بھی قرار دی گئی ہے کہ زمین عشری ہو اور اس میں کھیتی کی گئی ہو اور یہ کھیتی ایسی ہو جس کی بناء پر زمین کی قوتِ پیداوار کو مدد پہونچتی ہو (بحرالرائق)۔

خود بخود اگی ہوئی چیزوں جیسے لکڑی و گھاس، نرکل و جھاؤ کھجور کے پٹھوں پر عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ جس زمین میں ان کی پیداوار ہو تو زمین کو فائدہ کے بجائے نقصان پہونچتا ہے اور زمین کی قوتِ نمو گھٹ کر وہ خراب ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص بید کے درخت لگائے یا گھاس، نرکل اور کھجور کے پٹھوں کی قصداً پیداوار کر کے فائدہ حاصل کیا جائے یا اسی طرح چنار و صنوبر کے درخت لگائے جائیں اور انھیں کاٹ کاٹ کر بیچنے کا قصد ہو تو ان اشیاء کے اندر عشر کا وجوب ہوگا (محیط سرخسی)۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ جس طرح کی کھیتی جس زمین پر کی گئی اور پیداوار حاصل ہوئی ہو مثلاً گیہوں، جو، چنا، چاول ہر قسم کا غلہ، ترکاریاں و سبزیاں، پھل، گنا، خربوزہ، چھوہارے، ککڑی، بینگن، کھیرا، زعفران اور اسی قسم کی اور چیزیں، چاہے ان کے پھل فصل کے اختتام تک باقی رہ سکیں یا نہ رہ سکیں۔ چاہے زیادہ ہوں اور چاہے تھوڑے، ان میں عشر کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خان)۔

چاہے ان تک نہر کے ذریعہ پانی پہونچایا گیا ہو یا بارش کا پانی ملا ہو۔ پھر باعتبارِ مقدارِ پیداوار ایک اونٹ کے بوجھ

یعنی ساٹھ صاع کی مقدار تک پہونچی ہو یا نہ پہونچی ہو مگر عشر کا وجوب ہوگا (شرح طحاوی)
السی کے چاہے پیڑ ہوں یا بیج ان میں عشر کا وجوب ہوگا۔ اس لیئے کہ ان اشیاء سے فائدہ اٹھانے کا قصد ہوتا ہے (شرح مجمع)۔ اخروٹ، بادام، زیرہ، دھنیا۔ ان سب میں عشر کا وجوب ہوگا (مضمرات)۔ زمین اگر عشری ہو تو پیداوار شہد پر بھی عشر کا وجوب ہوگا کسی شخص کی زمین پر کوئی درخت ہوا ور اس پر ترنجبین جم گئی ہو تو اس پر بھی عشر کا وجوب ہوگا۔ (خزانۃ المفتین)۔ ایسے درختوں سے جمع کیئے گئے پھل جن کا کوئی مالک نہ ہو مثلاً پہاڑی درخت تو ان پر عشر کا وجوب ہوگا (ظہیریہ)۔ زمین کی تابع اشیاء مثلاً کھجور کا پیڑ یا وہ اشیاء جو پیڑوں سے نکلتی ہیں مثلاً رال و گوند و لاکھ وغیرہ ان میں عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ اس لیئے کہ عموماً اس قسم کی اشیاء کا زمین سے حاصل کرنا مطلوب نہیں ہوتا (بحرالرائق)۔
اس قسم کے بیج جو بجز دوا یا کھیتی کے کسی دوسرے کام میں نہ آتے ہوں مثلاً تخم خربوزہ، کلونجی، اجوائن وغیرہ ان میں عشر کا وجوب نہ ہوگا (مضمرات)۔ کپاس، صنوبر، بھنگ، کیلا، بینگن۔ کندرا اور انجیر میں عشر کا وجوب نہ ہوگا (خزانۃ المفتین) کسی شخص کے مکان میں پھل دار درخت ہوں تو ان میں عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ (شرح مجمع مصنفہ ابن ملک)۔ جو زمین چرس اور رہٹ سے سینچی گئی ہو اس میں آدھے عشر کا وجوب ہوگا۔ اور پانی نہر کے ذریعہ دیا گیا ہوا ور رہٹ کے ذریعہ بھی تو آدھے برس سے زیادہ جس کے ذریعہ پانی دیا گیا ہو وہی معتبر ہوگا اور دونوں طریقوں سے پانی برابر ہی دیا گیا ہو تو آدھے عشر کا وجوب ہوگا۔ (خزانۃ المفتین)۔
پھلوں کے ظاہر ہونے اور تیاری فصل پر عشر کا وجوب ہوگا (بحرالرائق) کھیتی کے آغاز سے قبل زمین کے عشر کی ادائیگی درست نہیں۔ البتہ بیج بونے اور دانہ جمنے کے بعد ادائیگی عشر درست ہے مگر بیج بونے کے بعد جم جانے سے قبل ادائیگی عشر کی گئی تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ درست نہیں۔ پھل ظاہر ہونے سے قبل ظاہر روایت کے مطابق ادائیگی عشر درست نہیں۔ البتہ پھل لگتے ہی ادائیگی عشر درست ہے (شرح طحاوی)۔
اگر پیداوار مالک کے کسی فعل کے بغیر تباہ ہوگئی تو عشر کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ اور تھوڑا سا نقصان ہونے کی صورت میں بقدر نقصان عشر میں کمی ہو جائے گی۔ کسی دوسرے آدمی نے فصل برباد کی ہو تو مالک کو چاہیئے کہ اس آدمی سے ضمان وصول کر کے ادائیگی عشر کر دے۔ اگر مالک نے خود تباہ کیا ہو تو اس پر عشر کا ضمان لازم آئے گا جو بطور قرض اس کے ذمہ لازم ہے۔ لیکن اگر وہ شخص مرتد ہوگیا یا اس کے متعلق بلا کسی وصیت کے وہ مرگیا تو یہ قرض اس کے ذمہ سے ساقط قرار دیا جائے گا۔ مگر شرط یہ کہ اس نے قرض کوئی مالیت پاس نہ ہونے کی بنا پر تلف کر دیا ہو (بحرالرائق)۔ قبیلۂ بنی تغلب کا کوئی شخص کسی عشری زمین کا مالک ہو تو اس سے دوہرا عشر وصول کریں گے۔ بلکہ اگر کسی ذمی نے قبیلۂ بنی تغلب کے شخص سے زمین خرید لی تب بھی دوہرا ہی عشر وصول کیا جائے گا۔
امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ قبیلۂ تغلب کا شخص مسلمان ہوگیا ہو یا اس سے کسی مسلمان نے زمین خرید لی ہو تب بھی اس سے دوہرا عشر لیں گے چاہے ابتداء سے اس زمین کا عشر دوہرا ہو یا بعد میں بڑھایا جائے۔ کوئی مسلمان قبیلۂ بنی تغلب کے کسی شخص کے علاوہ ایک ذمی کو اپنی زمین حوالہ کر دے اور ذمی اس پر قابض ہو جائے تو امام صاحب رح فرماتے ہیں کہ اس زمین پر خراج کا وجوب ہوگا۔ البتہ بذریعہ شفعہ کسی مسلمان نے یہ زمین لے لی یا فساد بیع کی بناء پر معاملہ ختم ہوگیا اور زمین مسلمان ہی کو واپس کر دی گئی تو اب اس زمین کو عشری قرار دیا جائے گا۔ قبیلۂ بنی تغلب کے مردوں پر جتنے عشر کا وجوب ہوگا اتنے ہی عشر کی مقدار ان کی عورتوں اور بچوں پر بھی واجب ہوگی۔ البتہ مجوسی (آتش پرست) کے گھر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا۔ (ہدایہ)۔

چھٹا باب

پھلوں اور کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ

پھلوں اور کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ فرض قرار دی گئی ہے۔ فرضیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ پیداوار ایسی زمین میں ہوئی جس سے واقعتًا نفع حاصل ہوا۔ ایسی زمین جس سے خراج لیا جاتا ہو اس کا حکم جُداگانہ ہے۔ اس لئے کہ خراج کے وجوب کی وجہ یا تو دہ زمین قرار پائے گی جس سے واقعی نفع حاصل ہوا ہو یا معنوی اعتبار سے یہ فائدہ بخش ہو۔ مثلاً اس زمین سے اس قسم کا فائدہ اُٹھانے پر قدرت تھی مگر اسے استعمال کر کے فائدہ نہیں اٹھایا تو عشر کا وجوب تو نہ ہوگا لیکن خراج دینا لازم ہے۔

آسمانی بلا کی بناء پر کھیتی تباہ ہو جائے تو اس میں زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ کھیتی کی زکوٰۃ کا رکن یہ ہے کہ اس کا کوئی مالک بن جائے۔ اس کے ادا کرنے کی شرط وہی ہوگی جس کا ذکر زکوٰۃ کے شروع میں آچکا۔ اس کے واجب ہونے کی شرطیں دو قسم کی ہیں۔ اول یہ کہ آدمی اس کا اہل ہو یعنی مسلمان ہو۔ وجوب زکوٰۃ کی ابتداء کے واسطے یہ شرط قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہو کہ مرتد مسلمان کے کسی دوسرے پر عشر کا وجوب نہ ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ اس کی فرضیت سے واقفیت ہو۔ عاقل و بالغ ہونا عشر واجب ہونے کی شرطوں میں قرار نہیں دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ دیوانہ شخص اور نابالغ بچہ کی زمین ہو تو اس پر بھی عشر کا وجوب ہوگا کیونکہ عشر گویا دراصل اجرت زمین ہے۔ اس واسطے امام زبردستی بھی عشر وصول کر سکتا ہے مگر زبردستی وصول یابی کی شکل میں ادائیگی عشر ہو گئی اور مالک کے ذمہ سے عشر ساقط ہونے کا حکم ہوگا لیکن عنداللہ وہ عشر اس عشر کے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ کسی پر عشر کا وجوب ہوا اور ادائیگی سے قبل مر گیا لیکن غلہ اس کے پاس ہو تو اس غلہ میں سے عشر لیں گے۔ زکوٰۃ کا حکم عشر جیسا نہیں ہے۔ وجوب عشر کے واسطے زمین کا مالک ہونا بھی شرط قرار نہیں دیا گیا۔ لہٰذا زمین وقف، مکاتب و اجازت یافتہ غلام کی زمین پر بھی عشر کے واجب ہونے کا حکم ہوگا۔

عشر کے واجب ہونے کی دوسری قسم وجوب عشر کے محل و موقعہ کا پایا جانا ہے یعنی زمین عشری ہونی چاہیئے۔ خراجی زمین ہو تو اس کی پیداوار پر عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ شرط یہ بھی قرار دی گئی ہے کہ زمین عشری ہو اور اس میں کھیتی کی گئی ہو اور یہ کھیتی ایسی ہو جس کی بناء پر زمین کی قوت پیداوار کو مدد پہونچتی ہو (بحرالرائق)۔

خود بخود اگی ہوئی چیزوں جیسے لکڑی و گھاس، نرکل و جھاؤ کھجور کے پٹھوں پر عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ جس زمین میں ان کی پیداوار ہو تو زمین کو فائدہ کے بجائے نقصان پہونچتا ہے اور زمین کی قوت نمو گھٹ کر وہ خراب ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص بید کے درخت لگائے یا گھاس، نرکل اور کھجور کے پٹھوں کی قصداً پیداوار کر کے فائدہ حاصل کیا جائے یا اسی طرح چنار و صنوبر کے درخت لگائے جائیں اور انھیں کاٹ کاٹ کر بیچنے کا قصد ہو تو ان اشیاء کے اندر عشر کا وجوب ہوگا (محیط سرخسی)۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح کی کھیتی جس زمین پر کی گئی اور پیداوار حاصل ہوئی ہو مثلاً گیہوں، جو، چنا، چاول ہر قسم کا غلہ، ترکاریاں و سبزیاں، پھل، گنا، خربوزہ، چھوہارے، ککڑی بھنگن، کھیرا، زعفران اور اسی قسم کی اور چیزیں، چاہے ان کے پھل فصل کے اختتام تک باقی رہ سکیں یا نہ رہ سکیں۔ چاہے زیادہ ہوں اور چاہے تھوڑے، ان میں عشر کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

چاہے ان تک نہر کے ذریعہ پانی پہونچایا گیا ہو یا بارش کا پانی ملا ہو۔ پھر باعتبار مقدار پیداوار ایک اونٹ کے بوجھ

عشری زمین کا مالک فصل سمیت زمین بیچ دے یا فقط فصل فروخت کرے تو بیچنے والے پر عشر کا وجوب ہوگا، جس نے زمین خریدی اس پر نہیں۔ اگر فقط زمین بیچی ہوا ور فصل ابھی تک پوری طرح تیار نہ ہوئی ہوا ور بیچنے والا اسے ابھی وقت علیحدہ کر دے تو فروخت کرنے والے پر عشر کا وجوب ہوگا۔ لیکن اگر خریدنے والا اس وقت فصل الگ نہ کرے بلکہ جوں کی توں باقی رکھے اور زمین پر پیداوار سمیت قابض ہو جائے تو خریدنے والے پر عشر کا وجوب ہوگا (شرح طحاوی)۔

عشری پیداوار بیچ دی جائے تو عشر وصول کرنے والا مختار ہے خواہ عشر خریدنے والے سے لے یا فروخت کرنے والے سے وصول کرے۔ چاہے مجلسِ خرید و فروخت ختم ہو چکی ہو۔ عشری پیداوار عام بھاؤ سے زیادہ پر بیچی گئی اور ابھی خریدنے والا اس پر قابض نہیں ہوا تھا تو عشر لینے والے کو اختیار ہے خواہ عشر پیداوار کے ذخیرہ میں سے لے لے یا اس کی قیمت لے لے۔ اگر فروخت کرنے والا قیمتِ پیداوار میں اتنا اضافہ کر دے کہ لوگوں کو نرخ زیادہ کر دینے کی بناء پر دھوکہ نہ ہو تو اس شکل میں عشر لینے والا اسی پیداوار سے دسواں حصہ وصول کرے گا۔ اگر اس پیداوار کو تلف کر دیا گیا تو مالک کے پاس اس پیداوار کی جنس کی جو پیداوار ہوگی اس میں سے دسواں حصہ لیا جائے گا۔ مگر مالک نے قیمتِ پیداوار کا عشر ادا کر دیا تو پیداوار سے دسواں حصہ وصول نہ کریں گے۔ خریدنے والا پیداوار کو تلف کر دے تو عشر لینے والا مختار ہے خواہ فروخت کرنے والے سے ضمانت لے اور خواہ خریدنے والے سے ضمانت اس غلہ کے ہمجنس کی لیں گے اس وجہ سے کہ دونوں اپنا حق تلف کر چکے ہیں۔ کسی شخص نے انگور بیچے تو قیمتِ انگور میں سے عشر وصول کیا جائے ایسے ہی کسی نے ان کا رس نکال کر بیچا تو شیرہ کی قیمت کے دسویں حصہ کا وجوب ہوگا (محیط سرخسی)۔

جو لوگ کام کر رہے ہوں ان کی اجرت، بیلوں پر آنے والا خرچ، خرچۂ آب پاشی، حفاظت کرنے والے کی تنخواہ اور دوسرے خرچ اس میں وضع نہ ہوں گے۔ بلکہ کل پیداوار کا پورا یا آدھا عشر دینا ضروری ہوگا (بحر الرائق)۔ ادائیگیٔ عشر سے قبل اس پیداوار میں سے کچھ نہ کھایا جائے (ظہیریہ)۔ البتہ دسواں حصہ الگ کر دینے کے بعد بقیہ پیداوار کا استعمال درست ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں (دسواں حصہ علیحدہ کرنے سے قبل) جس قدر پھل کھائے یا کھلائے ہوں گے ان کے عشر کا ضمان اس پر لازم آئے گا (محیط سرخسی)۔

ساتواں باب

زکوٰۃ کے مصارف

مستحقِ زکوٰۃ اور زکوٰۃ کا صحیح مصرف فقیر شخص قرار دیا گیا ہے۔ فقیر وہ شخص ہے جس کی ذاتی پونجی مقدارِ نصاب سے کم ہو یا مقدارِ نصاب تو ہو لیکن بڑھنے والی نہ ہو، یا اس کی ذاتی حاجت سے زائد نہ ہو تو اس شخص کو فقیر قرار دیا جائے گا۔ (فتح القدیر)۔ اَن پڑھ فقیر کی بہ نسبت کسی عالم و فاضل فقیر کو صدقہ دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر و افضل قرار دیا گیا ہے (زاہدی)۔ دوسرا مصرفِ زکوٰۃ مسکین شخص کو قرار دیا گیا ہے۔ مسکین وہ شخص کہلاتا ہے جسے کوئی چیز میسر نہ ہو اور اپنا بدن اور کھانے کے واسطے مانگنے پر مجبور ہو اور اس کو مانگنا درست بھی ہو، فقیر کا حکم مسکین سے مختلف ہے کیونکہ فقیر کو مانگنے کی اجازت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس آدمی کے واسطے مانگنا درست نہیں جسے اپنا جسم ڈھانک لینے اور (کسی طرح)

کسی مسلمان نے اپنے مکان کو باغ بنا لیا تو اس کے محصول کا حکم پانی کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر عشری زمین کا نکلا ہوا پانی دیا ہو تو اس زمین کو عشری قرار دیں گے۔ اور اگر خراجی زمین کا پانی دیا گیا تو خراجی قرار دی جائے گی۔ اگر کسی ذمی نے اپنے مکان کو باغ بنا لیا تو پانی کسی بھی نوعیت کا ہو اس پر خراج کا وجوب ہوگا اور اس کے مکان پر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا۔ (تبیین) ایسے ہی قبرستان پر بھی کسی شے کا وجوب نہ ہوگا (بحر الرائق)۔

اگر کسی مسلمان یا ذمی نے ایک مرتبہ خراجی زمین کا پانی دیا اور ایک مرتبہ عشری زمین والا پانی دیا ہو تو مسلمان سے بہر صورت عشر لینا اچھا ہے اور ذمی سے اچھا یہ ہے کہ خراج لیا جائے (معراج الدرایہ)۔ عشری پانی ایسے کنوؤں کا پانی کہلاتا ہے جنھیں عشری زمین میں کھودا گیا ہو یا ایسے چشموں کا پانی عشری کہلاتا ہے جو عشری زمین سے نکلے ہوں۔ بارش کے پانی اور ٹھہرے ہوئے دریاؤں کے پانی کو بھی عشری قرار دیا جاتا ہے۔ (محیط)۔

وہ نہریں جنھیں اہلِ عرب کے علاوہ دوسرے لوگوں نے نکالا ہو ان کا شمار خراجی پانی میں ہوگا۔ ایسے ہی وہ کنویں جو خراجی زمین میں ہوں ان کا پانی خراجی قرار دیا جائے گا۔ دریائے فرات و دجلہ و سیحون کے پانی کو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ خراجی قرار دیتے ہیں۔ عشری زمین کو کرایہ پر دیا گیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عشر کے ادا کرنے کا وجوب مالک پر ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عشر کی ادائیگی کرایہ دار پر واجب ہوگی (خلاصہ)۔

پیداوار کٹنے سے قبل برباد ہو جائے تو مالک پر عشر کا وجوب نہ ہوگا، اور کاٹے جانے کے بعد برباد ہوئی ہو تو مالک سے عشر ساقط ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چاہے فصل کٹنے سے قبل تباہ ہوئی ہو یا بعد میں بہر صورت عشر کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا (شرح طحاوی)۔

کوئی شخص کسی مسلمان سے زمین مانگ کر کھیتی کرے تو جو کھیتی کر رہا ہے اس پر عشر کا وجوب ہوگا۔ کوئی شخص کافر کو اس کے مانگنے پر زمین دیدے تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس نے زمین دی ہے اس پر عشر کا وجوب ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ کافر پر عشر کا وجوب ہوگا، مگر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ایک عشر کا وجوب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دو عشر کا وجوب ہوگا (محیط سرخسی)۔

اگر کسی شخص نے زمین کی پیداوار کے اندر شرکت کی ہو تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں بقدر حصہ دونوں پر عشر کا وجوب ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف مالک زمین پر عشر کا وجوب ہوگا، لیکن مالک کے حصہ کے عشر کو اسی پیداوار سے دیں گے۔ اور پیداوار میں جو کاشتکار کا حصہ ہے اس کا عشر بذمہ مالک باقی رہے گا (بحر الرائق)۔

پیداوار تلف ہو جائے تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ نہ مالک کے ذمہ عشر باقی رہے گا اور نہ کاشتکار کے ذمہ۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کٹنے سے قبل تلف ہونے کی صورت میں یہی حکم ہوگا۔ اور کٹنے کے بعد تلف ہونے کی شکل میں مالک کے ذمہ واجب ہے کہ بقدر حصہ کاشتکار عشر ادا کرے۔ فصل پک چکی تھی مگر کٹی نہیں تھی کہ کسی نے اس کو برباد کر دیا یا فصل کی چوری ہو گئی تو عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ مگر جس وقت مجرم سے اس کا ضمان لے لیا جائے تو مالک کے لیے ضروری ہے کہ اس میں سے عشر ادا کرے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ کاشتکار اور مالک دونوں پر واجب ہے کہ وہ ضمان وصول ہونے کے بعد عشر ادا کریں (محیط سرخسی)۔

کسی نے ایسی زمین جو عشری تھی غصب کر لی اور کھیتی کا آغاز کر دیا، اس صورت میں کھیتی کی بنا پر زمین میں کسی قسم کا نقص نہ آیا ہو تو مالک پر عشر کا وجوب نہ ہوگا۔ اور غاصب کے کھیتی کرنے کی بنا پر زمین میں کوئی نقص آ گیا ہو تو زمین کے مالک پر عشر کا وجوب ہو جائے گا (خلاصہ)۔

یہ تمام زکوٰۃ کے مصارف قرار دیئے گئے ہیں۔ نصاب کا مالک مختار رہے خواہ ان تمام قسموں میں اپنی زکوٰۃ بانٹ دے اور خواہ ایک قسم کے افراد کے کل زکوٰۃ حوالہ کردے (ہدایہ)۔ ایک ہی آدمی کو کل زکوٰۃ دے دی جائے تو یہ بھی درست ہے (فتح القدیر)۔ مالِ زکوٰۃ مقدارِ نصاب سے کم ہونے کی صورت میں ایک ہی آدمی کو دیدیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے (زاہدی)، ایک آدمی کو ایک وقت میں دو سو یا دو سو سے زائد درہم کا مالک بنا دینا باعثِ کراہت ہے۔ لیکن اگر دیدیئے جائیں تو درست ہیں (ہدایہ) یہ اس شکل میں ہے جب کہ ضرورت مند مقروض نہ ہو۔ اگر اس پر قرض ہو اور اس کو اتنی مقدارِ زکوٰۃ حوالہ کردی کہ ادائیگی قرض کے بعد کچھ باقی نہ رہے یا دو سو درہم سے کم مقدار اس کے پاس بچ جائے تو درست ہے۔ اگر قرضدار بال بچوں والا ہو تو اس صورت میں اس کو اس قدر دے دیا جائے کہ اگر وہ اپنے اہل و عیال میں اس مال کو بانٹے تو ہر ایک کے حصّہ کی مقدار دو سو دراہم سے کم ہی رہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ اس قدر دے دینا کہ اسے اس دن کسی سے مانگنے کی حاجت نہ ہو باعثِ استحباب ہے (تبیین)۔

سب کے نزدیک متفقہ طور پر مالِ زکوٰۃ کا صَرف ناجائز ہے۔ البتہ دوسرے نفلی صدقوں کا سب کے نزدیک ان پر صرف کرنا جائز ہے۔ نذر، صدقۂ فطر اور کفارات کے اندر مختلف رائیں ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ درست ہے مگر مسلمان دولت مند اگر ضرورت مند مسلمانوں کو دیں تو یہ زیادہ اچھا ہے (شرح طحاوی)

مستامن حربی کو سب کے نزدیک صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ کا دینا ناجائز ہوگا۔ ہاں نفلی صدقہ دے دیا جائے تو درست ہے (سراج الوہاج)۔

مالِ زکوٰۃ سے تعمیرِ مسجد، پل بنوانا، حمام بنوانا، راستوں کی درستگی، نہریں تیار کرانا اور جہاد و حج کے اندر مالِ زکوٰۃ صرف کردینا درست نہ ہوگا۔ اسی طرح وہ تمام صورتیں جن کے اندر کسی شخص کو مالک قرار نہیں دیا جا سکتا مصرفِ زکوٰۃ کبھی نہ بن سکیں گی۔ اسی طریقہ سے مالِ زکوٰۃ سے مردہ کا کفن اور اس کے قرض کی ادائیگی بھی درست نہ ہوگی (تبیین)۔

مالِ زکوٰۃ سے غلام آزاد کرنے ہی کی خاطر کیوں نہ خریدا جائے، درست نہیں۔ مالِ زکوٰۃ اپنی اصل یعنی والدین اور ان کے اوپر والے لوگوں کو اور اسی طرح اپنی فرع یعنی بیٹا، بیٹی اور ان کے نیچے کے لوگوں (یعنی ان کی اولادوں) کو دینا درست نہ ہوگا (کافی)۔ کوئی شخص کسی بیٹے کو اپنا بیٹا نہ مانتا ہو یا اس کی پیدائش اس کے فعلِ زنا کی بنا پر ہوئی ہو تو اس کو بھی ادائیگیٔ زکوٰۃ درست نہ ہوگی (تمرتاشی)

اپنی اہلیہ کو اس وجہ سے ادائیگیٔ زکوٰۃ درست نہیں کہ عادت کے مطابق بیویوں کو مَردوں کے منافع میں دخل ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینا درست نہیں (ہدایہ)۔ مدبر، مکاتب، غلام اور اپنی ام ولد کو بھی ادائیگیٔ زکوٰۃ درست نہ ہوگی۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اپنے جزوی طور پر آزاد کیئے گئے کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ یعنی ایسا غلام جس کا پہلے وہ کامل طور پر مالک تھا۔ اس کے بعد اس کا کچھ حصہ آزاد کر دیا یا غلام کی ملکیت کے اندر کسی اور کی بھی شرکت ہو اور وہ شریک اپنے حصہ کے بقدر آزاد کردے اور آزاد نہ کرنے والا اپنے حصہ کے بقدر غلام سے کچھ رقم طے کرلے کہ وہ رقم کی اتنی مقدار کما کر اس کے حوالہ کردے تو یہ اس آدمی کا مکاتب غلام قرار دیا جائے گا اور اگر آزاد نہ کرنے والا آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کی ڈانڈ کے طور پر رقم لے لے یا کسی دوسرے شخص نے مکاتب کو زکوٰۃ دے دی تو درست ہے کیونکہ اس شکل میں وہ اس آدمی کے واسطے اپنے مکاتب جیسا نہ رہا بلکہ کسی اور کے مکاتب کی مانند ہوگیا۔ (تبیین)۔

جو آدمی ایک سرمایہ کے اندر مالکِ نصاب ہو۔ مثلاً چرنے والے جانور، نقد روپے یا ایسا تجارتی یا غیر تجارتی اسباب

پیٹ بھر لینے پر قدرت ہو اور اسے ایک روز کی خوراک میسر ہو۔ (فتح القدیر)
تیسرا مصرف زکوٰۃ عامل قرار دیا گیا ہے۔ یعنی وہ آدمی جس کو خلیفۂ وقت نے صدقہ اور عشر کی وصول یابی کے واسطے متعین کیا ہو (کافی) اُسے اتنا دے دیا جائے کہ خود عامل اور اس کے مدد کرنے والے لوگوں کو متوسط درجہ کے خرچ کے ساتھ ان کے آنے جانے کے عرصہ کے لیئے کافی ہو جائے۔ جس وقت کہ (اتنا دینے کے بعد بھی) مالِ زکوٰۃ باقی رہتا ہو۔ اور اگر اس قدر دے کر سارا مالِ زکوٰۃ صرف ہو جاتا ہو تو پھر ان کو آدھے سے زائد نہ دے (بحر الرائق)

کوئی شخص حاکم کو اپنے پاس موجود مال کی زکوٰۃ اپنے آپ دیدے۔ اس صورت میں اس مالِ زکوٰۃ کے اندر عامل کسی بھی حصہ کا حقدار نہ ہوگا۔ (ینابیع ومحیط سرخسی)۔

عامل اگر ہاشمی ہو تو اس کو اس مال میں سے کچھ پیش کرنا درست نہ ہوگا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نسبی زکوٰۃ وصدقات کے مَیل کچیل سے ملوّث نہ ہونے پائے۔ عامل اگر پیسہ والا (صاحبِ نصاب) ہو تو اسے اس مال سے بطور معاوضہ (محنت) دینا درست ہوگا (تبیین) البتہ عامل اگر ہاشمی ہو اور اس کو صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا گیا اور اس کو صدقات کے سوا دوسری مدوں سے معاوضۂ محنت دے دیں، تو اس کے اندر کچھ حرج نہ ہوگا (خلاصہ)

عامل نے جو مال وصول کیا تھا اگر وہ ضائع ہوگیا یا برباد ہو گیا تو اس میں سے اس کے حصہ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا اور جن لوگوں نے زکوٰۃ دے دی تھی ان کی زکوٰۃ کے ادا ہونے کا حکم ہوگا (معراج الوہاج)۔ عامل اپنے حق کے وجوب سے قبل اپنا حصہ لینا چاہے تو اس کو لے لینا درست ہوگا مگر پیشگی نہ لینا اچھا ہے (خلاصہ)۔

چوتھا مصرفِ زکوٰۃ غلاموں کو حلقۂ غلامی سے آزادی دلانا ہے۔ ایسے غلام جو مکاتب ہوں انھیں آزاد کرانے میں ان کی اعانت کرنی چاہیئے (محیط سرخسی)۔ مکاتب اگر مالدار بھی ہو تب بھی اس کو ادائیگی زکوٰۃ درست ہوگی چاہے زکوٰۃ ادا کرنے والا اس سے واقف ہو یا نہ ہو (خلاصہ، محیط سرخسی)۔ کسی ہاشمی کا مکاتب غلام ہو تو اس کو بھی ادائیگی زکوٰۃ درست نہ ہوگی کیونکہ ایک اعتبار سے غلام کا آقا ہی اس مال کا مالک ہوگا اور ایسے موقعہ پر شبہ بھی حقیقت کے درجہ میں قرار دیا جاتا ہے۔

پانچواں مصرفِ زکوٰۃ مقروض شخص ہے ایسا قرضدار کہ ادائیگی قرض کے بعد اس کے پاس مقدارِ نصاب مال نہ باقی رہے۔ یا اس کا مال اس طرح دوسروں کے پاس پھنس گیا ہو کہ اس کے وصول ہونے کی توقع ہی نہ رہے (تبیین)
محتاج کے مقابلہ میں اگر قرضدار کو زکوٰۃ دی جائے تو زیادہ بہتر و افضل ہوگا (مضمرات)

چھٹا مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں اس سے ان افراد کو دینا مراد ہے جو فقیری کے سبب لشکرِ مجاہدین سے علیحدہ ہوگئے ہوں اور امام محمدؒ فرماتے ہیں ان کو دینا مراد ہے جو غربت کی بناء پر قافلۂ حجاج سے بچھڑ گئے ہوں (تبیین)۔ قولِ امام ابو یوسفؒ درست قرار دیا گیا ہے (مضمرات)۔

ساتواں مصرفِ زکوٰۃ مسافر قرار دیا گیا ہے یعنی ایسا مسافر جو اپنے مال سے دور ہو (بدائع)۔ اس کو ضرورت کی مقدار زکوٰۃ لینی درست ہوگی زائد از ضرورت درست نہ ہوگی۔ وہ شخص بھی اسی حکم میں داخل ہے جس کا اپنے مال سے کچھ وقت کے لیئے تعلق نہ رہا ہو۔ خواہ اپنے شہر ہی کے اندر ہو اس لیئے کہ زکوٰۃ کے اندر دراصل ضرورت ہی معتبر ہے۔ اس آدمی کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ مال باقی رہ گیا ہو تو مال کے اوپر قادر ہوتے ہوئے بھی بچے ہوئے زائد از ضرورت مال کا صدقہ کر دینا لازم نہ ہوگا جس طرح فقیر کے غنی ہونے کی شکل میں اس پر صدقہ کر دینا واجب نہیں ہوتا (تبیین)۔ مسافر صدقہ لینے کے بجائے اگر کسی سے قرض لے لے تو اچھا ہے (ظہیریہ)

درست ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)۔ درست قول یہی ہے (زاہدی)۔
مالِ زکوٰۃ بنی ہاشم کو نہ دینا چاہیے۔ حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ، اور حضرت حارث ابن عبدالمطلب کی اولاد کا شمار بنی ہاشم میں ہوتا ہے۔ (ہدایہ)۔ ان کے سوا دیگر بنی ہاشم مثلاً اولادِ ابولہب، انھیں زکوٰۃ دینی درست ہوگی کیونکہ اشاعتِ دین کے اندر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار نہیں بنے (سراج الوہاج)۔ صدقاتِ واجبہ کا حکم یہی ہے مثلاً زکوٰۃ، نذر، کفارات، عشر، صدقاتِ نافلہ تمام بنی ہاشم کو دینے درست ہیں (کافی)۔ جو غلام بنی ہاشم کے ہوں انھیں بھی زکوٰۃ دینی درست نہ ہوگی (عینی شرح کنز)۔
بنی ہاشم ضرورت مند ہوں تو ان کو مدفون خزانہ اور معدنی چیزوں کے پانچویں حصہ کا دینا درست ہوگا (جوہرہ نیرہ)
کسی وکیل نے مالِ زکوٰۃ اپنے بڑے لڑکے یا کمسن لڑکے یا اہلیہ کو دے دیا تو درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ واقعی ضرورتمند ہوں۔ البتہ وکیل کو خود نہ رکھنا چاہیے (خلاصہ)۔
کسی کے متعلق اگر یہ شبہ ہو کہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں یا غالب گمان اس کے مستحق ہونے کا تھا اور اس نے زکوٰۃ اس شخص کو دے دی ہو یا اس سے دریافت کرنے کے بعد دی یا اس کو ضرورت مندوں کی صف میں کھڑا دیکھ کر دیدی اس کے بعد اس کے حقیقتاً مستحق زکوٰۃ ہونے کا علم ہوا تو بالاتفاق زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ ایسے ہی اگر اصل حقیقت کا کچھ علم نہ ہو تب بھی زکوٰۃ دینی درست ہے لیکن اگر اس کا علم ہو کہ یہ شخص دولت مند یا ہاشمی یا کافر یا ہاشمی شخص کا غلام یا ہاشمی شخص کا والد ہے یا اس کا لڑکا یا لڑکی یا اہلیہ یا زکوٰۃ ادا کرنے والی کا خاوند ہے تو ادائیگیٔ زکوٰۃ درست نہ ہوگی۔ اور امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ اور اگر اس کے غلام یا مدبر یا ام ولد یا مکاتب ہونے کا علم ہوا تو زکوٰۃ درست نہ ہوئی اور بالاتفاق اسے ازسرِنو زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ اگر اس شخص کا اس طرح کا غلام تھا کہ اس کا ایک حصہ آزاد ہوچکا تھا اور بقیہ حصہ کی آزادی کی خاطر روپیہ کما رہا ہو، اس شکل میں بھی امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہی حکم رہے گا کسی آدمی کے متعلق بلا یہ خیال کیئے کہ یہ شخص مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں زکوٰۃ دے دی جائے تو زکوٰۃ کے ادا ہونے کا حکم ہوگا۔ البتہ اگر بعد میں اس کے مستحق زکوٰۃ نہ ہونے کا علم ہو تو ادائیگیٔ زکوٰۃ درست نہ ہوگی۔ ادائیگیٔ زکوٰۃ کے وقت موجود شخص کی حالت مشتبہ تھی اس نے غالب گمان سے کام نہ لیا ہو یا غور تو کیا ہو لیکن اس کے مصرفِ زکوٰۃ ہونے کا علم نہ ہوسکا یا ظن غالب اس کے مستحق زکوٰۃ نہ ہونے کا ہو تو ادائیگیٔ زکوٰۃ نہ ہوگی۔ مگر اس کا علم ہوجائے کہ وہ واقعی مستحق زکوٰۃ ہے تو ادائیگیٔ زکوٰۃ ہوگئی (تبیین)۔
مالِ زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانا باعثِ کراہت ہے لیکن دوسرے مقام کے لوگوں کے زیادہ حاجت مند ہونے یا دوسرے مقام پر اس کے عزیز ہونے کی شکل میں زکوٰۃ منتقل کرنی باعثِ کراہت نہیں۔ ان دو شکلوں کے سوا کسی اور شکل کے اندر انتقالِ زکوٰۃ باعثِ کراہت ہے۔ اگرچہ اس صورت میں بھی ادائیگیٔ زکوٰۃ ہوگئی۔ سال پورا ہونے پر عین ادائیگیٔ زکوٰۃ کے وقت منتقل کی جائے تو یہ کراہت کا باعث ہے۔ اس سے قبل انتقالِ زکوٰۃ میں کوئی مضائقہ نہیں۔
مالِ زکوٰۃ و صدقۃ الفطر اور مالِ نذر کی ادائیگی کے وقت اپنے بہنوں و بھائیوں کو مقدم کرنا زیادہ بہتر ہے اس کے بعد ان کی اولاد پھر پھوپھی و چچا۔ اس کے بعد ان کی اولاد پھر ماموں و خالہ اس کے بعد ان کی اولاد پھر ذوی الارحام کو مقدم کرنا زیادہ اچھا ہے۔ اخیر میں اپنے ہمسایوں پھر ملازموں اور اس کے بعد بستی کے دیگر افراد کو (غیر بستی والوں پر) ترجیح دی جائے (سراج الوہاج)۔
ادائیگیٔ زکوٰۃ میں وہی مقام معتبر ہوگا جس جگہ وہ مال ہو جس کے اوپر زکوٰۃ کا وجوب ہوا ہو۔ اگر مالک دوسری جگہ پر ہو اور مال دوسرے مقام پر تو مال جس مقام پر ہو وہیں اس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ صدقۃ الفطر کے اندر جو صدقہ دے رہا ہے اس کے مکان کا اعتبار کیا جائے گا، درست قول کے موافق اس کے کمسن بچوں اور اس کے غلاموں کا مکان

جو کامل سال ضرورتِ اصلیہ سے زائد اس کے پاس موجود رہے۔ تو اس طرح کے آدمی کو زکوٰۃ دینا درست نہ ہوگا (زاہدی) رقم یا اسباب کا ضرورتِ اصلیہ سے زائد ہونا ضروری ہے۔ ضرورتِ اصلیہ میں رہنے کا مکان، گھریلو اثاثہ، خادم، کپڑے، سواری اور ہتھیار قرار دیئے گئے ہیں۔ البتہ اس کے اندر یہ شرط قرار نہیں دیا گیا کہ وہ بڑھنے والا ہی سرمایہ ہو، اس لیئے کہ یہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرط ہے۔ محرومیٔ زکوٰۃ کی شرط نہیں۔ (کافی)۔

جو آدمی مقدارِ نصاب سے کم کی ملکیت رکھتا ہو خواہ وہ صحت مند اور برسرِ روزگار ہی کیوں نہ ہو اس کو ادائیگیٔ زکوٰۃ درست ہوگی (زاہدی)۔ دولت مند آدمی کا غلام مکاتب نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ ادا کرنی درست نہیں (معراج الدرایہ)۔ دولتمند شخص کے لڑکے کو بھی زکوٰۃ دینی درست نہیں (تبیین)۔ البتہ اس کی بالغ اولاد ضرورت مند ہو تو اس کو زکوٰۃ دینی درست ہے۔ مالدار شخص کی اہلیہ مفلس ہو تو اس کو بھی زکوٰۃ دینی جائز ہوگی۔ دولت مند شخص کی بالغ لڑکی کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیونکہ باپ کی جانب سے جو کچھ اسے بقدرِ نفقہ ملتا ہے اس کی وجہ سے اس لڑکی کو مالدار قرار نہ دیں گے۔ والد اور شوہر اگر دولت مند ہوں تو اس سے اولاد اور اہلیہ کا امیر ہونا لازم نہیں آتا (کافی)

کسی امیر شخص کا باپ ضرورت مند ہو تو اسے مالِ زکوٰۃ دینا درست ہوگا (شرح طحاوی)۔ اس آدمی کو مالِ زکوٰۃ دیا جا سکتا ہے جسے مانگنا درست نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ وہ کامل نصاب کا مالک نہ ہو۔ اگر کسی کے پاس دو سو درہم کی قیمت کی مقدار کتابیں ہوں مگر یہ درس وتدریس یا تصحیح وحفظ کی خاطر ہوں تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینی درست ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ چاہے یہ کتابیں فقہ وحدیث کی ہوں یا ادب کی ہوں (محیط سرخسی)۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے پاس بہت سے قرآنی نسخے رکھتا ہو اور اس کو ان کی ضرورت پڑتی رہتی ہو تو ان کا یہی حکم قرار دیا جائے گا۔ ہاں اگر یہ ضرورت سے زائد ہوں تو نہ کسی شخص کو اسے زکوٰۃ دینی درست ہوگی اور نہ اس کو لینی درست ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کچھ دوکانوں کا مالک ہو یا اس کا ایسا مکان ہو جو تین ہزار درہم کی قیمت کا ہو کرایہ پر چڑھا ہوا ہو لیکن اس مکان کی آمدنی اس کے اور اس کے اہل وعیال کے واسطے ناکافی ہوتی ہو تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کو زکوٰۃ دینی درست ہے۔ کسی کے پاس ایسی زمین ہو جس کی مالیت تین ہزار درہم ہوتی ہو اور جس سے اتنی پیداوار نہ ہوتی ہو کہ اس کے اخراجات کے واسطے کافی ہو سکے تو اس شکل میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ محمد ابن مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ اس کو زکوٰۃ لینی درست ہے۔ کوئی شخص ایسے باغ کا مالک ہو جس کی قیمت دو سو درہم ہوتی ہو تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر اس باغ کے اندر گھریلو ضروریات جیسے باورچی خانہ اور غسل خانہ وغیرہ نہ ہوں تو ایسے آدمی کو زکوٰۃ دینی درست نہ ہوگی۔ اس لیئے کہ یہ بمنزلہ اس آدمی کے ہے جو اپنے پاس اسباب وجواہرات رکھتا ہو۔ کسی آدمی نے اپنے مال کو بطور قرض لوگوں کو دے دیا ہو اور مقررہ میعاد پر ہی وصول یابی ممکن ہو اور اسے اپنے خرچ کے لیئے رقم کی حاجت ہو تو اس صورت میں اس شخص کو زکوٰۃ لینی درست ہے لیکن فقط اتنی مقدار جو قرض مقررہ میعاد تک اس کے خرچ کے واسطے کافی ہو جائے قرض کی اگر کوئی مقررہ میعاد نہ ہو تو اگر جس کو اس نے قرض دیا ہے وہ ضرورت مند ہے تو زیادہ صحیح قول کے مطابق اسے زکوٰۃ لینی درست ہوگی اس لیئے کہ اس کی حیثیت اس وقت مسافر کی سی ہے۔ اور اگر اس نے جس کو قرض دیا ہے وہ مالدار ہے اور اس کے قرض کا اقرار بھی کرتا ہے تو اس صورت میں یہ شخص زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔ اور اگر وہ قرض لینے والا قرض کو نہ مانے اور اس قرض کے عادل گواہ موجود ہوں تو یہی حکم ہوگا۔ گواہ غیر عادل ہونے کی شکل میں بھی اس وقت تک اس کو زکوٰۃ لینی درست نہ ہوگی جس وقت تک قاضی کے یہاں اس نے دعویٰ دائر نہ کیا ہو اور قاضی نے قرض لینے والے سے اس کے انکار پر قسم نہ لے لی ہو۔ جب قاضی قرضدار سے قسم لے لے تو پھر اس کو زکوٰۃ لینی

کرتا ہے (سراج الوہاج)۔ اس مال کے ذریعہ غازیوں کی تیاری، حدودِ ملکی کا تحفظ اور حفاظتی چھاؤنیاں وچوکیاں بنانا اس کا صحیح مصرف ہے۔ یہ چھاؤنیاں راستوں پر چوروں کے خطرہ سے نجات دلانے کی خاطر تعمیر کی جاتی ہیں اور پُلوں وغیرہ کی درستی کے اندر بھی یہی رقم صَرف ہوگی (محیط سرخسی)۔

بڑی نہریں جو کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہوتیں مثلاً فرات، دجلہ، جیحون ان کی کھدائی میں صرف کر سکتے ہیں (شرح طحاوی)۔ اس مال سے مسافر خانے، مسجدیں، پانی کے بند بنوا سکتے ہیں اور ان بندوں کی حفاظت ومرمت کے سلسلے میں بھی صرف کر سکتے ہیں۔ حکام، مفتی، قاضی اور محتسب کی تنخواہیں بھی اسی سے دی جائیں گی (محیط سرخسی)۔

(۴) ایسا مال جو گرا پڑا کسی جگہ سے ملا ہو (محیط سرخسی)۔ یا اس قسم کی میّت جس کا کوئی بھی وارث موجود نہ ہو یا فقط اہلیہ یا فقط شوہر ہی وارث موجود ہو، تو یہ مال ان بیماروں پر خرچ کیا جائے گا جو مفلس ہوں، یا ایسے مرنے جن کا نہ کوئی وارث ہوا اور نہ اُنھوں نے اپنے کفن دفن کے واسطے کچھ رقم چھوڑی ہو، یا ایسے بچے جو کسی جگہ پڑے ہوئے ملیں اور ان کا کوئی وارث نہ ہو، اس قسم کے بچوں سے کسی جرم کا ارتکاب ہو جائے تو اسی طرح کی مَد سے اس کا تاوان دیا جائے گا۔ یا ایسے شخص کی ضرورتیں اس مد سے پوری کی جائیں گی جسے اپنی روزی آپ کمانے پر قدرت نہ ہو اور کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو اسے سہارا دے سکے اور اس پر اس شخص کے اخراجات کا شرعًا وجوب ہوتا ہو۔ یہ مَدّ اسی طرح کے مصارف کے واسطے مخصوص ہے (شرح طحاوی)۔

امام کے واسطے ضروری ہے کہ بیت المال چار قسم کے بنوائے اور ہر بیت المال کی جدا جدا عمارت ہونی چاہیئے اس لیئے کہ ہر مال کا حکم علیحٰدہ علیحٰدہ ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے دوسری مد کے مال کو اس میں شریک نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اگر ایک مد کا مال بالکل ہی موجود نہ ہو تو امام دوسری مدوں میں سے بطور قرض لے کر اس مد کے مصارف کو پورا کرنے کا مختار ہے۔ لہٰذا اگر صدقات کے بیت المال سے امام خراج کے بیت المال کے لیئے بطور قرض کچھ رقم لے لے تو خراج وصول ہونے پر وہ قرض صدقات کے بیت المال کو واپس کر دینا چاہیئے۔ البتہ اگر جو مال قرض لیا تھا وہ ایسے ضرورت مندوں پر خرچ کیا ہو جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے ہوں تو پھر قرض کے ادا کرنے کی حاجت نہیں۔ اس لیئے کہ یہ غازی تو صدقہ کی آمدنی میں بھی حقدار ہیں۔ اس وجہ سے اس قرض کو دراصل قرض قرار نہ دیا جائے گا۔ اگر کسی نے خراجی بیت المال سے بطور قرض مصارف صدقات کے واسطے کچھ رقم لی اور ضرورتمندوں پر اس رقم کو خرچ کر دیا تب بھی اس قرض کو قرض قرار نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ خراج کی حیثیت اس مال کی سی ہے جو اسلام کے دشمنوں سے بطور صلح یا بشکلِ غنیمت وصول ہوا ہو اور اس میں فقراء بھی حقدار ہوتے ہیں مگر خراج کے اندر فقراء کا حصہ نہ لگانے کی وجہ یہ ہے کہ آمدنی صدقات ان کے واسطے کافی ہو جایا کرتی ہے (محیط سرخسی)۔

مستحقین کے حقوق کی ادائیگی اور آمدنی کے اندر شرعًا جتنا ان کا حق بیٹھتا ہو اس میں کمی نہ کرنا امام پر واجب ہے۔ امام اور اس کے مددگار اس آمدنی کے اندر فقط اسی قدر لے سکتے ہیں جو ان کے اور ان کے اہل وعیال کے اخراجات کے واسطے کافی ہو جائے۔ یہ مال زمین کے اندر دفن کر کے نہ رکھا جائے، بچا ہوا مال مسلمانوں میں بانٹ دینا چاہیئے۔ اگر خلیفۂ وقت نے اس کے اندر کوتاہی کی تو اس کا وبال اس کی گردن پر ہوگا۔ خلیفۂ وقت اور صدقہ وصول کنندہ کے واسطے آئندہ ماہ کی تنخواہ پیشگی نہ لینا زیادہ بہتر ہے۔ البتہ ماہِ رواں کی تنخواہ لینی درست ہے (سراج الوہاج)۔

بیت المال کے اندر ذمی کسی قسم کا حق نہیں رکھتے، مگر امام نے ذمی کو بھوکا مرتے دیکھا ہو تو اس کو بیت المال سے کچھ دے دینا چاہیئے، اس لیئے کہ وہ دارالاسلام کا رہنے والا ہے اور امام نے اس کی زندگی کی حفاظت وبقا کی

معتبر نہیں (تبیین)۔ اسی قول پر فتویٰ دیا گیا ہے (مضمرات)۔
ہمارے وقت میں جو جابر حکمراں صدقے، خراج، عشر، محصول و چنگی لیتے ہیں زیادہ درست قول کے مطابق ان کے ذمہ سے ان تمام مالوں کی ادائیگی کے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ ان کو مال دیتے ہوئے نیتِ صدقہ کر لینی چاہیے (تاتارخانیہ)۔

بابُ الزکوٰۃ۔ فصل ہشتم

کسی مفلس کے قرض کو باجازتِ مفلس اپنی طرف سے زکوٰۃ کی نیت سے ادا کرنا درست ہے بلا اس کی اجازت کے ادا کرنے سے ادائیگیٔ زکوٰۃ نہ ہوگی، البتہ مفلس قرض کے بار سے سبکدوش ہو جائے گا۔ بعوض زکوٰۃ کسی آدمی کو رہائشی گھر دے دینا درست نہ ہوگا (زاہدی)۔
قرابت داربچوں یا خوش خبری سنانے والے کو یا جو شخص نیا پھل لائے اس کو کچھ دے اور وہ اس کے اندر نیتِ زکوٰۃ کرلے تو درست ہے۔ معلم جو اپنے نائب کو بلا اجرت مقرر کیے دیتا ہے اس میں نیتِ زکوٰۃ اس وقت درست ہوگی جب کہ قائم مقام ایسا ہو کہ اگر اسے کچھ بھی نہ دیا جائے تب بھی لڑکوں کو تعلیم دیتا رہے، ورنہ اس کے اندر نیت زکوٰۃ درست نہ ہوگی۔ یہی حکم عید، تہوار یا کسی مسرت کے وقت اپنے خادموں کو بنیتِ زکوٰۃ دینے کا ہے (معراج الدرایہ)۔
زکوٰۃ کسی مفلس کو دی گئی تو اس کی یا اس کی جانب سے اس کے کسی ولی کے قبضہ کرنے سے قبل ادائیگی مکمل نہ ہوگی، جیسے کہ والد اور وصی کا۔ لڑکے یا دیوانہ شخص کے مال پر قبضہ ہوتا ہے (خلاصہ)۔ یا اس مفلس شخص کے قریبی رشتہ دار یا ایسا شخص جو عزیز نہ ہو مگر اس کی نگرانی اور خبر گیری کرنے والا ہو قبضہ کرلے۔ کسی لاوارث کہیں پڑے ہوئے لڑکے کو زکوٰۃ دی گئی تو اس کی جانب سے اس کو زکوٰۃ پر قبضہ کرلینا چاہیے جیسے یہ لاوارث بچہ ملا ہو۔ کسی ناسمجھ بچے یا دیوانہ آدمی کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ اسے لے کر اپنے ماں باپ یا اپنے وصی کے حوالہ کر دے تو فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں۔ کوئی شخص مالِ زکوٰۃ دوکان پر رکھ دے اور اس پر کوئی مستحق زکوٰۃ قبضہ کرلے تو درست نہیں۔ اگر مالِ زکوٰۃ پر قریب البلوغ بچہ کو قابض کر دیا تو درست ہے۔ ایسے ہی کسی اس قسم کے لڑکے کو جس میں قبضہ کرنے کی اہلیت ہو دے دیا یعنی وہ ایسا نہیں کہ ادھر اُدھر پھینک دے اور نہ وہ ایسا ہو کہ کوئی شخص اُس سے بہلا کر اور دھوکہ سے مال لے لے گا، تو اس کو مالِ زکوٰۃ دے دینا درست ہے۔ ایسے ہی کم عقل فقیر کو بھی زکوٰۃ دینی درست ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

فصل بیت المال کا مال چار قسموں پر مشتمل ہے (۱) وہ جانور جو چرنے والے ہیں ان کی زکوٰۃ، عشر، اور عشر وصول کرنے والا جو ان مسلمان تاجروں سے محصول لیتا ہو جو اس کے قریب سے گذریں۔ ان تمام کا مصرف ہم اوپر ذکر کر آتے ہیں۔
(۲) غنیمت کا مال اور دفینوں و کانوں کا خُمس۔ اس کا مصرف آج کے دَور میں فقط تین قسم کے آدمی قرار دیے گئے ہیں: مسکین، یتیم، مسافر۔
(۳) مالِ جزیہ و خراج اور اس قسم کے کپڑے جن پر بنو نجران سے صلح ہو گئی تھی اور دوہرا صدقہ جو بنی تغلب سے لیتے ہیں۔ اور ایسا مال جو عشر لینے والا دارالاسلام میں باجازت آنے والے حربیوں اور ذمی تاجروں سے وصول

رطل بیس[۲] استار کے برابر ہوتا ہے (تبیین)۔ ایک استار ساڑھے چار متقال[۵] کے برابر ہوگا (شرح وقایہ)۔
باعتبار وزن گیہوں آدھا صاع اور دوسری اشیاء ایک صاع ہونی چاہئیں۔ اس قول کے موافق جو امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے نقل فرمایا ہے۔ اس واسطے صاع کے وزن کے سلسلہ میں علمائے کے اختلاف سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اس کے اندر وزن معتبر ہے (تبیین)۔
یکم شوال عید کے روز صبح صادق کے طلوع کے ساتھ ہی صدقۂ فطر کا وجوب ہو جائے گا۔ صبح صادق سے قبل کوئی شخص مر جائے تو اس پر صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا۔ جو آدمی صبح صادق سے قبل اسلام لایا ہو یا کسی کی پیدائش ہوئی ہو اس پر صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا۔ اگر بعد میں کوئی پیدا ہوا ہو یا اسلام لایا ہو تو صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا۔ کوئی غریب عید کے روز سے قبل دولت مند ہوگیا تو اس کے اوپر صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا۔ ایسے ہی عید کے روز کے بعد مفلس ہو جانے والے پر بھی صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا (جوہرہ نیرہ)۔ عید الفطر سے قبل صدقہ دینا درست ہوگا، اس کے اندر مدت کی صراحت نہیں۔ یہ درست ہے کہ اگر عید کا روز بلا صدقہ دیئے گذر جائے تو صدقہ کا وجوب جوں کا توں رہے گا ساقط نہ ہوگا (ہدایہ)۔
کوئی شخص نصاب کا مالک ہونے سے قبل صدقہ دے دے اس کے بعد نصاب کا مالک ہوا ہو تو یہ صورت صحیح ہے (بحر الرائق)۔ جس آدمی نے کسی مرض یا بڑھاپے کی بنا پر سارے رمضان کے مہینے کے روزے نہ رکھے ہوں اسے صدقۂ فطر ادا کرنا ضروری ہے (تجنیس، الملتقط، مضمرات)۔ مستحب یہ ہے کہ عید کے روز عید کی نماز کے واسطے نکلنے سے پہلے صدقہ دیا جائے (جوہرہ نیرہ)۔ اکثر مشائخ فقہاء فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر زندگی میں جب اور جس وقت چاہے ادا کر دے (بدائع)۔
اپنی جانب سے اور اپنی چھوٹی (نا بالغ) اولاد کی جانب سے ادائیگی صدقۂ فطر واجب ہوگی (کافی)۔ کم عقل اور دیوانہ کا حکم بھی بچہ کا سا ہے چاہے اس کی دیوانگی مستقل رہنے والی ہو اور چاہے عارضی ہو۔ ظاہر مذہب کے موافق یہی حکم ہے (محیط)۔
کوئی دیوانہ شخص یا چھوٹا بچہ اپنے پاس کچھ مال رکھتا ہو تو اس کے والد یا وصی یا دادا یا دادا کے وصی پر ان کے صدقۂ فطر کی ادائیگی واجب ہوگی۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ان کے جو غلام ہوں ان کا صدقۂ فطر ان کے مال سے ادا کیا جائے۔ ہاں جو بچہ ابھی بحالتِ حمل ہو اور اس کی پیدائش نہ ہوئی ہو اس کے صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا اس لئے کہ اس کی حیات کے متعلق کوئی یقینی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا (سراج الوہاج)۔
امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا لڑکا یا پوتا غریب ہو تو اس شخص کے ذمہ یہ واجب نہیں کہ وہ اس کی اولاد کی جانب سے صدقۂ فطر ادا کرے۔ ایسے ہی اپنے نا بالغ لڑکے یا کم سمجھ بیٹے کے غلاموں کی جانب سے ادا کرنا اس پر واجب نہ ہوگا۔ ظاہر روایت کے موافق اس کا غریب لڑکا مر گیا ہو تب بھی یہی حکم ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
ایک بچہ کے متعلق دو آدمی بیک وقت اس کے والد ہونے کے دعویدار ہوں تو ان دونوں پر اس بچہ کے کامل صدقۂ فطر کا وجوب[۲] ہوگا (ظہیریہ)۔ ان دونوں میں سے ایک اگر مالدار ہو اور دوسرا مفلس یا ایک کا انتقال ہوگیا ہو تو دوسرے شخص پر اس بچہ کے کامل صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا۔ البتہ بچہ کی والدہ کے صدقۂ فطر کا وجوب دونوں آدمیوں میں سے

۱؎ ایک متقال ساڑھے چار ماشہ کا قرار دیا جاتا ہے اور ایک استار کا وزن ایک تولہ آٹھ ماشہ اور دو رتی ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ایک رطل کا وزن تینتیس[۳] تولہ نو ماشہ۔ اور ایک صاع کا وزن آٹھ رطل یعنی دو سو ستر[۲۷] تولہ کے مساوی ہوگیا ۱۲۔
۲؎ اس کی شکل یہ ہے کہ ایک باندی کے دو شخص مالک ہوں۔ باندی کے بچہ پیدا ہونے پر دونوں بیک وقت اس کے نسب کے دعوے دار ہو جائیں، تو اس بچہ کو دونوں کی جانب منسوب کیا جائے گا، اور دونوں اس کے والد سمجھے جائیں گے ۱۲۔

ذمہ داری لی ہے (محیط سرخسی)۔
کسی آدمی کو اس قسم کا مال ملا جسے بیت المال میں اصولاً پہونچنا تھا اور اس آدمی نے اتفاقاً بیت المال سے اپنا حق واجب نہیں لیا تھا تو وہ دیانت داری کے ساتھ اس کے اندر اپنا حق رکھ لینے کا مختار ہے۔ ہاں امام کو اس بات کا حق ہے کہ خواہ کل مال بیت المال میں پہونچا دینے کا حکم دے دے اور خواہ اس کو اپنا حق لے لینے دے (قنیہ)۔

آٹھواں باب

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر کا وجوب اس شخص پر ہوتا ہے جو آزاد ہو، مسلمان ہو، اور ضروریاتِ اصلیہ سے زائد مقدارِ نصاب مال کا مالک بھی ہو (اختیار شرح مختار)۔ نصاب کے اندر بڑھنے والا مال ہونے کی شرط نہیں ہے۔ اس طرح کے نصاب پر رشتہ داروں کے نفقہ اور قربانی کا وجوب ہوتا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔
چار قسم کی اشیاء سے صدقۂ فطر ادا کر سکتے ہیں۔ گیہوں، کشمش، چھوہارے اور جَو (خزانۃ المفتین شرح طحاوی)۔
گیہوں میں آدھے صاع کا وجوب ہوتا ہے۔ چھوہارے اور جَو کے اندر ایک صاع کا۔ ان سب کے آٹے کا حکم بھی غلہ کا سا ہے۔ البتہ صدقۂ فطر کے اندر روٹی دینی درست نہ ہوگی، ہاں اگر قیمت لگالی جائے تو اس کے اعتبار سے روٹی دے سکتے ہیں، زیادہ درست قول یہی ہے۔
جامع صغیر میں تصریح ہے کہ امام ابوحنیفہؒ آدھی صاع کشمش دینے کا حکم فرماتے ہیں اس واسطے کہ کشمش کل کی کل کھائی جاتی ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ایک صاع دینے کی بھی نقل کی گئی ہے۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی میں جس شے سے صدقہ دیا جائے اسی کا اعتبار کریں اور زیادہ احتیاطی پہلو قیمت کی رعایت میں ہے (محیط سرخسی)۔
گیہوں کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص آٹا دے تو زیادہ اچھا ہے اور آٹے کی بہ نسبت زیادہ اچھا یہ ہے کہ نقد رقم دے کیونکہ رقم نقد ہوگی تو ضرورت مند اپنی مختلف قسم کی ضرورتیں پوری کر سکیں گے۔ ان چار اشیاء کے سوا صدقۂ فطر کی ادائیگی کسی دوسرے غلہ سے درست نہ ہوگی، ہاں باعتبارِ قیمت صدقہ دے سکتے ہیں۔ اصل چیز صدقہ میں دینے کا ثبوت نص سے ہے۔ عین شے کی بہ نسبت اگر قیمت دی جائے تو یہ زیادہ مناسب ہے۔ اسی قول پر فتویٰ دیا گیا ہے (جوہرہ نیرہ)۔
کوئی شخص عمدہ قسم کا گیہوں آدھے صاع کی جگہ چوتھائی صاع دے جس کی قیمت دوسری قسم کے گیہوں کے آدھے صاع کی قیمت کے برابر ہو یا بجائے اس کے کہ ایک صاع جَو دیتا آدھے اچھی قسم کے جَو دے دے تو کامل صدقۂ فطر کی ادائیگی نہ ہوگی بلکہ جس قدر مقدار دے دے اسی مقدار کی ادائیگی ہو جائے گی اور باقی کی ادائیگی واجب رہے گی۔ کسی نے اگر ایک صاع جَو کے بدلہ چوتھائی صاع گیہوں دے دیئے تو یہ درست نہیں (محیط سرخسی)۔
کسی نے آدھے صاع گیہوں، آدھے صاع چھوہارے، ایک من گیہوں یا آدھے صاع جَو اور چوتھائی صاع گیہوں دے دیئے تو احنافؒ اسے درست قرار دیتے ہیں۔ ایک صاع کے بغدادی آٹھ رطل ہوتے ہیں۔ اور ایک بغدادی

کوئی شخص معاملہ قطعی پختہ ہونے پر غلام خریدے لیکن اس پر قابض ہونے سے قبل عید کا روز گذر جائے اس کے بعد خریدنے والا اس پر قبضہ کرے تو اسی پر صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا۔ اگر قبضہ سے قبل غلام کا انتقال ہوگیا تو نہ فروخت کرنے والے پر صدقہ کا وجوب ہوگا اور نہ خریدنے والے پر (سراج الوہاج)۔

غلام کی بیع اگر فاسد طریقہ پر ہوا اور خریدنے والا عید کا دن گذرنے کے بعد اس پر قابض ہوا ہوا اور وہ قابض ہوکر اسے آزاد کردے تو اس غلام کے صدقۂ فطر کا وجوب فروخت کرنے والے پر ہوگا۔ اگر عید کے روز سے قبل خریدنے والا قبضہ کرلے اور بعد عید اس کو آزاد کرے۔ اس کے بعد اس کو اصل مالک لوٹالے، اس شکل میں خریدنے والے کے ذمّہ غلام کے صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص صدقہ کرنے کی خاطر غلام خریدے تو اس کے صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا (تاتارخانیہ)۔

زوجہ کے مہر میں کوئی غلام دے تو اس کے اندر تھوڑی سی تفصیل ہے۔ اگر مخصوص کرکے کوئی غلام دیدیا ہو تو زوجہ پر اس کے صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا۔ چاہے اس نے غلام پر قبضہ کیا یا نہ کیا ہو۔ اس لیئے کہ اس غلام کی عقد کے ساتھ ہی بیوی مالک ہوگئی۔ اگر ہم بستری سے پہلے زوجہ کو طلاق دے دے اس کے بعد عید آئے اور عورت غلام پر قابض نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں کسی پر بھی اس کے صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا۔ اور عورت کے قابض ہونے کی شکل میں بھی زیادہ صحیح قول کے موافق یہی حکم ہوگا (خزانۃ المفتین)۔

مہر کے اندر وہ غلام متعین نہ ہونے کی صورت میں بھی یہی حکم برقرار رہے گا (تاتارخانیہ)۔ کوئی شخص اپنے غلام سے یہ کہے کہ عیدالفطر کے روز آزاد قرار دیا جائے گا تو عید کا دن آتے ہی اس غلام کو آزاد قرار دیں گے۔ اور اس کی آزادی سے قبل اس کی جانب سے صدقۂ فطر کا مالک پر بلافصل وجوب ہوگا (جوہرہ نیرہ، فتاوی قاضی خاں)

زوجہ اور بالغ اولاد کے صدقۂ فطر کا وجوب مرد پر نہ ہوگا، خواہ وہ ان کے اخراجات کا کفیل ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ ان کی طرف سے بلا اُن کے خواہش کیئے صدقۂ فطر ادا کردے تو استحساناً صدقہ ادا ہونے کا حکم ہوگا (ہدایہ) اسی قول پر فتویٰ دیا گیا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ جن افراد کی پرورش و نان ونفقہ اس کے ذمہ نہ ہو اس کو چاہیئے کہ ان کا صدقۂ فطر یہ نہ دے۔ مگر وہ دینے کے لیئے کہدیں تو دینا درست ہے (محیط)۔

دادا، دادی اور وہ لوگ جن کے خرچ کو آدمی بطور اخلاق برداشت کرلیتا ہے ان کے صدقۂ فطر کا وجوب اس کے ذمہ نہ ہوگا (تبیین)۔ والدین کے صدقہ کا وجوب لڑکے کے ذمہ نہ ہوگا، خواہ لڑکا ہی ان کا خرچ کیوں نہ اٹھاتا ہو۔ اس لیئے کہ اس کو والدین پر حق ولایت حاصل نہیں ہے جیسے بالغ اولاد کے صدقہ کا وجوب والد پر نہیں ہوتا (جوہرہ نیرہ)۔ کوئی آدمی اپنے نابالغ بھائی اور دیگر عزیزوں کے اخراجات کا ذمّہ دار کیوں نہ ہو، تب بھی اُن کے صدقۂ فطر کا وجوب اس پر نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

صدقۂ فطر کے واجب ہونے کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ صدقہ کا واجب ہونا ولایت و ذمہ داری سے متعلق ہوتا ہے جس شخص کے ذمہ کسی کا نفقہ اور ولایت ہو اس کی جانب سے صدقۂ فطر کا وجوب بھی اس پر ہوگا ورنہ وجوب نہ ہوگا (شرح طحاوی)

واجب ہے کہ ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک مسکین کو دے دیا جائے۔ دو یا دو سے زائد کو دینا درست نہ ہوگا۔ یہ جائز ہے کہ ایک مسکین کو ایک جماعت کا صدقۂ فطر دیدیا جائے (تبیین)۔

کسی شخص کا ایسی حالت میں انتقال ہوا کہ زکوٰۃ یا صدقۂ فطر یا نذر اور کفارہ وغیرہ کا اس پر وجوب ہوچکا تھا تو

کسی پر نہ ہوگا (خلاصہ)۔

کوئی شخص اپنی نابالغہ بیٹی کا عقد کرکے خاوند کے سپرد کردے تو اس کے بعد آنے والی عید پر لڑکی کا صدقۂ فطر والد کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔ (تاتارخانیہ)۔ جو غلام کسی شخص کی ذاتی خدمت کے واسطے ہوں، ان کے صدقۂ فطر کا وجوب اسی شخص پر ہوگا، خواہ وہ غلام مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ احناف ؒ فرماتے ہیں اپنی ام ولد اور مدبرہ کی جانب سے بھی صدقۂ فطر کی ادائیگی واجب ہوگی۔ وہ غلام جو کرایہ پر دے رکھا ہو اور وہ غلام جنہے تجارتی معاملات کی اجازت ہو، اُن کا صدقۂ فطر مالک پر واجب ہوگا، چاہے قیمتِ غلام کے مساوی مالک نے قرض ہی کیوں نہ لے رکھا ہو۔ کوئی مرنیوالا یہ وصیت کرے کہ اس کا غلام فلاں آدمی کا خادم رہے گا تو مالک ہی پر اس کے صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا۔ اسی طرح جو غلام کسی سے عاریتاً لیا ہو یا کسی شخص کے پاس بطور امانت ہو۔ وہ غلام جو قصداً یا غلطی سے کسی جرم کا ارتکاب کرے تو یہ غلام جس کے پاس ہوگا اسی پر اس کے صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا۔ اس واسطے کہ ملکیتِ مالک اس وقت ختم ہوگئی جبکہ غلام اُس آدمی کے حوالہ کیا گیا جس کا یہ غلام مجرم ہو حوالہ کرنے سے قبل ملکیتِ مالک ختم نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)۔

اگر رہن رکھے ہوئے غلام کی قیمت اس قدر ہو کہ قرض کے بعد بھی وہ مقدارِ نصاب سے زیادہ ہو تو اس کی جانب سے صدقۂ فطر کی ادائیگی واجب ہوگی۔ اور بسبب اس کے اپنی جانب سے بھی صدقہ دینا واجب ہوجائے گا (تبیین)۔

احناف ؒ فرماتے ہیں تجارتی غلاموں کے صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا۔ وہ غلام جو اجازت یافتہ ہو اس کے غلاموں کے صدقہ کا وجوب بھی اس شخص پر نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

مکاتب کی جانب سے صدقۂ فطر نہ دیا جائے، سبب اس کا یہ ہے کہ اس غلام پر کامل ملکیت حاصل نہیں اور خود مکاتب غلام کو بھی صدقۂ فطر نہ دینا چاہیئے۔ اس لیئے کہ وہ تو خود ضرورت مند ہے۔ مکاتب کا کوئی غلام ہو تو اس کے صدقۂ فطر کا وجوب بھی مالک کے ذمہ نہ ہوگا اور نہ مکاتب پر واجب ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں جزوی طور سے آزاد شدہ غلام کا حکم بھی مکاتب کا سا ہے۔ مالک پر اس کے بھی صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا۔ امام ابویوسف ؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حیثیت قرضدار آزاد شخص کی سی ہے کہ اس پر اگر وہ مالدار ہو تو صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا، ورنہ واجب نہ ہوگا (سراج الوہاج)۔ مکاتب اگر مکاتبت کے حق کی ادائیگی سے معذور ہو کر پھر غلامی قبول کرلے تو مالک کے اوپر گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔ اور اگر اس کی حیثیت خادم غلام کی تھی تو صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

ایک یا متعدد غلاموں میں دو شخص شریک ہوں تو ان کی طرف سے صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا۔ کسی شخص کا غلام فرار ہوجائے، یا کافروں نے مقید کر رکھا ہو، یا کسی نے چھین کر واپسی سے انکار کردیا تو اس صورت میں مالک پر صدقۂ فطر کا وجوب نہ ہوگا اور نہ خود ان غلاموں پر اپنے صدقۂ فطر کا دینا واجب قرار دیا جائے گا (تبیین)۔

اگر بھاگا ہوا غلام لوٹ آیا یا جو غلام چھین لیا گیا تھا لوٹا دیا گیا اور عید کا روز گذر چکا تھا تو غلام کی طرف سے مالک پر اس عید کے صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی غلام اس شرط کے ساتھ خریدا گیا کہ فروخت کرنے والے یا خریدنے والے یا دونوں کو حقِ خیار حاصل ہے یا کسی اور شخص کے واسطے خیار کی شرط کی اور اسی مدتِ خیار کے اندر عید گذر جائے تو اس کے صدقۂ فطر کے موقوف رہنے کا حکم ہوگا۔ یعنی معاملہ طے ہوجائے تو خریدنے والے پر صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا ورنہ صدقۂ فطر فروخت کرنے والے پر واجب ہوگا لیکن خریدنے والا غلام پر قبضہ کرنے کے بعد واپس کرے تو اس شکل میں خریدنے والے پر صدقۂ فطر کا وجوب ہوگا (خزانۃ المفتین)۔

مقررہ وقت

فجرِ ثانی کے ظاہر ہونے پر روزہ کے وقت کا آغاز ہوجاتا ہے۔ اس سے مراد وہ روشنی ہے جو مشرقی افق میں پھیل جاتی ہے۔ سورج کے چھپ جانے پر روزہ کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اختلاف اس بارے میں یہ ہے کہ فقط فجر کا طلوع ہونا معتبر ہے یا پو پھٹنے اور روشنی کے پھیل جانے تک روزہ کا وقت باقی رہتا ہے۔ شمس الائمہ حلوائیؒ فرماتے ہیں کہ اول قول میں احتیاطی پہلو زیادہ ہے اور دوسرے قول کے اندر زیادہ وسعت و گنجائش ہے (محیط)۔...... اکثر علماء (فقہاء) اسی قول کو اختیار فرماتے ہیں (خزانۃ الفتاویٰ کتاب الصلوٰۃ)۔

کوئی شخص اگر یہ سوچ کر سحری کھالے کہ ابھی رات ختم نہیں ہوئی اور حقیقتاً صبح ہوچکی ہو، یا یہ سوچ کر کہ سورج چھپ گیا ہے افطار کرلے درآں حالے کہ ابھی سورج نہ چھپا ہو تو اس کو فقط روزہ کی قضا کرنی پڑے گی کفارہ واجب نہ ہوگا، وجہ یہ ہے کہ اس نے قصداً وقت سے پہلے روزہ افطار نہیں کیا ہے (محیط سرخسی)۔

فجر کے طلوع کے بارے میں شبہ ہو تو زیادہ اچھا یہ ہے کہ کھانا پینا ترک کردے لیکن کوئی کھالے تو روزہ ہوجائے گا جب تک کہ فجر کے طلوع ہونے کے بعد کھانے کا یقینی طریقہ سے علم نہ ہوجائے اور اس شکل میں اسے اس روزہ کی قضا کرنی پڑے گی (فتح القدیر)۔ اگر وہ یہ ظنِ غالب رکھتا ہو کہ اس نے سحری اس وقت کھائی جب کہ صبح ہوچکی تھی تو اس غالب گمان کے موافق اس پر روزہ کی قضا کا وجوب ہوگا۔ احتیاطی پہلو یہی ہے۔ البتہ روایت کے ظاہر کے موافق اس پر قضا واجب نہ ہوگی (ہدایہ)۔ درست قول یہی ہے (سراج الوہاج)۔

یہ حکم اس شکل میں ہے جبکہ صبح کے ہونے نہ ہونے کا نمایاں ثبوت نہ ہو۔ اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے اور نمایاں ہوجائے کہ سحری فجرِ طلوع ہونے کے بعد کھائی گئی تو اس پر فقط قضا کا وجوب ہوگا کفارہ واجب نہ ہوگا (تبیین)۔

دو آدمی فجر کے طلوع نہ ہونے کی اور دو آدمی فجر کے طلوع ہونے کی شہادت دیں۔ پھر فجر کے طلوع ہونے کا علم ہوتو اس صورت میں اس شخص پر تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے اور فجر طلوع ہونے کی شہادت کو قبول کیا جائے گا اور انکار کی شہادت جب اقرار کی شہادت کے خلاف ہوگی تو وہ معارض قرار پائے گی اور اقرار کی گواہی کو رد نہ کرسکے گی جس طرح حقوق العباد میں ایک ضابطہ ہے۔ اگر کوئی شخص فجر طلوع ہونے کی شہادت دے اور دوسرا شخص اس کی گواہی دے کہ فجر طلوع نہیں ہوئی۔ پھر وہ شخص سحری کھالے۔ پھر حقیقتاً صبح ہونے کا علم ہوا ہو تو اس پر کفارہ کا وجوب نہ ہوگا اس لیے کہ فجر طلوع ہونے کے متعلق ایک شخص کی گواہی کامل حجت نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص سحری کھا رہا تھا کہ کچھ آدمیوں نے اس کے پاس پہونچ کر فجر کے طلوع ہونے کی شہادت دی، وہ شخص یہ کہکر کہ اب میرا روزہ ہی کہاں رہا، میرا روزہ جاتا رہا کھانا شروع کردیا پھر صحیح صورتِ حال کا علم ہوا کہ وہ فجر کے طلوع ہونے سے پہلے کھا چکا تھا اور اس کا دوبارہ کھانا فجر طلوع ہونے کے بعد تھا۔ اس صورت میں حاکم ابو محمدؒ کہتے ہیں کہ شہادت دینے والا اگر پورا گروہ ہوا اور وہ شخص ان کی شہادت کی تصدیق کرے تو اس پر کفارہ کا وجوب ہوگا اور فجر طلوع ہونے کا شاہد ایک شخص ہو جاہے وہ شخص عادل ہو یا عادل نہ ہو تو اس پر کفارہ کا وجوب ہوگا اس لیے کہ ان شکلوں میں ایک شخص کی شہادت قابلِ قبول نہ ہوگی (خلاصہ)۔

کوئی شخص اپنی اہلیہ سے کہے دیکھو کہ صبح ہوگئی یا نہیں۔ وہ دیکھ کر لوٹے اور صبح نہ ہونے کے متعلق کہے، پھر اس کا شوہر اس سے ہمبستری کرے اس کے بعد فجر کے طلوع ہونے کا علم ہو تو بعض فرماتے ہیں اگر ثقہ عورت ہو اور مرد عورت کی تصدیق بھی کردے تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ درست یہ ہے کہ کسی شکل میں مرد پر کفارہ واجب نہ ہوگا بلکہ عورت پر کفارہ کا وجوب ہوگا بشرطیکہ فجر طلوع ہونے سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی وہ روزہ توڑے (فتاویٰ قاضیخاں)

احناف رح فرماتے ہیں کہ اس کے ترکہ سے زکوٰۃ وغیرہ نہ لیں گے۔ البتہ اس کے ورثاء تبرعاً اور بنیتِ ثواب ادا کردینگے تو ادا کرنا درست ہوگا، مگر ان کو ادائیگی پر مجبور نہیں کرسکتے۔ کوئی آدمی واجب صدقات میراث سے ادا کیئے جانے کی وصیت کرگیا ہو تو درست ہے اور وصیت کو اس کے تہائی مال سے پورا کیا جائے گا (جوہرہ نیرہ)۔

کسی عورت کا شوہر اس سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کے لیئے کہے اور وہ اپنے صدقہ کے گیہوں شوہر کے صدقہ کے گیہوں میں مخلوط کر کے کسی مفلس کو دے دے اور شوہر سے اجازت نہ لی ہو تو امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ عورت کے صدقۂ فطر کی ادائیگی تو ہوگئی مگر شوہر کا صدقۂ فطر ادا نہ ہوا (ظہیریہ)۔

کوئی شخص اپنے اہل وعیال کی جانب سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کی خاطر پیمانہ کے ذریعہ گیہوں ناپے۔ اس کے بعد سب کو جمع کر کے تمام کی نیت کرتے ہوئے مستحقین میں تقسیم کردے تو سب کے صدقۂ فطر کی ادائیگی ہوجائے گی۔ جو زکوٰۃ کا مصرف ہے وہی صدقۂ فطر کا بھی مصرف ہوگا (خلاصہ)۔

کتابُ الصّوم

اس میں سات باب ہیں۔ پہلے باب میں، تعریفِ روزہ اس کی قسموں، اس کی وجوہات اور اوقات وشرائط کا بیان ہے۔

روزہ کی تعریف

صبح صادق کے ظاہر ہونے سے سورج کے چھپنے تک کھانے پینے اور جنسی ملاپ سے پرہیز کو شرعاً روزہ کہا جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ جس شخص میں روزہ رکھنے کی اہلیت ہو وہ عبادت وثواب جان کر روزہ رکھ رہا ہو (کافی)۔ روزہ تین قسموں پر مشتمل ہے۔ فرض، واجب اور نفل۔ پھر فرض دو قسموں پر مشتمل ہے۔ فرضِ معین مثلاً ماہِ رمضان کے روزے، دوسرے واجب معین مثلاً نذر کے روزے۔ واجب غیر معین مثلاً وہ روزے جو مطلق نذر کے ہوں اور ماہِ رمضان کے قضا شدہ روزے، نیز نفلی روزے، ان تمام روزوں کا شمار ایک ہی قسم میں ہوگا (تبیین)۔

روزہ کی بہت سی وجوہات اور سبب قرار دیئے گئے ہیں، نذر اور کفارہ کے روزوں کے واجب ہونے کا سبب قسم اور قتل کے جرم کا ارتکاب ہے۔ جو سبب ان کے واجب ہونے کا ہے وہی ان کی قضا کا سبب ہے (فتح القدیر)۔

ابوزید فخر الاسلام رح اور صدر الاسلام رح فرماتے ہیں، رمضان کے مہینہ کے روزوں کا سبب دن کا وہ اول جز قرار دیا گیا ہے جس کا تجزیہ ممکن نہیں (کشف کبیر)۔

صاحب غایۃ البیان فرماتے ہیں کہ حق بات یہی ہے اور امام الہندی اسے ہی درست قرار دیتے ہیں (نہر الفائق)۔

کوئی شخص رمضان کی پہلی رات میں صحت مند ہو اور بوقتِ صبح دیوانگی کا دورہ پڑے اور مہینہ بھر دیوانگی طاری رہے تو اس پر ان روزوں کی قضاء کا وجوب نہ ہوگا۔ شمس الائمہ حلوائی رح بھی یہی ذکر فرماتے ہیں۔ اور درست قول یہی ہے۔ (بحر الرائق)۔ اسی قول پر فتویٰ دیا گیا ہے (معراج الدرایہ)۔

ایسے ہی اگر کوئی شخص رمضان کی نصف شب میں صحت مند ہو اور صبح کے وقت دیوانگی کا دورہ پڑ جائے تو اس پر بھی ان روزوں کی قضا کا وجوب نہ ہوگا (محیط، بحر الرائق)۔ تندرستی سے وہ تندرستی مراد ہے جس میں دیوانگی قطعاً ختم ہوجائے اگر اس کی گفتگو میں کچھ نہ کچھ بیماری کا اثر موجود ہو تو اس کو افاقہ اور تندرستی قرار نہ دیں گے (زاہدی)۔

کوئی آدمی یہ نیت کرے کہ اگر کل کسی نے مجھے مدعو کیا تو روزہ نہ رکھوں گا اور اگر کسی نے مدعو نہ کیا تو روزہ رکھ لوں گا۔اس طریقہ سے نیت کی تو وہ روزہ دار شمار نہ ہوگا۔کوئی شخص رمضان کے اندر بوقتِ صبح نہ روزہ کی نیت کرے اور نہ دن کے وقت کچھ کھائے پیئے حالانکہ اس کو ماہِ رمضان کا علم ہو۔شمس الائمہ حلوائی رح اس صورت میں بواسطۂ فقیہ ابوجعفر رح ہمارے اصحابؒ کی دو روایات اس شخص کے روزہ دار ہونے کے متعلق نقل فرماتے ہیں۔زیادہ ظاہر قول کے موافق اس کو روزہ دار شمار نہیں کریں گے (محیط)۔

اگر روزہ رکھنے والا روزہ توڑنے کا قصد کرے مگر نیت کے سوا نہ کچھ کھائے نہ پیئے تو اس کے روزہ کو کامل قرار دیں گے (فتاح کرمانی)۔وقتِ نیت کا آغاز سورج غروب ہونے کے بعد سے ہوگا۔سورج چھپنے سے قبل نیت صحیح نہ ہوگی (محیط سرخسی)۔

اگر سورج چھپنے سے قبل اگلے دن کے روزہ کی نیت کی گئی اور اس کے بعد نیند آگئی یا بے ہوشی یا غفلت طاری ہوگئی یہاں تک کہ اگلے روز کا آفتاب بھی غروب ہوگیا تو یہ درست نہیں۔اور اگر اس نے سورج چھپنے کے بعد نیت کی ہو تو درست ہے (خلاصہ)۔روزے چاہے رمضان کے ہوں یا نفلی، یا نذر معین کے ہوں، ان سب میں اس روز کے روزہ کی نیت کرلی گئی تو درست ہے اور اگر مطلق ہی روزہ کی نیت کرلی گئی تب بھی درست ہے۔روزہ نفلی ہو تو اس کے رات سے اگلے روز کے دوپہر سے قبل تک کسی بھی وقت نیت کرلے تو درست ہوگی (جامع صغیر)۔قدوری نے اس کے ساتھ زوال کے بیچ کے الفاظ ذکر فرمائے ہیںؐ۔قولِ اول درست قرار دیا گیا ہے۔نیت کے سلسلہ میں مقیم و مسافر صحت مند و بیمار سب یکساں ہیں (تبیین)۔زوال سے قبل نیت کرلی تو درست ہوگی بشرطیکہ فجر طلوع ہو جانے کے بعد سے اس وقت تک نہ کچھ کھایا پیا ہو اور نہ ہمبستری وغیرہ روزہ کو توڑنے والا کوئی عمل کیا ہو، نہ ارادہ سے نہ بھول کر ورنہ پھر زوال کے وقت یا بعدِ زوال نیت صحیح قرار نہ دیں گے (شرح طحاوی)۔

کوئی شخص دن کے اندر نیتِ روزہ کرے تو اسے یہ نیت کرنی چاہیئے کہ وہ دن کی ابتداء سے روزہ دار ہے، وقتِ نیت سے روزہ رکھنے والا ہونے کی نیت صحیح نہ ہوگی اور وہ اس صورت میں روزہ دار شمار نہ ہوگا (جوہرنیرہ، سراج الوہاج)۔

کوئی شخص رمضان کی شب یا دن میں بے ہوش ہوجائے تو اگر زوال سے قبل اس کو ہوش آجائے، اور وہ نیتِ روزہ کرلے تو یہ نیت کافی ہوگی، پاگل کا حکم بھی یہی ہوگا (محیط سرخسی)۔

ایسے ہی کوئی آدمی نعوذ باللہ رمضان کے دن مرتد ہوجائے اور دوبارہ اسلام قبول کرلے اور قبلِ زوال نیتِ روزہ کرلی تو اس کے روزہ کو درست قرار دیں گے (فتاویٰ قاضی خاں)۔زیادہ اچھا یہ ہے کہ ایسا روزہ جس کی نیت دن کے اندر بھی صحیح ہوجاتی ہو اس کی نیت رات سے ہی کرلی جائے (خلاصہ)۔متعین کرکے روزہ کی نیت کرنی چاہیئے (اختیار شرح مختار)۔رمضان کے مہینہ میں اگر کوئی شخص کسی اور واجب روزہ کی نیت کرلے تو اس شکل میں بھی وہ رمضان ہی کا روزہ شمار کیا جائے گا، اس میں دوسرا واجب شدہ روزہ ادا نہ ہوگا۔امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مقیم و مسافر کا حکم یکساں ہے۔امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں مسافر نے رمضان کے مہینہ میں کسی اور واجب شدہ صورت میں روزہ کی نیت کرلی ہو تو اس واجب شدہ روزہ کی ادائیگی ہوجائے گی۔اور اس کے نفل روزہ کی نیت کرنے کی شکل میں دو طرح کی روایات ہیں (کافی)۔درست قول یہ ہے کہ اس شکل میں یہ رمضان کا روزہ قرار دیا جائے گا (محیط)

بیمار کے سلسلہ میں درست روایت کے مطابق اگر وہ بحالتِ سفر نفلی روزہ رکھے گا تو وہ رمضان کا سمجھا جائے گا (کافی)۔

ؐ یعنی کوئی شخص فجر کے طلوع ہونے کے بعد زوال سے قبل کے درمیانی حصہ میں نیتِ روزہ کرلے ۱۲۔

خلاصہ)۔غروبِ آفتاب کے اندر اگر شبہ ہو تو افطار درست نہیں ہے (کافی)۔ اگر وہ کھالے اور اسے آفتاب کے غروب ہونے کا علم نہ ہو تو روزہ کی قضا کا وجوب ہوگا۔ ایک روایت کی رُو سے کفارہ کا وجوب ہوگا اور دوسری روایت کے موافق کفارہ واجب نہ ہوگا (تبیین)۔ فقیہ ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کفارہ واجب ہونے کے قول کو پسند کیا گیا ہے (فتح القدیر)۔

اگر اس کی تحقیق ہوگئی کہ اس نے حقیقتاً سورج غروب ہونے سے قبل افطار کیا ہے تو اس پر کفارہ کا وجوب ہوگا (تبیین)۔ اگر غالب گمان یہ ہو کہ ابھی آفتاب چھپا نہیں اور پھر بھی افطار کرلے تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ اس لیئے کہ ابھی دن کے باقی رہنے کا ثبوت ہے اور اس کا ظنِ غالب بھی یہی ہے تو گویا یقین کے ساتھ دن ہونے کا علم ہوگیا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ چاہے یہ بات ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو کہ وہ سورج چھپنے سے قبل افطار کرچکا ہے یا نہیں (تبیین)۔ اگر دو آدمیوں نے سورج غروب ہونے کی شہادت دی اور دوسرے شخص نے آفتاب غروب نہ ہونے کی۔ پھر وہ افطار کرے اور پھر اس کا علم ہو کہ حقیقتاً آفتاب غروب نہیں ہوا تھا تو تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ اس پر قضا کا وجوب ہوگا کفارہ واجب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص اندازہ سے سحری کھانے کا قصد کرے تو یہ درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے لیئے خود یا کسی اور کے ذریعہ فجر کے طلوع ہونے کا علم ممکن نہ ہو۔ شمس الائمہ حلوائیؒ بیان فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ظنِ غالب کے تحت سحری کھائی ہو تو اس کے اندر کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ جبکہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہو جن پر فجر کے طلوع ہونے کا حال پوشیدہ رہنا ممکن نہیں اور اگر وہ ان لوگوں میں ہے جن پر طلوعِ سحر کا حال پوشیدہ رہتا ہو تو درست دستور ہے کہ کھانا ترک کردیا جائے۔ اور کوئی شخص سحر کے وقت بجنے والے نقارہ کی آواز پر کھانے کا قصد کرے تو اس کے اندر گنجائش ہوگی اس لیئے کہ اس کی آواز ہر جانب پہونچے گی۔ ہاں اگر اس نے نقارہ کی ایک ہی آواز سنی اور یہ اس سے آگاہ ہو کہ نقارچی عادل ہے تو اس کو اسی آواز پر اعتماد کرتے ہوئے سحری کھالینی چاہیئے۔ اور اگر اس کے عادل ہونے نہ ہونے کا علم نہ ہو تو بطورِ احتیاط سحری نہ کھانی چاہیئے۔ کوئی شخص مرغ کی بانگ معتبر مان لے تو بعض مشائخ کہتے ہیں کہ درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے اندر کچھ مضائقہ نہ ہوگا جبکہ وہ بارہا مرغ کے ٹھیک وقت پر بانگ دینے کا تجربہ کرچکا ہو۔ شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں کہ روایت کے ظاہر کے موافق اندازہ سے افطار کرلینا ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب ہے (محیط)۔

کچھ شرائط

روزہ کے واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں کہ روزہ دار مسلمان باہوش اور بالغ ہو۔ ادائیگی واجب کی شرط یہ ہے کہ صحت مند اور مقیم ہو (مسافر نہ ہو)۔ صحیح طور پر ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ روزہ کی نیت کی گئی ہو اور عورت ہو تو وہ حیض (ماہواری) و نفاس میں مبتلا نہ ہو (کافی، نہایہ)۔ نیت کا مطلب یہ ہے کہ اس روزہ کے رکھے جانے سے آگاہ ہو (خلاصہ، محیط سرخسی)۔ مسنون اس کے اندر یہ ہے کہ الفاظِ نیت زبان سے ادا کیئے جائیں (نہرالفائق)۔

احنافؒ فرماتے ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں روزانہ نیت واجب نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ ماہِ رمضان میں سحری کھالینا ہی نیت میں شمار ہوتا ہے جیسے نجم الدین نسفیؒ ذکر فرماتے ہیں۔ اسی طرح رمضان کے سوا کسی اور دن میں بھی سحری کھانے کا شمار نیت میں ہوگا۔ کوئی شخص سحری کھا کر صبح کو روزہ نہ رکھنے کا قصد کرے تو نیتِ روزہ نہیں ہوئی اور اگر کوئی شخص رات سے تو نیتِ روزہ کرے اس کے بعد فجر طلوع ہونے سے قبل اپنی اس نیت کو ختم کرڈالے تو تمام روزوں میں یہ معتبر ہے (سراج الوہاج)۔

کوئی یہ کہے کہ میں کل انشاء اللہ روزہ رکھوں گا تو اس نیت کو درست قرار دیں گے۔ درست قول یہی ہے (ظہیریہ)

کوئی شخص مختلف قسم کے روزوں کی نیت کرے جن کا مؤکد اور فرض ہونے کے اعتبار سے ایک ہی درجہ ہو تو ان میں جو قسم قابلِ ترجیح ہوگی اسی قسم کا روزہ شمار کیا جائے گا۔ لیکن اگر ایک نوع کو دوسری پر کسی اعتبار سے فوقیت نہ دے سکیں تو دونوں میں سے کسی نوع کے روزہ کی ادائیگی نہ ہوگی۔

کوئی آدمی بیک وقت قضائے رمضان اور نذر کی نیت کرلے تو از روئے قاعدۂ استحسان اس روزہ کو قضائے رمضان کا قرار دیا جائے گا۔ اگر شب ہی سے یا دن کے اندر روزۂ نذرِ معین و نفل کی نیت کرلے یا شب ہی سے نذرِ معین و نیتِ کفارہ کرلے تو تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ نذرِ معین کے روزہ کی ادائیگی ہوگی (سراج الوہاج)۔

کوئی شخص بیک وقت قضائے رمضان اور نیتِ کفارۂ ظہار کرے تو اس شکل میں استحسان کے طور پر قضا روزہ کی ادائیگی ہوجائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے (ذخیرہ)۔

ظہار کے کفارہ، قتل کے کفارہ یا قضائے رمضان اور قتل کے کفارہ کی کوئی شخص بیک وقت نیت کرے تو تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ قتل کے کفارہ کی نیت درست ہوگی (محیط)۔ کوئی شخص بیک وقت کفارہ و نفل کی نیت کرے تو استحسان کے طور پر کفارہ کے روزہ کی ادائیگی ہوجائے گی (ذخیرہ)۔ حیض کے درمیان کوئی عورت نیتِ روزہ کرلے اور فجر کے طلوع ہونے سے قبل وہ پاک صاف ہوگئی تو اس کے روزہ کو درست قرار دیں گے (سراج الوہاج)۔

کوئی شخص کفارۂ قسم اور نیتِ قضا بیک وقت کرے تو نہ کفارہ کے روزہ کی ادائیگی ہوگی اور نہ قضا کے روزہ کی اس لیئے کہ امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ دونوں روزوں کے اندر تعارض (اختلاف) ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بیک وقت دونوں روزے نہیں رکھے جاسکتے۔ البتہ نفلی روزہ کی ادائیگی ہوجائے گی (محیط)۔

اگر بعد صبح نیتِ قضا کرے تو قضا روزہ کی ادائیگی نہ ہوگی مگر نفلی روزہ کی ابتداء ہوجائے گی۔ اس صورت میں اگر اس کو توڑ دیا گیا تو اس کے ذمہ قضا کا وجوب ہوجائے گا (ذخیرہ)۔

دوسرا باب

رُویتِ ہلال اور اس کے احکامات

یہ بات شرعاً مسلمانوں پر لازم و واجب قرار دی گئی ہے کہ اُنتیس ۲۹ شعبان کو سورج چھپنے کے وقت چاند تلاش کریں۔ چاند دکھائی دے جائے تو اگلے روز روزہ رکھا جائے اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو ماہِ شعبان کے تیس ۳۰ روز کامل کرلیئے جائیں۔ (اختیار شرح مختار)۔ اسی طریقہ سے شعبان کے حساب کی تکمیل کے لیئے انتیس رجب کو کوشش کریں کہ شعبان کا چاند نظر آجائے۔ اس بات کے اندر اختلاف ہے کہ رویتِ ہلال کے بارے میں واقعی صاحب کمال اور عادل نجومیوں کی جانب رجوع کرسکتے ہیں یا نہیں۔ درست یہ ہے کہ ان کا قول معتبر نہ ہوگا (سراج الوہاج)۔ خود نجومی کو بھی نجومی نقشہ کے مطابق عمل کرنا درست نہ ہوگا۔ (معراج الدرایہ)۔

رویتِ ہلال کے وقت اس کی جانب اشارہ باعثِ کراہت ہے (ظہیریہ)۔ زوال سے قبل یا زوال کے بعد رُویتِ ہلال ہوئی تو اس نظر آنے کی وجہ سے نہ روزہ رکھیں گے اور نہ روزہ توڑ سکتے ہیں اور اس چاند کو اگلی رات

بیمار اور مسافر رمضان کے مہینہ میں مطلق نیتِ روزہ کرلیں تو اسے رمضان کا روزہ قرار دیا جائے گا (محیط)۔ نذر اگر معین ہو اور اس میں کسی اور واجب کی نیت کرتے ہوئے روزہ رکھے مثلاً رمضان کی قضا، یا کفارۂ رمضان کے روزے تو اسی واجب شدہ روزہ کی ادائیگی ہوگی اور نذر کے روزہ کی قضا رکھے گا (سراج الوہاج)۔ زیادہ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (بحرالرائق) روزے قضا اور کفارہ کے ہوں تو ان کے اندر شب سے ہی نیتِ روزہ کرنی چاہیئے اور روزہ کی قسم بھی متعین کی جائے (نقایہ)۔ یہی حکم نذرِ مطلق کا قرار دیا جائے گا (سراج الوہاج)

اگر قیدی کو اس بارے میں شک ہو کہ رمضان شروع ہو چکا یا نہیں اور وہ اندازہ سے روزہ رکھ لے تو درست ہے بشرطیکہ اس نے ان روزوں کو رمضان کے بعد رکھا ہو اور وہ روزے عید یا ایامِ تشریق کے بھی نہ ہوں اور نیتِ روزہ شب سے ہی کی گئی ہو۔ رمضان سے پہلے ان روزوں کو رکھا ہو تو فرض روزوں کی ادائیگی نہ ہوگی (محیط) اور نیتِ قضا اس کے اندر شرط قرار نہیں دی گئی، درست قول یہی ہے اس لیئے کہ اس نے واجب شدہ رمضان کے روزہ کی نیت کی (بدائع)۔

اگر ان قضا شدہ روزوں کو شوال میں رکھا ہو اور اُس برس اتفاق سے رمضان و شوال تیس[۳۰] دن کے یا اُنتیس[۲۹] دن کے ہو گئے ہوں تو اس پر ایک روزہ کی قضا کا وجوب ہوگا۔ اگر رمضان کا مہینہ تو تیس[۳۰] کا ہوا ہوا ور شوال کا اُنتیس[۲۹] کا ہوا ہو تو دو روز کی قضا کا وجوب ہوگا۔ اور رمضان انتیس[۲۹] کا ہوا ہوا ور شوال کا مہینہ تیس[۳۰] روز کا تو کسی روز کی قضا واجب نہ ہوگی۔ اگر ذی الحجہ کے مہینہ میں اس کے روزے رکھے گئے ہوں تو دیکھیں گے کہ اس برس ماہِ رمضان و ذی الحجہ دونوں تیس[۳۰] دن کے ہوئے تھے یا اُنتیس[۲۹] دن کے۔ اگر اُنتیس[۲۹] دن کے ہوئے ہوں تو اس کے ذمہ چار روز کی قضا کا وجوب ہوگا۔

اگر رمضان کا مہینہ اُنتیس[۲۹] روز کا اور ذی الحجہ کا تیس[۳۰] روز کا ہوا ہو تو تین روز کی قضا واجب ہوگی۔ اور رمضان تیس روز کا اور ذی الحجہ انتیس[۲۹] دن کا ہو جائے تو پانچ روز کی قضا واجب ہوگی۔ اگر وہ شخص ان روزوں کو ماہ ذی قعدہ یا کسی دوسرے مہینے کے اندر رکھے، اس صورت میں ماہِ رمضان اور دوسرا مہینہ کامل تیس[۳۰] یوم کے ہوئے ہوں یا اُنتیس روز کے ہوئے ہوں۔ یا دوسرا مہینہ پورے تیس[۳۰] روز کا ہوا ہو تو اس پر کسی دن کی قضا کا وجوب نہ ہوگا۔ اگر ماہِ رمضان انتیس[۲۹] روز کا اور دوسرا مہینہ کامل تیس[۳۰] روز کا ہوا ہو تو اس شکل میں ایک روز کی قضا کا وجوب ہوگا (سراج الوہاج)۔

کسی آدمی نے ناواقفیت کی بناء پر دارالحرب کے اندر رمضان سے قبل ہی اس کے روزے رکھ لیئے ہوں اور ہر برس اس کا یہی معمول رہا ہو تو تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کے پہلے برس کے روزوں کی ادائیگی نہ ہوگی۔ مگر کیا دوسرے برس کے روزوں کو پہلے سال کی اور تیسرے برس کے روزوں کو دوسرے سال کی قضا سمجھیں گے یا نہیں؟۔ فقیہہ ابوجعفرؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مبہم طریقہ سے یہ کہے کہ رمضان کے روزوں کی نیت کر رہا ہوں تو روزوں کی ادائیگی ہو جائے گی۔ اور اگر واضح طور پر یہ نیت کرے کہ یہ روزے دوسرے سال کے ہیں تو فرض روزوں کی ادائیگی نہ ہوگی۔ زیادہ درست قول یہی ہے (محیط)۔

کسی شخص پر ایک رمضان کے دو[۲] روزوں کی قضا کا وجوب ہوا ہو تو نیت اس طور سے کی جائے کہ میں نے اس رمضان کے اول روزہ کی نیت کی جس کی قضا میرے اوپر واجب ہے۔ چاہے اول روزہ متعین نہ کرے تب بھی روزہ کی ادائیگی ہو جائے گی۔ مختار قول یہی قرار دیا گیا ہے بلکہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قضا روزہ کی نیت کرتا ہوں اور اس کے سوا کوئی نیت نہ ہو تب بھی روزہ کی ادائیگی ہو جائے گی چاہے کسی طرح کی تعیین نہ کی ہو (خلاصہ)۔

کوئی مفلس شخص رمضان کے مہینہ میں قصداً روزہ توڑے اور اس کی وجہ سے وہ اکسٹھ روزے رکھ لے، ایک بطورِ قضا اور بقیہ بطورِ کفارہ مگر وہ قضا روزہ کے دن کی تعیین نہ کرے تو یہ درست ہے (فقیہہ ابواللیثؒ بحوالہ فتاویٰ قاضیخاں)

درست قول کے موافق وہ کفارہ نہ دے گا صرف قضاء کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
اگر کوئی فاسق آدمی شہادت دے اور حاکم مان لے اور پھر لوگوں کو یہ حکم دے کہ روزہ رکھیں اس کے بعد اس کے شاہد یا آبادی کے دوسرے لوگ روزہ توڑدیں تو عام مشائخ رح فرماتے ہیں کہ اسے کفارہ دینا ہوگا (خلاصہ)۔ اگر اس آدمی کے تیس۳۰ روزے کامل ہوگئے ہوں تو حاکم کے روزہ افطار نہ کرنے تک اسے بھی چاہیئے کہ روزہ افطار نہ کرے (کافی)۔ اگر مطلع صاف ہو تو پھر اتنے لوگوں کی شہادت قابلِ قبول ہوگی جن کی کثرتِ تعداد کی بناء پر شہادت سے رویت کا قطعی یقین ہوجائے۔ اس کا مدار حاکم کی رائے پر ہوگا کہ کس قدر لوگوں کی تعداد ایسے یقین کے لیئے کافی ہے۔ کسی عدد کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (اختیار شرح مختار)
ماہِ رمضان، شوال اور ذی الحجہ کا حکم چاند کے بارے میں یکساں ہوگا (سراج الوہاج)۔ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی شہادت اس وقت قابلِ تسلیم ہوگی جب کہ وہ باہر سے آیا ہو یا اس کا قیام کسی (کافی) بلند جگہ پر ہو (ہدایہ)۔
امام مرغینانی رح مؤلف اقضیہ اور فتاویٰ صغریٰ کے مؤلف طحاویؒ کے قول کو معتمد مانتے ہیں مگر روایت کے ظاہر کے موافق آبادی کے باہر سے آنے والوں اور اندرون شہر چاند دیکھنے والوں میں کسی قسم کا فرق نہ ہوگا (معراج الدرایہ)۔
مناسب ہے کہ ماہِ رمضان کی اُنتیس۲۹ کو شوال کا چاند دیکھا جائے۔ اگر فقط ایک شخص چاند دیکھے تو اگلے روز روزہ رکھا جائے اس لیئے کہ عبادات کے اندر احتیاط کا تقاضا یہی ہے اگر روزہ توڑدے گا تو قضا لازم ہوگی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (اختیار شرح مختار)۔ ایک آدمی ہلالِ عید دیکھ کر شہادت دے مگر اس کی شہادت قبول نہ کی جائے تو اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھے اگر وہ روزہ توڑدے گا تو قضا لازم ہوگی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
کوئی شخص اپنے کسی دوست کے سامنے شہادت دے اور وہ اس کی شہادت قابلِ اعتبار تصور کرکے کچھ کھاپی لے تو اس شکل میں کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (فتح القدیر)۔ اگر اکیلا حاکم یا قاضی ہلالِ عید دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ نہ وہ عیدگاہ جائے اور نہ لوگوں کو نمازِ عید پڑھنے کا حکم کرے اور نہ اعلانیہ نہ چھپ کر اپنے روزہ کو توڑے نہ لوگوں کو اس بات کا حکم دے کہ روزہ توڑیں (سراج الوہاج)۔
اگر انتیس۲۹ یا تیس۳۰ تاریخ کو مطلع صاف نہ ہو تو دو مَردوں یا ایک مرد اور دو۲ عورتوں سے کم کی شہادت قابلِ اعتبار نہ ہوگی۔ نیز ان کا آزاد ہونا اور اپنی شہادت کے اندر لفظِ شہادت کا ادا کرنا بھی شرط قرار دیا گیا ہے (خزانۃ المفتین)۔ اگر آبادی سے باہر دو آدمی رویتِ ہلال کی اطلاع دیں اور آسمان ابر آلود ہو حالانکہ آبادی کے اندر کوئی حاکم یا قاضی وغیرہ مقرر نہ ہو تو یہ اطلاع پاکر لوگوں کے روزہ توڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا (زاہدی) مگر شرط یہ ہے کہ دونوں اطلاع دینے والے عادل شخص ہوں (نقایہ)۔ دعویٰ کرنا شرط قرار نہیں دیا گیا۔ اور جس آدمی کو زنا کی تہمت لگانے کی بناء پر سزا دی جاچکی ہو اس سزا یافتہ شخص کی شہادت قابلِ قبول نہ ہوگی خواہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرچکا ہو۔ مطلع اگر ابر آلود نہ ہو تو پھر ہلالِ عید کی شہادت فقط ایک دو شخص کی قابلِ اعتبار نہ ہوگی تاوقتیکہ ایک بڑا مجمع رویتِ ہلال کی شہادت نہ دے جس طرح کہ ہلالِ رمضان کا حکم ہے۔ (خزانۃ المفتین، کافی)۔
شیخ الاسلام رح فرماتے ہیں کہ باہر سے آنے والے دو۲ اشخاص کی شہادت قابلِ اعتبار ہوگی (ذخیرہ)۔ ظاہر روایت کے موافق ذی الحجہ کے چاند کا حکم ہلالِ عید کی طرح ہے اور یہی قول زیادہ درست قرار دیا گیا ہے (ہدایہ)۔ یہی حکم سال کے اور مہینوں کا بھی قرار دیا جائے گا۔ جب تک ایسے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو عادل و آزاد ہوں اور ان پر کسی طرح کی حد بھی نہ جاری ہوئی ہو شہادت نہ دیں رویتِ ہلال کی شہادت قابلِ اعتبار نہ ہوگی (بحرالرائق)۔

کا قرار دیا جائے گا. مختار قول یہی قرار دیا گیا ہے (خلاصہ)۔

آسمان ابر آلود ہونے کی شکل میں ایک شخص کی شہادت قابلِ اعتبار ہوگی جبکہ وہ آدمی مسلمان ہو اور عاقل و بالغ و عادل ہو، چاہے شہادت دینے والا مرد ہو یا عورت خواہ آزاد ہو یا غلام۔ ایسے ہی اگر ایک آدمی سے ایک اور شخص چاند دیکھنے کی شہادت دے تو وہ قابلِ اعتبار ہے۔ کسی آدمی پر حدِّ قذف[1] جاری کی گئی ہو تو روایت کے ظاہر کے موافق اگر اس نے توبہ کر لی تھی تو پھر اس کی گواہی کو بھی رویتِ ہلال کے بارے میں قبول کیا جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

جس آدمی کے حال کا علم نہ ہو تو بظاہر اس کی شہادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ البتہ امام حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اس کی شہادت کو قبول کیا جائے گا اور درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (محیط)۔ امام حلوانیؒ بھی یہی قول اختیار فرماتے ہیں (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابوالمکارم)۔

ماہِ رمضان کے چاند کے متعلق ایک غلام کی گواہی پر دوسرے غلام کی شہادت قابلِ اعتبار ہوگی۔ ایسے ہی عورت کی گواہی پر عورت کی شہادت کو بھی قبول کیا جائے گا۔ نابالغ بچہ اور قریب البلوغ کی شہادت قابلِ اعتبار نہیں۔ چاند دیکھنے کی شہادت کے اندر گواہی کے الفاظ، دعویٰ اور فیصلۂ حاکم کسی قسم کی شرط نہیں رکھی گئی۔ یعنی اگر کوئی شخص حاکم کے روبرو رویتِ ہلال کی گواہی دے اور یہ شہادت دوسرا آدمی سن لے، اس صورت میں اگر ظاہری اعتبار سے چاند دیکھنے کا شاہد عادل ہو تو اس آدمی پر روزہ رکھنے کو واجب قرار دیں گے۔ حاکم ہی کے رویت کا فیصلہ کرنے پر روزہ رکھنے کا وجوب نہ ہوگا۔

گواہی لینے کا طریقہ

ابوبکر اسکافؒ فرماتے ہیں کہ اگر شاہد نے یہ بیان دیا کہ وہ آبادی سے باہر کسی جنگل میں یا بستی ہی کے اندر بادلوں کے پھٹے ہوئے حصہ کے بیچ میں چاند دیکھ چکا ہے تو اس کی شہادت کو قبول کیا جائے گا اور روایت کے ظاہر کے موافق بلا اس تفصیل کے بھی اس کی شہادت کو قبول کیا جائے گا۔ اگر اکیلے خلیفہ یا قاضی نے رمضان کا چاند دیکھا ہو تو اس کو اس بات کا اختیار ہے کہ خواہ کسی اور کو چاند دیکھنے کے شاہد کے طور پر ڈھونڈ لے اور خواہ از خود لوگوں کو یہ حکم کر دے کہ وہ روزہ رکھیں اور اعلانِ رمضان کر دیا جائے، مگر عید الفطر و عید الاضحیٰ کا چاند ہو تو اس کا حکم رمضان کے چاند کے برعکس ہوگا (سراج الوہاج)۔

کسی عادل مسلمان کو رمضان کے چاند کی رویت ہوئی ہو تو قاضی کے پاس پہونچ کر اس کی شہادت فرض قرار دی گئی ہے چاہے وہ کسی بھی حیثیت کا ہو۔ آزاد شخص یا غلام خواہ مرد ہو یا عورت بلکہ باندی بلا اجازتِ مالک چاند دیکھنے کی شہادت دے۔ اکیلا فاسق آدمی چاند دیکھ لے تو اسے بھی چاہیئے کہ شہادت دے کیونکہ ممکن ہے قاضی اس کی شہادت مان لے لیکن قاضی کے لیئے مناسب ہے کہ ایک فاسق شخص کی شہادت قبول نہ کرے (وجیز کردری)۔

چاند دیکھنے کی شہادت کی اس تفصیل کا تعلق اندرونِ شہر سے ہے اور آبادی سے باہر ایک شخص رمضان کا چاند دیکھے تو قریبی دیہات کی مسجد میں پہونچ کر گواہی دینی چاہیئے۔ اس آبادی کے اندر کوئی افسر و سرکاری نمائندہ موجود نہ ہو تو دیہات کے لوگ اس آدمی کی شہادت پر روزہ رکھ لیں بشرطیکہ وہ گواہی دینے والا عادل شخص ہو (محیط)۔

اگر اکیلا ایک شخص رمضان کا چاند دیکھے لیکن اس کی شہادت مانی نہ جائے تو اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھے اور نہ رکھنے کی بناء پر قضاء کا وجوب ہوگا البتہ کفارہ لازم نہ ہوگا۔ اگر اس کی شہادت قاضی رد نہ کرے لیکن روزہ توڑ دے تو

---

[1] زنا کی تہمت لگا کر ثبوت نہ پیش کر سکنے کی وجہ سے جھوٹی تہمت کی شرعاً مقرر کردہ سزا ۱۲۔

وجوب نہ ہوگا۔ یا یہ شکل ہوئی ہو کہ بغیر شعبان کا چاند دیکھے اس کے تیس ۳۰ روز پورے کرنے کے بعد رمضان کے روزوں کی ابتداء کردی تو اب دو روز کی قضا لازم ہوگی (خلاصہ)۔

اگر آبادی کے اندر لوگ چاند دیکھیں اور رمضان کے روزوں کی تعداد انتیس ۲۹ ہوئی ہو تو جو لوگ کسی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے وہ انتیس ۲۹ روزوں کی قضا کریں گے۔ اور اگر کسی مریض شخص کو بستی کے لوگوں کے روزوں کے متعلق علم نہ ہوسکا تو اس کو تیس ۳۰ روزوں کی قضا کرنی چاہیئے تاکہ واجب کی ادائیگی یقینی طور پر ہو جائے (محیط)۔

روزہ دار کے واسطے مکروہ اور غیر مکروہ چیزیں

روزہ دار کے واسطے گوند چبانا باعثِ کراہت ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ متن کی کتابوں کے اندر یہی لکھا ہوا ہے۔ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کے اندر تھوڑی سی تفصیل ہے۔ جیسے کوئی شخص منہ میں بغیر بنے ہوئے کالے کچے گوند کی ڈلی رکھ لے تو اس سے روزہ جاتا رہے گا اور سفید رنگ کی ڈلی ہوگی تو روزہ نہ ٹوٹے گا، مگر کتاب کے اندر یہ تفصیل نہ ملے گی (محیط)۔ بلا ضرورت بحالتِ روزہ کوئی چیز چکھنی یا چبالینی باعثِ کراہت ہے (کنز)۔

ضرورت اسے کہتے ہیں کہ جیسے کسی کا خاوند یا مالک تیز مزاج ہو تو اس کے خوف کی بناء پر وہ سالن چکھے۔ کسی عورت کو اس وقت اپنے بچہ کو چبا کر کھانا کھلانا درست ہوگا جب کہ اس کے نزدیک کوئی ایسی عورت نہ موجود ہو جو حیض و نفاس کی وجہ سے روزہ نہ رکھ رہی ہو یا اور ایسا کوئی آدمی بغیر روزہ والا نہ ہو اور اس وقت اس بچہ کو دودھ یا اور کوئی نرم غذا دینی بھی ممکن نہ ہو (نہر الفائق)۔

کسی کا نفلی روزہ ہو تو سالن کا ذائقہ چکھ لینا (اور تھوک دینا) باعثِ کراہت نہیں اور فرض روزہ ہو تو باعثِ کراہت ہے (نہایہ بحوالۂ تجنیس)۔ کوئی شخص بحالتِ روزہ تیل یا شہد وغیرہ خرید رہا ہو تو اسے پرکھنے کی خاطر چکھنا باعثِ کراہت ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر اس کے لیئے خریدنا ناگزیر ہو تو دھوکہ دہی کے خوف کی بناء پر چکھنا جائز ہے (زاہدی)۔

روزہ رکھنے والے کو استنجاء کرنے میں مبالغہ کرنا باعثِ کراہت ہے (سراج الوہاج)۔ بحالتِ روزہ مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی دینا اور کلی کرنا مکروہ ہے۔ شمس الائمہ حلوائی رح اس کی تشریح کرتے ہیں کہ مبالغہ اس کا نام ہے کہ کافی دیر تک منہ پانی سے بھرا رہے۔ غرارہ کرنا مبالغہ کی تعریف میں داخل نہ ہوگا (محیط)۔

کوئی روزہ رکھنے والا پانی کے اندر غسل کر رہا ہو اور اس کی ریح پانی ہی میں خارج ہو جائے چاہے آواز کے ساتھ خارج ہوئی ہو یا بغیر آواز کے ہر صورت میں روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا لیکن یہ فعل باعثِ کراہت ہے (معراج الدرایہ)۔

امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ سوائے وضو کے بحالتِ روزہ ناک میں پانی دینا یا کلی کرنا کراہت سے خالی نہیں۔ اور صرف گرمی کی بناء پر سر پر پانی بہانا یا پانی میں لیٹے رہنا یا تر کپڑا بدن پر لپیٹے رہنا باعثِ کراہت ہے۔ امام ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہیں۔ زیادہ ظاہر قول یہی ہے (محیط سرخسی)۔

روزہ رکھنے والے کے لیئے منہ میں تھوک اکٹھا کرکے نگلنا باعثِ کراہت ہے (ظہیریہ)۔ بوقتِ صبح یا بوقتِ شام سوکھی یا گیلی مسواک کرنا احناف رح کے نزدیک کراہت سے خالی ہے۔ امام ابو یوسف رح کے نزدیک پانی میں بھیگی ہوئی مسواک کا استعمال کراہت کا سبب ہے۔ لیکن ظاہر روایت کے موافق اس کے اندر کوئی مضائقہ نہیں۔ مسواک سبز اور تر ہونے کی شکل میں کسی کے نزدیک بھی کوئی مضائقہ نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

مونچھوں پر تیل لگا لینا یا سرمہ کا استعمال کراہت سے خالی ہے (کنز) مگر شرط یہ ہے کہ زینت کا خیال نہ ہو

امام حسنؒ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ ایک شخص کی شہادت پر روزہ رکھ لیں اور تیس ۳۰ روزے کامل کر لیں اور ماہِ شوال کا چاند نظر نہ آیا ہو تو بطورِ احتیاط ان کو روزہ رکھ لینا چاہیئے۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ روزہ توڑ دینا چاہیئے (تبیین)۔ صاحب غایۃ البیان امام محمدؒ کے قول کو زیادہ درست قرار دیتے ہیں (نہر الفائق)۔

شمس الائمہ حلوائیؒ کہتے ہیں کہ اقوال کا اختلاف مطلع صاف ہونے اور چاند نظر نہ آنے کی شکل میں ہے۔ اگر بادل ہو اور مطلع صاف نہ ہو تو بالاتفاق تیس ۳۰ روزوں کی تکمیل کے بعد روزہ توڑ دیا جائے (ذخیرہ)۔ اس تفصیل کو صحیح اور اشبہ قرار دیا گیا ہے (تبیین)۔

اگر ہلالِ رمضان کی دو شخص شہادت دیں اور مطلع ابر آلود ہوا اور قاضی نے یہ شہادت قبول کر کے تیس ۳۰ روزے رکھ لیئے ہوں۔ اس کے بعد شوال کا چاند دیکھے جانے کے وقت بھی مطلع ابر آلود تھا تو تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ اگلے روز روزہ نہ رکھا جائے گا۔ اور اگر جس وقت شوال کا چاند دیکھا مطلع صاف تھا، اس صورت میں بھی درست قول کے موافق اگلے روز روزہ نہ رکھنے کا حکم ہوگا (محیط)۔

اگر آبادی کے ۲ دو شخص رمضان کی انتیس ۲۹ کو یہ شہادت دیں کہ ہم لوگوں کے روزہ رکھنے سے ایک روز قبل چاند دیکھ چکے تھے تو حاکم کے لیئے موزوں ہے کہ ان کی شہادت قبول نہ کرے اس لیئے کہ انھوں نے ایک واجب کے ترک کا ارتکاب کیا، ہاں یہ شاہد دور دراز سے آئے ہوں تو ان کی شہادت مانی جائے گی کیونکہ ان کے اوپر کسی طرح کا الزام نہیں کہ بروقت انھوں نے شہادت نہیں دی (خلاصہ)۔ روایت کے ظاہر کے موافق مطالع کا اختلاف غیر معتبر ہے (فتاوی قاضی خاں)۔

فقیہ ابو اللیثؒ اسی قول پر فتوی دیتے ہیں۔ شمس الائمہ حلوائی بھی یہی فتوی دیتے تھے، ان کا فرمانا ہے کہ اگر مغرب کے رہنے والوں نے رمضان کا چاند دیکھا ہو تو مشرق کے رہنے والوں پر روزہ کا وجوب ہوگا (خلاصہ)

جن لوگوں نے بعد میں چاند دیکھا اور کسی جگہ سے ایک دن قبل رویتِ ہلال کی خبر ملی تو ان پر ایک اور روزہ کا وجوب اس وقت ہوگا جبکہ دوسرے لوگوں کے چاند دیکھنے کا ثبوت یقینی طور پر مل جائے۔ کچھ لوگوں نے آکر یہ شہادت دی کہ فلاں آبادی کے افراد نے تم لوگوں سے ایک دن قبل چاند دیکھا اور روزہ رکھ لیا ہے اور اس روز جن لوگوں نے چاند دیکھا ان کے اعتبار سے تیس ۳۰ تاریخ ہو مگر ان دوسری جگہ کے رہنے والوں کو چاند دکھائی نہ دے تو ان کو چاہیئے کہ اگلے دن روزہ رکھیں توڑنا درست نہ ہوگا اور نہ اس رات میں نمازِ تراویح ترک کرنی درست ہوگی۔ اس بنا پر جو لوگ فلاں آبادی میں ایک روز قبل رویتِ ہلال کی شہادت دیں وہ فقط دوسرے لوگوں کا چاند دیکھنا بیان کرتے ہیں نہ اپنے چاند دیکھنے کی شہادت دیتے ہیں اور نہ کسی دوسرے آدمی کے چاند دیکھنے کی شہادت دیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ قاضی کے روبرو یہ شہادت دیں کہ فلاں آبادی کے قاضی کے روبرو فلاں رات رویتِ ہلال کی دو شخص شہادت دے چکے ہیں اور قاضی ان کی شہادت مان کر رویت کا اعلان کر چکا ہے تو اب اس قاضی کو چاہیئے کہ ان لوگوں کی شہادت مان کر رویتِ ہلال کا اعلان کرا دے اس لیئے کہ فیصلۂ قاضی حجت اور قابلِ قبول ہوتا ہے اور یہ لوگ فیصلۂ قاضی ہی کی شہادت دے رہے ہیں (فتح القدیر)

کسی مقام کے لوگوں نے رمضان کا چاند نہیں دیکھا اور روزے رکھنے کا آغاز کر دیا۔ اس لیئے کہ انھوں نے اپنے حساب کے اعتبار سے ماہِ شوال کا چاند اٹھائیسویں ہی روزے کو دیکھ لیا۔ تو اگر یہ لوگ شعبان کا چاند دیکھ کر اس کے تیس روز پورے کر چکے تھے، اس کے بعد انھوں نے ہلالِ رمضان نہیں دیکھا تو اس شکل میں انھیں ایک روزہ کی قضا کرنی چاہیئے۔ اور اگر وہ شوال کا چاند انتیسویں روزہ کو دیکھیں تو اس صورت میں ان پر کسی روزہ کی بھی قضا کا

نے یہ روزہ اپنے ذمہ واجب کرنے کے بعد اس کا آغاز کیا تھا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ اور اس روز کوئی نیت متعین نہ کی ہو تو کراہت لازم آئے گی۔ اگر یہ ثبوت مل گیا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو اس روزہ کو نفلی شمار کریں گے اور رمضان کا ثابت ہونے کی شکل میں رمضان کا روزہ قرار دیں گے (محیط)۔

کسی شخص کی اصل نیت ہی مذبذب رہے کہ وہ کل رمضان کا روزہ ہونے کی صورت میں روزہ رکھے گا اور شعبان کا دن ہونے کی شکل میں روزہ نہیں رکھے گا تو روزہ درست نہ ہوگا۔ اگر وصفِ نیت میں شبہ پیدا ہو جائے یعنی اس طرح نیت کرے کہ کل رمضان کا دن ہونے کی صورت میں روزۂ رمضان ہوگا اور یہ دن شعبان کا ہونے کی شکل میں یہ دوسرا واجب شدہ روزہ ہوگا یا اس طریقہ سے نیت کرے کہ رمضان کا دن ہونے کی شکل میں روزۂ رمضان اور شعبان کا دن ہونے کی شکل میں نفلی روزہ شمار ہوگا۔ یہ صورت بھی کراہت سے خالی نہیں۔ اس کے بعد رمضان کا دن ہونے کا علم ہر تو اب بہر شکل روزۂ رمضان شمار ہوگا اور شعبان کا دن ثابت ہونے پر پہلی شکل کے اندر واجب کی ادائیگی نہ ہوگی بلکہ دونوں شکلوں میں نفلی روزہ قرار دیں گے تو جس کے توڑ دینے پر قضا کا وجوب نہ ہوگا (تبیین)۔

یوم شک اس دن کو کہتے ہیں کہ مہینہ کی تیسویں رات کے اندر چاند دکھائی نہ دے اور مطلع ابر آلود ہو (تبیین)۔ یا چاند دیکھنے کی شہادت فقط ایک شخص نے دی ہو جو قابل قبول نہ سمجھی گئی ہو یا دو فاسق آدمیوں نے شہادت دی ہو لیکن ان کی شہادت مانی نہ گئی ہو۔ اگر مطلع صاف ہو اور کسی آدمی کو چاند نہ دکھائی دے تو اس کو یوم شک قرار نہ دینگے (زاہدی)۔ یوم شک میں روزہ رکھنے کے متعلق علماء کی رائیں مختلف ہیں کہ روزہ رکھنے کے اندر زیادہ فضیلت ہے یا نہ رکھنے میں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شعبان کے کامل مہینہ روزے رکھتا رہا یا اتفاقاً جس روز وہ روزہ رکھا کرتا تھا وہی روز یوم شک قرار پایا تو اس صورت میں روزہ رکھنا ہی زیادہ بہتر ہوگا (اختیار شرح مختار)

اسی طرح اگر کسی شخص نے ماہِ شعبان کے اخیر کے تین روزے رکھے تو شک والے دن کا روزہ رکھنا زیادہ اچھا ہوگا (تبیین)۔ یہ شکل نہ ہو تو پھر فقہاء کی رائیں مختلف ہیں۔ مختار مسلک یہ قرار دیا گیا ہے کہ خواص کو از روئے فتویٰ نفلی روزہ رکھ لینے کی اجازت دے دی جائے (تہذیب)۔ اور عام افراد کو زوال تک احتیاطاً ہمبستری اور کھانے پینے سے روکے رکھیں کیونکہ اس روز رمضان کے روزہ کے ثابت ہونے کا امکان ہے اور زوال کے بعد نیتِ روزہ صحیح نہیں ہوتی (اختیار شرح مختار)۔ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

عوام وخواص میں اس طریقہ سے فرق کیا جائے گا کہ جس کو یوم شک کی نیتِ روزہ کا علم ہو اُسے خواص میں سے شمار کریں گے، ورنہ وہ عوام میں سے قرار دیا جائے گا۔ اس روز نیتِ روزہ اس طور سے کریں کہ جس شخص کا اس روز روزہ نہ رکھنے کا ارادہ ہو اسے نفلی روزہ کی نیت کر لینی چاہیئے اور دل میں یہ خیال نہ آنے پائے کہ اگلے روز روزہ ہو تو اس روزہ کو رمضان ہی کے روزوں میں سے قرار دیں گے (معراج الدرایہ)۔

کوئی شخص اس دن نیتِ روزہ کرکے یہ طے کرلے کہ زوال تک اس سے روزہ کو توڑنے والا کوئی فعل سرزد نہیں ہوگا۔ اس کے بعد بھول کر کچھ کھا پی لے۔ پھر اس کو رمضان کا پہلا دن ہونے کی خبر ہوا اور وہ نیتِ روزہ جوں کی توں باقی رکھے تو فتاویٰ میں تصریح کی گئی ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں (ظہیریہ باب النیۃ)۔ باعثِ کراہت ہے کہ عید وایامِ تشریق میں روزہ رکھا جائے۔ اگر کوئی شخص رکھ ہی لے تو احناف؆ فرماتے ہیں کہ اس کو روزہ دار قرار دیں گے اور روزہ رکھنے کے بعد توڑنے پر قضا کا وجوب ہوگا (کنز)۔

ظاہر روایت کے اندر امام ابو حنیفہ؆ امام ابو یوسف؆ اور امام محمد؆ سے یہی حکم منقول ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ؆ اور

ورنہ باعثِ کراہت ہوگا (نہرالفائق)۔ اس کے اندر روزہ دار اور بے روزہ دار کا حکم یکساں ہے (تبیین)۔
سینگی لگوانا جائز ہے بشرطیکہ ضعف کا خطرہ نہ ہو اور ضعف کا خطرہ ہو تو باعثِ کراہت ہے۔ ایسے آدمی کو چاہیئے کہ آفتاب غروب ہونے تک ٹھہرا رہے۔ شیخ الاسلامؒ تصریح فرماتے ہیں کہ کمزوری سے مراد ایسی کمزوری ہے جس کے سبب روزہ توڑنے پر مجبور ہو جائے۔ اسی طرح فصد کھلوانے کا حکم ہے (محیط)۔
جس آدمی کو بحالتِ روزہ بیوی سے ہمبستر ہو جانے یا انزال کا خطرہ نہ ہو اس کے لیئے بیوی کا بوسہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر اندیشہ ہو تو باعثِ کراہت ہے۔ ذکر کی گئی شکلوں میں زوجہ سے لپٹنے لپٹانے کا حکم بھی بوسہ کا سا ہوگا (تبیین)۔ ہونٹوں کے بوسہ میں بہرصورت کراہت ہے اور شرمگاہ میں عضو کے داخل کرنے کے سوا زوجہ سے صحبت اور مباشرت (مل کر لیٹنا) کا حکم بھی بوسہ کا سا ہوگا۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مباشرتِ فاحشہ باعثِ کراہت ہے خواہ روزہ میں خلل واقع ہونے کا خوف نہ ہو۔ درست قول یہی ہے (سراج الوہاج)۔
مباشرتِ فاحشہ اسے کہتے ہیں کہ عورت و مرد برہنہ ایک دوسرے سے لپٹ جائیں اور مرد کا عضوِ مخصوص عورت کی شرمگاہ کے بالکل نزدیک ہو، اسے تمام فقہاء مکروہ فرماتے ہیں (محیط)۔ آدمی کو اپنے اوپر پورا قابو ہو تو لپٹنا چمٹنا باعثِ کراہت نہیں یا کوئی بڈھا کھوسٹ جسے شہوت کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہی نہ ہو اس کے لیئے بھی مکروہ نہیں (سراج الوہاج)۔ اگر کسی شخص کو ناپاکی کی حالت میں سحر ہو جائے یا دن میں بحالتِ روزہ احتلام ہو جائے تو اس کے روزہ کے اندر کسی طرح کی کمی نہ آئے گی (محیط)۔
سحری کا استحبابی وقت رات کا اخیر حصہ ہے فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ اس سے شب کا اخیر چھٹا حصہ مراد لیا گیا ہے۔ (سراج الوہاج)۔ مستحب یہ ہے کہ سحری تاخیر سے کھائی جائے (نہایہ)۔ البتہ اتنی دیر باعثِ کراہت ہوگی کہ سحری کا وقت رہنے نہ رہنے کے بارے ہی میں شک پیدا ہو جائے (سراج الوہاج)۔
افضل یہ ہے کہ افطار کے اندر جلدی کی جائے اور نمازِ مغرب سے قبل افطار کرنا باعثِ استحباب ہے۔ بوقتِ افطار مسنون ہے کہ یہ دعا پڑھیں "اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ بِكَ اٰمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ وَ بِصَوْمِ غَدٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَوَيْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ" (معراج الدرایہ فصل متفرقات)۔
یہ باعثِ کراہت ہے کہ شک والے روز کا روزہ رکھا جائے یعنی وہ ماہِ شعبان کا آخری روز جس کے بارے میں یہ شک ہو کہ یہ آخری روز ماہِ شعبان کا ہے یا ماہِ رمضان کا اول دن۔ اس روز باعثِ کراہت ہے کہ رمضان کے یا دوسرے کسی واجب شدہ روزہ کی نیت کی جائے (فتاویٰ قاضی خاں)۔
البتہ اس دن کسی دوسرے واجب کی نیت کرنے میں بمقابلہ روزۂ رمضان کے کراہت کم درجہ کی ہے (ہدایہ) بعد میں پتہ چلا کہ درحقیقت وہ دن ماہِ رمضان کا تھا تو اب ہر شکل میں اس دن کے روزہ کو رمضان ہی کا روزہ قرار دیں گے۔ ہاں اگر اس دن کا شعبان کا دن ہونا معلوم ہوا ہو تو اگر روزۂ رمضان کی نیت کی ہو تو اس کو نفلی روزہ قرار دیں گے اور توڑ دینے پر قضا لازم نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)۔ اور دوسرے واجب کی نیت کرنے کی شکل میں نیت کے موافق اس کی ادائیگی ہوگی درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (کافی)۔
اگر اس روز کے بارے میں شعبان یا رمضان کے ہونے کی خبر نہ ہو سکے تو تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ جس واجب شدہ روزہ کی نیت کی ہوگی اس کی ادائیگی نہ ہوگی (محیط) اگر نیت نفل روزہ کی ہو تو درست قول کے موافق روزہ کی ادائیگی ہو جائے گی۔ بعد میں اگر رمضان کا دن ہونے کا پتہ چلے تو روزۂ رمضان کا شمار ہوگا اور شعبان کا دن ہونے کا ثبوت ملے تو یہ روزہ نفلی قرار دیا جائے گا اور اس روزہ کو توڑنے کی صورت میں قضا کا وجوب ہوگا اس لیئے کہ اس

کھاتے پیتے ہوں تو اس شکل میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے (ظہیریہ)
مسافر روزہ رکھ کر اپنی بستی یا کسی دوسری بستی میں پہونچے اور پہونچنے کے بعد نیت قیام کر لے تو اب روزہ توڑ دینا باعث کراہت ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ کسی شخص پر رمضان کے روزوں کی قضا کا وجوب ہو تو نفلی روزہ رکھ لینا باعث کراہت نہیں (معراج الدرایہ) مستحب ہے کہ چاند راتوں کی تیرہ، چودہ، پندرہ کا روزہ رکھا جائے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ عام فقہاء فرماتے ہیں کہ فقط پیر یا جمعرات کے روزہ کی طرح فقط جمعہ کا روزہ رکھنا بھی باعث استحباب ہے (بحرالرائق)۔
باعث استحباب ہے کہ حرمت والے مہینوں کے اندر جمعرات، جمعہ و ہفتہ کا روزہ رکھا جائے۔ ان چار مہینوں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کو حرمت والا کہا جاتا ہے۔ تین مہینے تو ملے ہوئے ہیں اور ایک مہینہ ان سے جدا ہے۔ باعث استحباب ہے کہ ماہ ذی الحجہ کے شروع کے نو دنوں میں روزہ رکھا جائے (سراج الوہاج)۔ عرفہ کے روز اگر حاجی کمزوری وضعف کا خطرہ محسوس کریں تو ان کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اس دن روزہ رکھیں (بحرالرائق)۔
اسی طرح ترویہ کے روز (نو تاریخ کو) روزہ رکھنا باعث کراہت ہے۔ اس لئے کہ بحالت روزہ حج کے ارکان کا پورا کرنا دشوار رہے۔ علماء فقہاء وصحابہؓ کے نزدیک عموماً مستحب روزوں کی تعداد کافی ہے، رجب کے روزے، محرم کے روزے عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ (ظہیریہ)۔
مسنون ہے کہ عاشوراء کے روزہ کو نویں تاریخ کے روزہ کے ساتھ ملا لیا جائے (فتح القدیر) فقط یوم عاشوراء کا روزہ رکھ لینا کراہت سے خالی نہیں (محیط سرخسی)۔ گرمی کے موسم میں طویل اور گرم دن ہونے کی بناء پر روزہ رکھ لینا روزہ کے ادب میں داخل ہے (ظہیریہ)۔

چوتھا باب

روزہ کو توڑنے اور نہ توڑنے والی چیزیں

روزہ کو توڑنے والی چیزیں دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم ایسی چیزیں جن کی بناء پر قضا کا وجوب ہوتا ہے کفارہ کا وجوب نہیں ہوتا۔ کوئی شخص بحالت روزہ کچھ کھا پی لے یا ہمبستری کرلے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا چاہے فرض روزہ ہو یا نفلی (ہدایہ) ایک آدمی کسی کو کھاتا دیکھ کر ٹوک دے کہ تم تو روزہ سے ہو مگر اسے یاد نہ آئے تو درست یہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (ظہیریہ)
کوئی شخص دیکھے کہ ایک آدمی بھول کر کھا پی رہا ہے تو قول مختار کے موافق روزہ یاد نہ دلانا باعث کراہت ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس روزہ رکھنے والے میں شام تک روزہ مکمل کرنے کی قوت بھی ہو۔ اگر اس آدمی کو روزہ مکمل کرنے کی بناء پر ضعف کا خطرہ ہو جیسے کوئی آدمی بے حد بوڑھا ہو تو اس شکل میں اسے روزہ یاد نہ دلانا درست ہوگا (ظہیریہ فصل اغذیۃ الملیحہ)۔ کسی کی زبردستی یا اپنی خطا و غلطی کی بناء پر روزہ خوری کا ارتکاب کیا تو اس صورت میں اس پر روزہ کی قضا واجب ہوگی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
خطا کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو روزہ یاد ہو اور روزہ توڑ دینے کا قصد بھی نہ ہو لیکن وہ یوں ہی کوئی چیز کھالے

امام محمدؒ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس روز کی قضا کا وجوب ہوگا (نہر الفائق)۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شوال کے چھ روزے رکھنا باعثِ کراہت ہے خواہ لگاتار رکھے یا متفرق طریقہ سے رکھے۔ امام ابو یوسفؒ سے نقل کردہ روایت کے موافق لگاتار رکھنا باعثِ کراہت ہے علیحٰدہ علیحٰدہ رکھنے کے اندر قطعًا مکروہ نہیں۔ متأخرین فقہائے احنافؒ فرماتے ہیں کہ ان چھ روزوں کو پے در پے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں (بحر الرائق) زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ لگاتار یہ چھ روزے رکھنا مکروہ نہیں (محیط سرخسی)

مستحب ہے کہ ہر ہفتہ میں دو روز علیحٰدہ علیحٰدہ روزے رکھے جائیں (ظہیریہ فصل اوقات استحباب و کراہتِ صوم) صوم وصال کراہت سے خالی نہیں یعنی پورے سال روزے رکھنا، اور ان دنوں میں بھی روزہ رکھنا جن کے اندر روزہ رکھنا کراہت سے خالی نہیں۔ اگر کوئی شخص ان مکروہ دنوں میں روزہ نہ رکھے تو قولِ مختار کے موافق مباح ہے (خلاصہ) شب و روز کا لگاتار روزہ کہ کئی دن تک افطار نہ کرنا نہ دن کے اندر اور نہ شب کے وقت یہ باعثِ کراہت ہے (سراج الوہاج)۔ ایک روز روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا زیادہ بہتر ہے (خلاصہ)۔

بار وا توار کے دن کی بڑائی کا اگر خیال نہ ہو تو ان میں روزہ رکھنے کے اندر کوئی مضائقہ نہیں۔ شمس الائمہ حلوائیؒ یہی فرماتے ہیں (ذخیرہ)۔ عمدًا مہرجان اور نوروز کے دن روزہ رکھنا کراہت سے خالی نہیں جبکہ وہ روزہ بھی نہ رکھا کرتا ہو جہاں تک بہتر و افضلیت کا معاملہ ہے اگر وہ اس روز بھی روزہ رکھا کرتا ہو تو زیادہ اچھا یہ ہے کہ روزہ رکھے اور اگر اس کا معمول نہ ہو تو اس روز روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہوگا، اس لیے کہ اس طریقہ سے اس دن کی بڑائی و عظمت کا شک ہوگا اور یہ تصورِ عظمت حرام قرار دیا گیا ہے (ظہیریہ)۔ مختار قول یہی قرار دیا گیا ہے (محیط سرخسی)

خاموش روزہ رکھنا باعثِ کراہت ہے یعنی اس کا عہد کر لینا کہ وہ بحالتِ روزہ کسی سے گفتگو نہ کرے گا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ بلا اجازتِ شوہر زوجہ کو نفلی روزہ رکھ لینا کراہت سے خالی نہیں۔ لیکن اگر خاوند کا خود روزہ ہو یا حج یا عمرہ کا احرام باندھ رکھا ہو یا مریض ہو تو پھر نفل روزہ بلا اجازت رکھ لینا باعثِ کراہت نہ ہوگا۔ غلام و باندی کو بہر صورت بلا اجازتِ مالک نفل روزہ رکھنا کراہت سے خالی نہیں، مدبر، مدبرہ وام ولد بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ اگر ان لوگوں میں سے کسی نے روزہ رکھ لیا تو خاوند کو زوجہ کا اور آقا کو اپنے غلام کا روزہ تڑوا دینے کا حق ہے۔ زوجہ کو اپنے روزہ کی قضا شوہر سے اجازت لے کر کرنی چاہیئے، یا وہ اپنی زوجہ سے کہیں دور چلا گیا ہو اور غلام و باندی کو اس وقت روزہ کی قضا کرنی چاہیئے، جب ان کا آقا اجازت عطا کر دے یا آزاد ہو گئے ہوں۔ اگر شوہر مریض یا روزہ سے یا بحالتِ احرام ہو تو اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ زوجہ کو نفل روزہ سے روک دے۔ اس کے منع کرنے پر بھی اگر زوجہ نے روزہ رکھ لیا تو درست ہے، ہاں غلام و باندی کی بات الگ ہے۔ ان کے آقا کو نفل روزہ سے منع کر دینے کی ہر وقت اجازت ہے (جوہرہ نیرہ)۔

خود غلام کے کسی فعل کی بناء پر اس کے ذمہ کچھ روزوں کا وجوب ہو گیا ہو تو ان تمام کا حکم نفلی روزہ کا سا ہوگا، البتہ کفارۂ ظہار کا حکم یہ نہ ہوگا (خلاصہ)۔

بلا اجازتِ مالک نوکر نفل روزہ نہ رکھے جبکہ روزہ کی بناء پر اس کے کارگزاری کے اندر فرق آتا ہو۔ اور اس میں کوئی فرق نہ آتا ہو تو بلا اجازتِ مالک روزہ رکھنا درست ہے (سراج الوہاج)۔

مسافر کو روزہ کی وجہ سے کمزوری ہوتی ہو تو روزہ رکھنا باعثِ کراہت ہے، ورنہ بہتر یہ ہے کہ روزہ رکھے درآں حالے کہ اکثر یا تمام شرکاءِ سفر روزہ دار ہوں، اگر سارے قافلہ یا اکثر لوگوں کا روزہ نہ ہو اور تمام لوگ اکٹھا

نہ ہوگا (غیاثیہ فتاویٰ قاضی خاں)۔ زیادہ صحیح قول یہی قرار دیا گیا ہے (محیط سرخسی)۔
کوئی شخص تل چبالے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا مگر حلق میں اس کا ذائقہ محسوس ہونے کی شکل میں روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ درست قول یہی ہے، بلکہ ہر شے کے قلیل مقدار میں چبانے کا کلیہ ضابطہ یہی قرار دیا گیا ہے (فتح القدیر)۔ کسی نے دانۂ گندم چبالیا تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا اس لیے کہ وہ منہ میں ختم ہوکر حلق تک پہونچتے نہیں پاتا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
دوسرے آدمی کو کھانا کھلانے کی خاطر کوئی شخص لقمہ چبائے اور خود نگل لے تو ظاہر بات یہی ہے کہ کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (وجیز کردری)۔ بوقتِ سحری لقمہ منہ کے اندر باقی ہو اور صبح ہو جائے اور وہ اسے نگل لے یا بھول کر کھانے کے ارادہ سے روٹی کا ٹکڑا اٹھائے۔ چباتے وقت روزہ کا دھیان آجائے لیکن یاد آنے کے باوجود وہ اسے نگل لے تو بعض فرماتے ہیں کہ اگر لقمہ کو منہ کے اندر ہی نگل لے اور منہ سے باہر نہ نکالے تو کفارہ کا وجوب ہوگا اور منہ سے نکال کر کھائے تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔
کوئی شخص کسی کا تھوک نگل لے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا لیکن کفارہ واجب نہ ہوگا، مگر محبوب کا تھوک ہونے کی شکل میں کیونکہ اس کے اندر ایک قسم کی لذت کا احساس ہوتا ہے اس بناء پر کفارہ واجب ہوگا۔ کوئی شخص اپنے تھوک کو ہاتھ میں لے کر نگل لے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا کفارہ واجب نہ ہوگا (وجیز کردری)۔
کسی کے ہونٹ بات چیت کرتے ہوئے تھوک سے بھیگ جایا کرتے ہوں اور اس نے اس کو نگل لیا ہو تو ضرورت کی بناء پر روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (زاہدی)۔ منہ کی رال بہتی ہوئی ٹھوڑی تک پہونچ جائے جو کہ منہ کے لعاب کے ساتھ ملی ہوئی ہو اس کے بعد اس نے یہ رال منہ کے اندر کر کے نگل لی تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا اس لیے کہ دراصل وہ تھوک مکمل طور پر خارج نہ ہو سکا تھا۔ لہٰذا تھوک کا کوئی تار بھی منہ سے نہ ملا ہوا ہو تو حکم اس کے برخلاف ہوگا (ظہیریہ)۔ حجۃ میں لکھا ہوا ہے کہ کوئی ایسا بیمار ہو اُس کے منہ سے پانی بہہ کر حلق میں چلا گیا ہو تو اس کے روزہ کے نہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (تاتارخانیہ)
کلی کے بعد منہ میں تھوڑی سی تری رہ جائے تو اسے لعاب نگلنے کی بناء پر روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر دماغ سے بہکر آئی ہوئی ناک کی ریزش کو اوپر چڑھالے اور قصداً اس کو حلق کی جانب منتقل کردے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا اس لیے کہ اس کی حیثیت لعاب کی سی ہے (محیط سرخسی)۔
کوئی شخص اگر خون پی لے تو ظاہر روایت کے مطابق قضا واجب ہوگی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا اس لیے کہ خون طبعاً نفرت کے لائق چیز ہے (ظہیریہ)۔ اگر دانتوں کا خون نکل کر حلق میں چلا گیا ہو تو اس کے اندر کوئی مضائقہ نہ ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ خون کی مقدار کم ہو اور لعاب کی زیادہ۔ اگر خون کی مقدار زیادہ اور لعاب کی مقدار کم ہو تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ اور دونوں کی مقدار برابر ہو تو ازروئے استحسان روزہ کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ جو شخص ریشم کا کام کرتا ہو اگر اس کے منہ میں بحالتِ روزہ ریشم چلا گیا یا ریشم زرد، سبز، یا سُرخ رنگ لعاب میں شامل ہو جائے اور لعاب اس بناء پر رنگین ہو گیا ہو اور وہ لعاب نگل لے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا درآنحالیکہ وہ اپنا روزہ دار ہونا بھولا نہ ہو (خلاصہ)
کوئی شخص ہلیلہ چوس لے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا، خواہ لعاب ہی حلق کے اندر کیوں نہ چلا گیا ہو تاوقتیکہ اس نے ہیڑ ہی نگل لی ہو (تو بات اور ہے)۔ (ظہیریہ)۔
کوئی شخص ایسے شیرہ کو جو کسی پھل پر جما ہوا ہو یا شکر کی ڈلی چوس لے اور حلق کے اندر اس کا پانی پہونچ جائے تو کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (محیط سرخسی)۔ ضابطہ یہ ہے کہ ایسی شے جس کو کھایا نہ جاتا ہو اور اس سے فراغ کی بھی کوئی شکل نہ ہو مثلاً مکھی

یا کچھ پی جائے۔ جو شخص بھول جائے اس کا معاملہ اس کے برخلاف ہے (نہایہ، بحر الرائق)۔
کوئی شخص کلی کر رہا تھا یا ناک میں پانی دے رہا تھا (اتفاقاً) پانی اندر چلا گیا تو اگر وہ اپنے روزہ دار ہونے کو نہ بھولا ہو تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا اور اس روزہ کی قضا واجب ہو جائے گی۔ اور اگر روزہ دار ہونا بھول گیا تھا تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (خلاصہ) معتمد قول یہی قرار دیا گیا ہے۔ کوئی آدمی روزہ دار کی طرف کوئی شے پھینکے اور وہ چیز اس کے حلق میں جا گرے تو اس کے روزہ کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا اس لیے کہ اس روزہ رکھنے والے کی حیثیت ایسی ہوگی جیسی اس شخص کی جس سے خطا سرزد ہوئی ہو۔ اسی طرح اگر بحالتِ غسل حلق میں پانی پہونچ جائے تب بھی مسئلہ یہی رہیگا (سراج الوہاج)
بحالتِ نیند اگر کسی آدمی نے پانی پی لیا تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا اور اس کو بھول میں شمار نہ کریں گے اس لیے کہ بحالتِ نیند یا بے ہوشی کسی آدمی نے کوئی جانور ذبح کر لیا تو اس ذبیحہ کے کھانے کو ناجائز کہیں گے۔ البتہ جو شخص بوقتِ ذبح بسم اللہ بھول گیا ہو اُس کا ذبیحہ کھا لینا درست ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
کوئی شخص ایسی شے نگل لے جس کا معمول کے موافق دوا یا غذا میں شمار نہ ہوتا ہو مثلاً مٹی یا پتھر تو کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (تبیین)۔ کوئی شخص کنکر، پتہ، ڈھیلہ، روئی، تنکا یا کاغذ نگل لے تو قضا واجب ہو جائے گی، کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (خلاصہ)۔ اگر آدھی پکی ہوئی بہی (ایک قسم کا پھل) جیسے بشکلِ سبزی نہ پکایا گیا ہو نگل لے تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔ اور تازہ اخروٹ نگلنے کی شکل میں بھی یہی مسئلہ رہے گا (نہر الفائق)۔
کوئی شخص خشک اخروٹ یا خشک بادام نگل لے تو کفارہ کا وجوب نہ ہوگا۔ انار مع چھلکے کے یا انڈا مع خول کے نگل لے تب بھی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (خلاصہ)۔ تازہ پستہ کا حکم اخروٹ کا سا ہے، اگر خشک کو اس میں مغز ہونے کے باوجود چبا لے تو کفارہ کا وجوب ہوگا اگر بلا چبائے نگل لے تو کسی کے نزدیک بھی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا پستہ کا ایک سرا پھٹا ہوا ہو اور اسے بلا چبائے نگل جائے تب بھی عام فقہاء فرماتے ہیں کہ کفارہ واجب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ کوئی شخص خربوزہ کا خشک شدہ چھلکا نگل لے جو خراب و بھدا نظر آتا تھا تو کفارہ کا وجوب نہ ہوگا مگر چھلکا تازہ و خراب نظر نہ آنے کی صورت میں کفارہ کا وجوب ہوگا (ظہیریہ)۔ کوئی شخص چاول یا باجرہ کھالے تو کفارہ واجب نہ ہوگا (ذخیرہ) ایسے ہی اگر کوئی شخص مسور و ماش کھالے تو کفارہ واجب نہ ہوگا (زاہدی)۔ کوئی شخص ملتانی مٹی جو سر دھونے کے کام میں آتی ہے کھالے تو روزہ کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ بلکہ اگر وہ آدمی اس مٹی کو کھانے کا عادی ہو گیا تو قضا اور کفارہ دونوں کا وجوب ہوگا (ظہیریہ)
دانتوں کے درمیان میں پھنسی ہوئی غذا کی مقدار اگر معمولی سی ہو اور وہ اسے نگل جائے تو روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ اور مقدار زیادہ ہونے کی شکل میں روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا کم اور زیادہ کا معیار یہ قرار دیا گیا ہے کہ چنے کے دانہ کے مساوی یا اس سے زائد ہونے کی صورت میں بڑی مقدار سمجھی جائے گی اور چنے کے دانہ سے کم ہونے کی شکل میں تھوڑی مقدار سمجھی جائے گی اگر یہ ریزے منہ سے نکالے اور ہاتھ پر رکھ کر کھالے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم دینا موزوں ہے (کافی)۔ اس بارے میں کفارہ کے واجب ہونے کے بہت سے اقوال ہیں فقیہ فرماتے ہیں کہ زیادہ درست قول کفارہ واجب نہ ہونے کا ہے (خلاصہ)۔
دانتوں کے اندر کوئی تل پھنس جائے اس کے بعد اس نے اسے نگل لیا ہو تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص تل باہر سے اٹھا کر منہ میں رکھ لے اور نگل لے تو روزہ ٹوٹ جانے کا حکم ہوگا لیکن کفارہ کے واجب ہونے میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں، مختار و پسندیدہ قول کے مطابق بغیر چبائے نگل لے تو کفارہ کا وجوب

کاری زخم میں دوا کا حکم

پیٹ یا سر کے اندر کاری زخم ہونے کی صورت میں اکثر مشائخؒ فرماتے ہیں کہ دوا پیٹ یا دماغ کے اندر پہونچ جانے پر روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ برابر ہے کہ دوا سوکھی ہو یا گیلی۔ اگر سوکھی ہوئی دوا کے بھی اندر تک پہونچنے کا علم ہوگیا تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا اور اگر تر دوا کے اندر تک نہ پہونچنے کا علم ہوجائے تو روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (عنایہ)۔

اگر دوا کے اندر پہونچنے یا نہ پہونچنے کے بارے میں کچھ علم نہ ہو اور دوا گیلی ہو تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا اس لیئے کہ عموماً گیلی دوا اندر تک پہونچ جایا کرتی ہے۔ امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ علم نہ ہونے کی شکل میں فقط شک کی وجہ سے روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ دوا سوکھی ہو تو تینوں اماموں میں سے کوئی بھی روزہ ٹوٹنے کا حکم نہیں کرتا (فتح القدیر)۔

کسی شخص کے تیر لگ جائے یا کوئی شخص اس کے نیزہ مارے اور وہ ٹوٹ کر اس کے پیٹ کے اندر ہی رہ جائے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ البتہ اس کے ایک حصہ کے جسم سے باہر رہنے کی صورت میں روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (تبیین)۔ کوئی دھاگہ میں پروئی ہوئی گوشت کی بوٹی کو نگل لے اور اس کے بعد فوراً نکال لے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا اور کچھ وہیں چھوڑ دے رکھنے پر روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (بدائع)۔

اگر کوئی شخص لکڑی نگل لے اور اس نگلی ہوئی لکڑی کا ایک سرا اس شخص کے ہاتھ میں موجود ہو، اس کے بعد وہ لکڑی نکال لے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا اور پوری لکڑی نگلنے کی شکل میں روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (خلاصہ)۔ کسی شخص کے اپنے پاخانہ کے مقام میں یا کسی عورت کے اپنی پیشاب گاہ میں انگلی داخل کر دینے کی بنا پر روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا مختار قول یہی قرار دیا گیا ہے مگر انگلی تیل یا پانی کی بنا پر بھیگی ہوئی ہو تو اس کے دخول کی وجہ سے روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (ظہیریہ)۔ اگر روزہ رکھنے والا اپنے روزہ کو بھولا نہ ہو تو مذکورہ حکم ہوگا۔ یہ تنبیہ بڑی نفیس ہے، ضروری ہے کہ اس کو یاد رکھا جائے کہ ان تمام شکلوں میں روزہ رکھنے والے کے اپنا روزہ یاد ہونے کی صورت میں روزہ کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا ورنہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (زاہدی)۔

روزہ رکھنے والے کی کانچ باہر آجائے تو کپڑے سے خشک کر لینے سے پہلے اس مقام سے کھڑا نہ ہو تاکہ پانی اندر نہ پہونچنے پائے جس کی بنا پر روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر فقہاء فرماتے ہیں کہ روزہ رکھنے والا طہارت کرتے ہوئے سانس نہ لے (محیط سرخسی)۔ اگر بحالت روزہ دیر تک طہارت کرنے کی وجہ سے پانی اندر تک پہونچ جائے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (بحرالرائق)۔

کسی شخص نے کسی عورت سے جبراً ہمبستری کر لی ہو تو جس سے ہمبستری کی اس پر قضا واجب ہوگی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ فتویٰ اسی قول پر دیا گیا ہے۔ ایسے ہی عورت کے جبر کرنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہوگا (خلاصہ)

کوئی فجر کے طلوع ہونے سے پہلے دخول کرے۔ اس کے بعد طلوع صبح کے خوف سے عضو باہر نکال لے پھر بوقت انزال صبح ہوگئی ہو تو قضا کا وجوب نہ ہوگا کسی نے بھول کر جماع کا آغاز کیا یا طلوع صبح سے قبل دخول کرے اتنے میں صبح ہونے پر اس کو یاد آجائے اور وہ عضو باہر نکال لے تو درست روایت کے موافق روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ اگر اسی حال میں بہت وقت گذر جائے تو ظاہر روایت کے مطابق قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے (بدائع)

کسی عورت کے پیشاب کے مقام یا چہرے کو کئی مرتبہ شہوت کے ساتھ دیکھے یا ایک مرتبہ دیکھ کر انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اسی طرح خیال بندھ جانے کی بنا پر انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (سراج الوہاج)۔

اگر وہ بحالتِ روزہ پیٹ میں چلی گئی تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (ایضاح کرمانی)۔ کوئی شخص مکھی پکڑ کر کھالے تو قضا واجب ہوگی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (شرح طحاوی)۔

کوئی شخص جمائی کی وجہ سے سر اٹھائے اور پرنالہ سے منہ کے اندر پانی کا قطرہ آگرے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ (سراج الوہاج)۔ بارش یا برف حلق کے اندر پہونچ جانے پر روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ درست قول یہی ہے (ظہیریہ)۔

پیسنے کوٹنے کی بنا پر حلق میں غبار یا کسی دوا کا ذائقہ یا دھواں پہونچ گیا جو ہوا سے یا جانوروں کے چلنے کی بنا پر اڑ کر پہونچا ہو تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (سراج الوہاج)۔

کسی شخص کے بحالتِ روزہ آنسو بقدر ایک دو قطرہ کے منہ کے اندر چلے گئے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ اگر آنسوؤں کی مقدار کثیر ہو کہ منہ کے اندر ان کے کھارے پن کا احساس ہو اور منہ کے اندر یہ آنسو اکٹھے ہو گئے ہوں اس کے بعد وہ انھیں نگل لے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ ایسے ہی اگر چہرے سے پسینہ بہہ کر روزہ رکھنے والے کے منہ کے اندر چلا جائے تو اسکا حکم آنسوؤں کی طرح ہوگا (خلاصہ)۔

بذریعہ مسامات جو تیل بدن کے اندر پہونچے اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (شرح مجمع)۔ غسل کر کے کسی شخص کے جسم کو ٹھنڈک کا احساس ہو تو اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (نہر الفائق)۔ احناف فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آنکھ میں دوا کے قطرے ڈالے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا خواہ حلق تک اس کا مزا پہونچ گیا ہو۔ کسی آدمی کے لعاب کے اندر سرمہ کا رنگ یا اس کا کچھ اثر نظر آئے تو عام مشائخ فرماتے ہیں کہ روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (ذخیرہ) زیادہ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (تبیین)۔

قے کا حکم

کوئی آدمی عمداً قے کرے یا قے لوٹا دے تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا بشرطیکہ منہ بھر کر قے ہوئی ہو۔ اگر قے منہ بھر کر نہ ہوئی ہو اور وہ قے منہ سے باہر پھینک دے یا از خود حلق میں لوٹ جائے یا وہ عمداً حلق میں واپس کر دے تو درست قول کے مطابق روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ (نہر الفائق)

ان سب شکلوں کا یہ حکم اس وقت ہوگا جبکہ قے میں غذا یا پانی یا صفراء کے اثرات موجود ہوں اور بلغم ہونے پر کسی شکل میں روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد کا یہی مسلک قرار دیا گیا ہے۔ امام ابو یوسف کی رائے ان سے مختلف ہے یہ فرماتے ہیں اگر قے کے اندر بلغم منہ بھر کر ہو تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ امام ابو یوسف کے اس قول کو دونوں اماموں کے قول کی بہ نسبت زیادہ عمدہ قرار دیا گیا ہے (فتح القدیر)۔

تیل کا حکم

کوئی شخص بحالتِ روزہ تیل کا انیما کرائے یا ناک کے ذریعہ تیل چڑھائے یا کان کے اندر تیل کا قطرہ ٹپکائے تو اس کے روزہ کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ البتہ کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (ہدایہ)۔ تیل اس طریقہ سے اندر پہونچ جائے جس کے اندر اس کے کسی فعل کو رتی برابر بھی دخل نہ ہو اس صورت میں روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (محیط سرخسی)۔

کان میں پانی کا قطرہ پہونچنے کی بنا پر روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (ہدایہ)۔ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (محیط سرخسی) امام ابو حنیفہ و امام محمد فرماتے ہیں کہ پیشاب گاہ کے سوراخ کے اندر کسی شئے کا قطرہ ٹپکا دینے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (محیط)۔ چاہے قطرہ تیل کا ہو یا پانی کا، حکم یکساں رہے گا۔ اختلاف اسی شکل کے اندر ہے جبکہ مثانہ تک وہ قطرہ چلا گیا ہو، فقط پیشاب گاہ کی نالی تک پہونچنے پر کسی کے نزدیک بھی روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (تبیین)۔

عورتوں کے اپنی پیشاب گاہ کے اندر کچھ ٹپکانے کی صورت میں تمام فقہاء کے نزدیک روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ یہی قول درست قرار دیا گیا ہے (ظہیریہ)۔

کا پانی پینے کی صورت میں یہی حکم ہوگا۔ اسی طرح بطورِ دوا استعمال ہونے والی مٹی کھالے مثلاً گیرو یا وہ جسے بھوننے کے بعد استعمال کیا جاتا ہو، یا ایسا آٹا کھالے جس میں مسکہ ملا ہوا ہو، یا چھوٹے خربوزہ کو نگل لے تو اس شکل میں بھی یہی حکم ہوگا، کچے گوشت یا کچی چربی کھالینے کی صورت میں بھی قول مختار و پسندیدہ کے موافق یہی حکم ہوگا (خزانۃ المفتین)۔

کوئی شخص بھنے ہوئے جو نگل لے گا تو کفارہ کا وجوب ہوگا اور اگر ایسے جو نگل لیے جو بھنے ہوئے نہ تھے تو کفارہ واجب نہ ہوگا اس لیئے کہ بھنے ہوئے جو کھانے مروج ہیں اور کچے جو کھائے جانے کا دستور نہیں ہے (محیط سرخسی)۔ کسی نے جوار کے آٹے کے اندر مسکہ یا دہی ملا کر کھالیا ہو تو کفارہ کا وجوب ہوگا، گیہوں کا حکم جوار کے آٹے کا سا ہوگا (خلاصہ)۔

کوئی شخص جوار کا پیڑ کھالے تو زندویسیؒ فرماتے ہیں اس پر کفارہ کا وجوب ہوگا اس لیئے کہ اس کے اندر مٹھاس و مزہ دونوں ہوتے ہیں۔ اگر درخت کے اس قدر بڑے بڑے پتوں کو کھایا جن کے کھائے جانے کا دستور ہو مثلاً انگور کے بڑے پتے ہوں تو قضا کا وجوب ہوگا کفارہ واجب نہ ہوگا (بحرالرائق)۔

کوئی شخص انگور چبا کر کھا جائے تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے اور چھلکے دار ہر طرح کی گھاس کا یہی حکم ہوگا۔ انگور کا یہ دانہ چھلکے دار ہو تو عام علماء یہی فرماتے ہیں کہ قضا و کفارہ دونوں کا وجوب ہوگا لیکن ابو سہلؒ فرماتے ہیں کہ کفارہ واجب نہ ہوگا۔ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (ظہیریہ)۔ کوئی شخص تازہ بادام نگل لے تو کفارہ واجب ہوگا (محیط سرخسی)۔ کوئی شخص تر و تازہ یا خشک بادام و اخروٹ چبا کر نگل لے تو کفارہ کا وجوب ہوگا دانہ بلا چبائے نگلنے پر بھی یہی حکم ہوگا۔ انگور کا یہ دانہ ... (معراج الدرایہ)۔ کسی نے نمک کھالیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔ البتہ نمک کھانے کا عادی ہو تو کفارہ واجب ہوگا (تبیین)

نمک کھالینے کی بناء پر کفارہ کا وجوب ہوگا۔ مختار و پسندیدہ قول یہی قرار دیا گیا ہے (خلاصہ)۔ صدر الشہیدؒ فرماتے ہیں کہ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابوالمکارم)۔

دوسری قسم کے ضمنی مسائل

کوئی شخص بھولے سے کھا پی لے یا ہمبستری کرلے، پھر یہ سوچ کر کہ روزہ تو جاتا ہی رہا دوسری مرتبہ قصداً کھا پی لے تو اس پر کفارہ کا وجوب نہ ہوگا۔ اگر وہ یہ بات جانتا ہو کہ کسی شخص کے بھول کر افطار کرلینے سے روزہ ختم نہیں ہوتا تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دوبارہ ارادتاً کھانے پینے پر کفارہ کے واجب ہونے کا حکم ہوگا۔ زیادہ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (خلاصہ)۔

قے ہونے پر روزہ کے ٹوٹ جانے کا خیال ہوا اور پھر کچھ کھا پی لے تو کفارہ کے واجب ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ روزہ نہ ٹوٹنے کا علم ہونے کے باوجود کچھ کھالے تو کفارہ واجب ہونے کا حکم ہوگا (بحرالرائق)۔ احتلام ہونے پر روزہ جاتے رہنے کا خیال ہوا اور عمداً کچھ کھالے تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا (محیط)۔ احتلام کے مسئلہ سے واقف ہو تو کفارہ واجب ہونے کا حکم ہوگا (ظہیریہ)۔

کوئی شخص بحالتِ روزہ سینگی لگوائے پھر یہ سوچ کر کہ روزہ جاتا رہا عمداً کچھ کھا پی لے تو اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ لیکن اگر کوئی مفتی اس کو روزہ جاتے رہنے کا فتویٰ دے یا اسے اس حدیث کا علم ہو جس سے روزہ کے ٹوٹنے کے حکم کا پتہ چلتا ہے اور وہ اس کے اوپر اعتماد کرتے ہوئے روزہ افطار کرلے تو اس صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا۔ امام محمدؒ یہی فرماتے ہیں۔ البتہ امام ابو یوسفؒ کی رائے اس سے مختلف ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر تاویلِ حدیث کا علم ہو تو کفارہ کا وجوب ہوگا (ہدایہ)۔

کوئی شخص سرمہ لگائے یا بدن یا مونچھوں پر تیل لگائے۔ پھر اسے یہ خیال ہو کہ اس فعل کی بناء پر روزہ جاتا رہا اور وہ اب عمداً کچھ کھا پی لے تو کفارہ کا وجوب ہوگا لیکن اگر اس کو مسئلہ کا علم نہ ہو اور کوئی شخص روزہ ٹوٹ جانے

زوجہ کا بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہوگیا تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا البتہ کفارہ واجب نہ ہوگا (محیط)۔ اگر باندی یا لڑکے کا بوسہ لیا تب بھی یہی حکم ہوگا۔ زوجہ نے شوہر کا بوسہ لیا اور خاص جگہ میں کچھ گیلا پن محسوس کیا تو روزہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا البتہ اگر گیلا پن تو نہ محسوس کرے لیکن لذت محسوس ہو تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ امام محمدؒ کی رائے اس سے مختلف ہے (زاہدی)۔ کسی جانور کا بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جانے کا حکم نہ ہوگا۔ (محیط)۔ چھونے، لپٹنے چمٹنے، مصافحہ و معانقہ کا حکم بوسہ کی طرح ہوگا (بحر الرائق)۔

کوئی شخص کپڑے پر سے زوجہ کو مس کرے اور انزال ہو جائے تو اس کو زوجہ کے بدن کی گرمی محسوس ہوئی ہو تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا ورنہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (معراج الدرایہ)۔ زوجہ کے شوہر کو مس کرنے کی بناء پر خاوند کو انزال ہو جائے تو روزہ کے فاسد ہونے کا حکم نہ ہوگا اگر خاوند نے زوجہ کو اس کے لیئے ابھارا ہو تو اس کے اندر مشائخ کی رائیں مختلف ہیں (محیط)۔ کسی جانور کی پیشاب گاہ سے مس کرنے کی بناء پر انزال ہو جائے تو روزہ کے ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (سراج الوہاج)

کوئی شخص کسی جانور یا مردہ سے صحبت کرے یا پیشاب گاہ سے اوپر اوپر کسی حصہ میں جماع کرے تو انزال نہ ہونے کی صورت میں روزہ نہ ٹوٹے گا۔ ان تمام شکلوں میں انزال ہو جائے تو قضا واجب ہوگی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ بحالتِ روزہ کسی شخص کے اپنے عضو کو ہلانے کی بناء پر انزال ہوگیا تو قضا واجب ہوگی۔ مختار قول یہی قرار دیا گیا ہے اور عام مشائخ بھی یہی فرماتے ہیں (بحر الرائق)۔

کسی شخص نے عضوِ مخصوص کو زوجہ کے ہاتھ کے ذریعہ حرکت دلوائی اور انزال ہوگیا تو روزہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا (سراج الوہاج) سوئی ہوئی عورت یا ایسی عورت جس پر دیوانگی کا دورہ پڑ گیا ہو ان سے کوئی شخص مجامعت کرلے درآنحالیکہ وہ بحالتِ بیداری یا بحالتِ افاقہ نیتِ روزہ کر چکی ہو تو تینوں امام فرماتے ہیں کہ اس عورت کے روزہ کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا (خلاصہ)۔

دو عورتوں کے باہم اپنی پیشاب گاہیں رگڑنے سے انزال ہوگیا تو روزہ ٹوٹ جانے کا حکم ہوگا ورنہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (سراج الوہاج)۔ انزال کی شکل میں کفارہ کا وجوب نہیں ہوتا (فتح القدیر)۔

قضا و کفارہ کو واجب کرنے والی چیزیں

جس شخص نے عمداً اگلی یا پچھلی جانب سے بحالتِ روزہ ہمبستری کی تو اس پر قضا و کفارہ دونوں کا وجوب ہوگا اور دونوں شکلوں میں انزال ہونا شرط قرار نہیں دیا گیا (ہدایہ)

عورت بخوشی جماع کرائے تو اس کا حکم مرد کا سا ہوگا۔ اور زبردستی اس سے جماع کیا گیا تو عورت پر فقط قضا واجب ہوگی کفارہ کا وجوب نہ ہوگا۔ یہ حکم اس شکل میں ہوگا کہ ابتداءً عورت سے زبردستی جماع کیا گیا اور اخیر میں اُس نے برضامندی جماع کرایا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی عورت خود کسی لڑکے یا دیوانہ شخص کو قابو یا فتہ ہونے کا موقعہ دے دے اور وہ اس عورت سے زنا کرلے تو اس شکل میں اس عورت پر سب کے نزدیک کفارہ کا وجوب ہوگا (زاہدی)۔ کوئی شخص قصداً دوا یا غذا کھالے گا تو کفارہ واجب ہوگا۔ یہ حکم اس شکل میں ہے جب کہ اس نے اس کو بنیتِ دوا یا بہ نیتِ غذا کھایا ہو، یہ نیت نہ ہو تو کفارہ کا وجوب نہ ہوگا فقط قضا لازم ہوگی (خزانۃ المفتین)۔

اسی اعتبار سے بحالتِ روزہ اگر کوئی شخص روٹی کھالے یا کھانے پینے کی اشیاء یا تیل و دودھ وغیرہ استعمال کرلے یا ہیڑ، زعفران، کافور، مُشک وغیرہ کھالے تو احنافؒ فرماتے ہیں کہ قضا اور کفارہ دونوں کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ کوئی شخص عمداً سرکہ، عرقِ زعفران، کھٹا پانی، لوہے یا گگڑی، کھیرے، انگور، خربوزہ، بارش، اولہ و برف

پانچواں باب

روزہ نہ رکھنے کی گنجائش دینے والے عذر

جو شخص شرعی سفر کے اندر ہو اس کو روزہ نہ رکھنا درست ہے جس دن سفر کا آغاز کیا ہوا سے سفر ہی کا دن گنتے ہوئے روزہ نہ رکھنے کا عذر قرار نہیں دے سکتے (غیاثیہ)۔ لہٰذا کوئی آدمی دن میں سفر کا آغاز کرے تو اس دن روزہ توڑ دینا درست نہیں اور توڑ دینے کی شکل میں کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اگر اول روزہ توڑ دے پھر سفر کرے تو کفارہ کا بھی وجوب ہوگا (محیط سرخسی)۔ بوقتِ صبح قصداً کھائے پھر حاکم اس کو زبردستی سفر پر بھیج دے تو بموافقِ ظاہر روایت اس کی ذمہ سے کفارہ ساقط نہ ہوگا۔ اور اپنی خوشی سے سفر پر روانہ ہو تو تمام کے نزدیک اس پر کفارہ کا وجوب ہوگا (خلاصہ) رمضان کے اندر سفر کا آغاز کرے اس کے بعد کوئی فراموش شدہ شے لینے کی خاطر گھر واپس ہوا اور گھر آ کر کچھ کھا پی لے، اس کے بعد پھر سفر پر روانہ ہو جائے تو بمطابقِ قیاس کفارہ کا وجوب ہوگا۔ اس لیئے کہ سفر دراصل پورا ہو گیا تھا فقیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (غیاثیہ)۔

جان جانے کا خطرہ ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ کوئی عضو بے کار ہو جائے گا تو تمام کے نزدیک روزہ توڑ دینے کا حکم ہوگا اگر بیماری کے بڑھ جانے کا یا مرض کے طویل ہو جانے کا خطرہ ہو تب بھی احنافؒ فرماتے ہیں کہ روزہ توڑ دینے کا حکم ہوگا۔ البتہ روزہ توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہوگی (محیط)۔

یہ بات مریض کو اپنے اجتہاد کے ذریعہ معلوم کر لینی چاہیئے۔ اجتہاد وہم کا نام نہیں بلکہ غالب گمان کسی طریقہ سے حاصل ہو جانے کا نام ہے۔ خواہ ظنِ غالب کسی علامت کے ذریعہ حاصل ہو یا تجربہ کی بنا پر یا علی الاعلان فسق کے اندر مبتلا نہ ہونے والے معالج کے ذریعہ (فتح القدیر)۔ اگر صحت مند شخص کو روزہ کی بنا پر مریض ہو جانے کا خوف ہو تو اسے بیمار ہی تصور کریں گے (تبیین)۔

اگر روزہ رکھنے اور بخار چڑھنے کا ایک ہی دن ہوا اور اس نے بخار چڑھنے سے قبل کچھ کھا لیا تو اس کے اندر کچھ حرج نہ ہوگا (فتح القدیر)۔ اگر تیسرے روز بخار چڑھتا ہو اور وہ دورہ والے دن اس بنا پر روزہ توڑ دے کہ بخار چڑھنے کی وجہ سے ضعف ہو جائیگا اور روزہ رکھنا ممکن نہ ہوگا۔ پھر اس کو بخار نہ چڑھا ہو تو اس صورت میں کفارہ کا وجوب ہوگا (خلاصہ)

اگر عورت کو روزہ رکھنے کی بنا پر خود یا بچہ کو نقصان پہونچنے کا خطرہ ہو تو اس کو روزہ توڑ دینا چاہیئے۔ اور اس پر روزہ کی قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں (خلاصہ)۔ بحالتِ خونِ نفاس یا حیض عورت کو روزہ نہ رکھنا چاہیئے (ہدایہ)۔ اگر حیض آجانے کا خیال ہوا اور اس بنا پر روزہ توڑ دے مگر اس روز حیض نہ آئے تو زیادہ ظاہر بات یہی ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا (ظہیریہ) بوقتِ شب حیض ختم ہو جائے اور پاک ہو جائے درآنحالیکہ کامل دس دن تک حیض آتا رہا۔ تو اس کو چاہیئے کہ صبح کو روزہ رکھے۔ اور حیض آنے کی مدت دس روز سے کم ہو تو اس کے اندر تھوڑی سی تفصیل ہے۔ بوقتِ شب نہانے کے بعد شب کا تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہو اور صبح نہ ہوئی ہو تو روزہ رکھنا چاہیئے البتہ اگر نہاتے ہی صبح ہو جائے تو اس صورت میں روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دس دن کم حیض آنے کی شکل میں غسل کے وقفہ کو بھی مدتِ حیض میں شمار کیا جائیگا (محیط سرخسی)

ے کم از کم اڑتالیس۴۸ میل کی مسافت کے سفر کو شرعی سفر کہا جاتا ہے ۱۲۔

کا فتویٰ دے دے تو اس پر کفارہ کے واجب ہونے کا حکم نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
کوئی مسافر قبل زوال اپنے شہر میں آگیا اور اس نے اس وقت تک کچھ نہیں کھایا تھا اور وہاں پہونچ کر نیتِ روزہ کرلی پھر عمداً ہم بستری کی تو کفارہ کا وجوب نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر کوئی دیوانہ شخص زوال سے قبل قبل اچھا ہو جائے۔ اس کے بعد وہ نیتِ روزہ کرلے پھر ہمبستری کرے تو اس کے لیے بھی حکم یہی ہوگا (سراج الوہاج)۔
بوقتِ صبح نیتِ روزہ نہ ہو لیکن زوال سے قبل قبل نیت کرلے اس کے بعد کچھ کھالے تو کفارہ کا وجوب نہ ہوگا (کشف الکبیر)۔ درست قول یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی روزہ توڑ دے اس کے بعد اتنا زیادہ بیمار ہو جائے کہ روزہ رکھنا ممکن نہ رہے تو احناف فرماتے ہیں کہ کفارہ ساقط ہونے کا حکم ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ زیادہ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (ظہیریہ)۔ احناف کے نزدیک ضابطۂ اصلیہ یہ ہے کہ جس آدمی کا حال بوقتِ شام ایسا ہو کہ اگر بوقتِ صبح ایسا حال ہوتا تو اس کو روزہ توڑ دینا درست ہو جاتا، اس قسم کے شخص کے ذمہ کفارہ کا وجوب ساقط ہونے کا حکم ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)
بعدِ مسواک یہ سوچ کر کہ روزہ جاتا رہا عمداً کچھ کھا پی لے تو قضا و کفارہ دونوں کا وجوب ہوگا (خلاصہ)۔ بعدِ غیبت یہ گمان ہوا کہ غیبت کی وجہ سے روزہ باقی نہیں رہا، اس کے بعد قصداً کچھ کھالے تو کفارہ کا وجوب ہوگا، خواہ کوئی مفتی غیبت کی بنا پر روزہ ٹوٹ جانے کا فتویٰ دے یا وہ کسی حدیث کی تاویل کرلے (بدائع)۔ عام علما یہی فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ کوئی عورت قصداً روزہ توڑ دے۔ اس کے بعد اسی دن حیض آجائے یا مریض ہو جائے تو روزہ کی قضا کا وجوب ہوگا کفارہ واجب نہ ہوگا۔ کوئی شخص روزہ توڑنے کے بعد بے ہوش ہو جائے، اس صورت میں بھی یہی حکم ہوگا (محیط سرخسی)۔
کوئی شخص اپنے آپ کو زخمی کرلے اور زخم کے سبب روزہ پر قادر نہ رہے تو بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کے ذمہ کفارہ کا وجوب ہوگا۔ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (ظہیریہ)۔ مردہ یا جانور سے جماع کے بعد یہ سوچ کر کہ روزہ جاتا رہا عمداً کچھ کھالے تو اس کے ذمہ کفارہ کا وجوب ہوگا بشرطیکہ وہ مسئلہ سے واقف ہو۔ اگر مسئلہ سے واقف نہ ہو تو صرف قضا کا وجوب ہوگا کفارہ واجب نہ ہوگا۔ کوئی شخص اپنی دبر میں انگلی داخل کرے یا ہار نگل لے اور ہار کا سرا اپنے ہاتھ میں ہی رکھتا ہو۔ اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ روزہ تو جاتا رہا عمداً کچھ کھالے اس وقت بھی یہی حکم ہوگا کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر روزہ ٹوٹ جانے کا خیال ہو، اس کے بعد عمداً کچھ کھالے تو اس کا ایسا ہی حکم ہوگا جیسا کہ مسئلہ قے کے اندر ذکر کردیا گیا۔ اگر کیڑے پڑے ہوئے مردار کو کھالے تو روزہ جاتا رہے گا مگر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اگر کیڑے نہ پڑے ہوں تو قضا و کفارہ دونوں کا وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔
کسی آدمی کو ماہِ رمضان میں قصاصاً قتل کیا جا رہا ہو اور قتل کیے جانے والا روزہ دار ہو، وہ کسی شخص سے پانی طلب کرے اور وہ شخص اس کو پلا دے۔ اس کے بعد قتل کیے جانے والے کے جرم کو معاف کردیا جائے اور وہ قتل نہ کیا گیا ہو تو شیخ امام ظہیر الدین فرماتے ہیں کہ اس پر کفارہ کا وجوب ہوگا۔ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے دن کے وقت زوجہ سے ہمبستری کرے، اس کے بعد اسے جبراً حاکم سفر میں روانہ کردے تو بموافق ظاہرِ اصول اس کے ذمہ سے کفارہ ساقط ہونے کا حکم نہ ہوگا (ظہیریہ)۔

کرے کہ جو مدعو شخص کے گھر پر پہنچنے کو کافی سمجھے اور ان کے کھانا نہ کھانے سے اس کو رنج نہ ہو اس صورت میں موزوں یہ ہے کہ نفل روزہ نہ توڑیں اور اگر کھانا نہ کھانے کی بناء پر وہ رنجیدہ ہو تو روزہ توڑ کر اس کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیئے اور پھر اس روزہ کی قضا کر لینی چاہیئے۔ شمس الائمہ حلوائی رح فرماتے ہیں کہ اس بارے میں سب سے اچھا قول یہ ہے کہ اپنی ذات پر اگر کسی شخص کو پورا اعتماد ہو کہ وہ بعد میں اس روزہ کی قضا کر لے گا تو اپنے مسلمان بھائی کی رضامندی کے لیئے روزہ توڑ دینا چاہیئے اور اگر اس کو اپنے اوپر یہ اعتماد نہ ہو کہ وہ بعد میں قضا کر لے گا تو اس صورت میں روزہ نہ توڑنا چاہیئے چاہے مسلمان بھائی رنجیدہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ تمام تفصیل اس شکل میں ہے جبکہ زوال سے قبل قبل ایسی صورت پیش آئے۔ بعدِ زوال کسی شکل کے اندر بھی روزہ توڑنا صحیح نہ ہوگا۔ بجز اس شکل کے کہ اس نفل روزہ کے رکھنے کی بناء پر ماں باپ ناراض ہو جائیں۔ والدین کی ناراضگی کی وجہ سے بعد زوال بھی روزہ توڑنا درست ہوگا (محیط)۔

دعوت مہمان کی مانند میزبان کے لیئے بھی عذر قرار دی گئی ہے (شرح وقایہ) البتہ واجب روزہ کے اندر دعوت کا شمار عذر میں نہ ہوگا (نہایہ)۔ اگر کوئی دیوانہ آدمی رمضان کے اندر کچھ روز کے لیئے تندرست ہو جائے تو اس پر رمضان کے گذشتہ روزوں کی قضا کا وجوب ہوگا اگر کامل رمضان دیوانگی طاری رہے تو پھر قضا کا وجوب نہ ہوگا بموافقِ ظاہر روایت چاہے جنون بلوغ سے قبل ہو یا بلوغ کے بعد دونوں کے اندر کچھ فرق نہ ہوگا (محیط)۔

رمضان کے اندر بعدِ زوال افاقہ ہونے کی صورت میں قضا کا وجوب نہ ہوگا (کفایہ، نہایہ)۔ پورے رمضان بے ہوش رہے تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کی قضا لازم ہوگی (معراج الدرایہ)۔ اگر آفتاب غروب ہونے کے بعد بے ہوش یا مجنون ہو گیا اور برابر کئی روز تک یہی حالت رہے تو اس پر اس شب کے بعد والے دن کے روزہ کی قضا لازم نہ ہوگی اس لیئے کہ اگر وہ اس روز کی نیتِ روزہ کر چکا تھا تو اس کا روزہ ہو جائے گا۔ لیکن نیت کرنے یا نہ کرنے .... کا علم نہ ہو تو بظاہر وہ نیت کر چکا ہوگا اور ظاہری حال کے مطابق ہی عمل کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی مسافر یا ایسا شخص ہو جو رمضان میں روزے رکھنے کا عادی نہ ہو تو اس پر قضا کا وجوب ہوگا۔ سبب یہ ہے کہ اس کے ظاہر حال سے نیت نہ کرنے ہی کا پتہ چلتا ہے (زاہدی)۔

دشمن سے جہاد کرنے والا مجاہد اگر رمضان کے اندر جنگ کے محاذ پر ہو اور روزہ رکھنے کی بنا پر اسے لڑنے کی قوت نہ رہنے کا خطرہ ہو تو اسے روزہ توڑ دینا درست ہے (محیط سرخسی)۔ اگر اتفاقاً (اس روز) جنگ نہ ہو تو اس پر کفارہ کا وجوب نہ ہوگا۔ (میدانِ) جنگ میں لڑنے کے واسطے اول غذا کی حاجت ہے۔ مرض کا معاملہ اس سے بالکل الگ ہے (ظہیریہ)۔ کسی پیشہ ور کا اس طرح کا پیشہ ہو کہ ایسے کرنے کی وجہ سے لیسے نقصان پہونچنے اور روزہ توڑ دینے کا اندیشہ ہو اور وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے واسطے اس پیشہ کے کرنے پر مجبور ہو تو اس کو وہ مرض لاحق نہ ہونے تک روزہ توڑ دینا (یا روزہ ترک کر دینا) حرام ہوگا (قنیہ)۔

چھٹا باب

مسائلِ نذر

نذر کی کچھ شرطیں ہیں کہ ان کا لحاظ کیئے بغیر نذر درست نہ ہوگی۔ اول یہ کہ آدمی نے جو نذر مانی ہو شرعاً اس قسم و جنس

زبردست بھوک و پیاس کی بنا پر جان سے ہاتھ دھونے کا اندیشہ ہو یا اندیشہ ہو کہ ہوش و حواس جاتے رہیں گے تو روزہ توڑ دینا درست ہے (فتح القدیر)۔ بڈھا کھوسٹ جس میں اتنی طاقت نہ ہو کہ روزہ رکھ سکے تو اس کے لیئے روزہ نہ رکھنا درست ہے۔ البتہ ہر روزہ کے عوض چاہیئے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے (ہدایہ)

عورت اگر ایسی بوڑھی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا (سراج الوہاج)۔ شیخ فانی (بڈھا کھوسٹ) اسے کہتے ہیں جس کی طبعی کمزوری دن بدن بڑھ رہی ہو حتیٰ کہ کمزوری بڑھتے بڑھتے اس کا انتقال ہو جائے (بحر الرائق)۔ شیخ فانی خواہ رمضان کے آغاز میں ایک مرتبہ اپنے سب روزوں کا ذکر کردہ فدیہ دے دے اور خواہ تمام فدیہ اخیر رمضان میں دیدے (نہر الفائق)

اگر بعد ادائیگی فدیہ روزہ رکھنے کی قوت آگئی تو حکم فدیہ ختم ہو جائے گا اور اس پر روزوں کا رکھنا واجب ہوگا (نہایہ)

شیخ فانی پر بسلسلۂ قتل یا بسلسلۂ قسم روزوں کا وجوب تھا اور وہ بڑھاپے کی بناء پر اس بات سے معذور ہو گیا کہ روزے رکھ سکے تو اسے ان روزوں کے بدلہ کھانا کھلانا درست نہ ہوگا۔ اس کا ضابطۂ اصلیہ یہ ہے کہ ایسا روزہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے مستقل ہو اور وہ کسی دوسری چیز کا بدلہ نہ ہو اور اس روزہ کے ادا کرنے پر آدمی قادر نہ رہے تو اس کے عوض کھانا دینا درست ہے۔ اور جس روزہ کا وجوب اپنی ذات کے لحاظ سے نہ ہو بلکہ اس کا وجوب کسی چیز کے عوض میں ہوا ہو تو اس کے عوض کھانا دینا درست نہ ہوگا چاہے مستقبل میں بھی روزہ رکھنے کی توقع نہ رہے۔ جیسے بطور کفارۂ قسم رکھے جانے والے روزے کہ ان کے بدلہ کھانا دینا درست نہ ہوگا اس لیئے کہ وہ بذاتِ خود دوسری شے کا عوض ہیں۔ البتہ بطور کفارۂ ظہار اور بطور کفارۂ رمضان ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اس بناء پر درست ہے کہ یہ فدیہ قرآن و حدیث سے صراحتاً ثابت ہے (شرح طحاوی)۔

کوئی شخص بیماری یا سفر کی بناء پر رمضان کے روزے نہ رکھ سکے اور وہ شخص اسی سفر یا اسی مرض میں مر جائے تو اس پر قضا کا وجوب نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ فوت ہو جانے والے روزوں کے عوض وصیتِ فدیہ کر گیا ہو تو اس وصیت کو درست قرار دیں گے لیکن ورثاء اس وصیت کو پورا کرنے کے ذمہ دار نہ ہوں گے بلکہ اس کے تہائی ترکہ سے وصیت کی تکمیل ہوگی۔ مرض سے صحتیاب ہونے اور سفر سے لوٹنے کے بعد اگر اسے فوت ہونے والے روزوں کی قضا کا موقعہ ملے تو اس پر ان روزوں کی قضا کا وجوب ہوگا۔ اگر یہ قضا روزے رکھے بغیر انتقال ہو گیا تو اسے وصیتِ فدیہ کر دینی ضروری ہوگی (بدائع)۔ اس کے ولی کو اس کی طرف سے ہر روزہ کے عوض کسی مسکین شخص کو ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع جَو دیدینے چاہئیں یا آدھے صاع گیہوں دے دیئے جائیں (ہدایہ)

اگر وہ شخص وصیت نہ کرے لیکن وارث احسان کے طور پر اور از راہِ مروّت اس کی طرف سے فدیہ ادا کریں تو یہ درست ہوگا لیکن اگر مرنے والا کوئی وصیت کر کے نہیں گیا تو ان کے ذمہ فدیہ کا وجوب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔ انتقال کرنے والے کی جانب سے ولی کو روزہ رکھنے کا حق نہیں (تبیین)۔

اگر مریض تندرست ہو جائے اور مسافر سفر پورا کرنے کے بعد قیام کر لے اور پھر مر جائے تو تندرستی و قیام کا انھوں نے جتنا زمانہ پایا ہو اس کے بعد ان پر روزوں کی قضا کا وجوب ہوگا۔ اس بارے میں تمام فقہاء متفق ہیں اور درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (سراج الوہاج)۔ کسی شخص نے پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کی ہو کہ دوسرا رمضان آجائے اس صورت میں اول اس سال کے رمضان کے روزے رکھے جائیں اور پھر گذشتہ رمضان کے روزوں کی قضا کی جائے (نہر الفائق)۔ احنافؒ میں سے امام رازی فرماتے ہیں کہ بلا عذر نفل روزہ کا توڑ دینا درست نہ ہوگا (کافی)، زیادہ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (محیط سرخسی)۔ ظاہر روایت کے مطابق یہی قول ہے (نہر الفائق)

امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے مروی ہے کہ دعوت کا شمار بھی عذر میں ہے (کافی)۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ایسا شخص دعوت

عورت حائضہ ہو جائے تو اب ان تمام روزوں کو نئے سرے سے رکھنا ہوگا (سراج الوہاج)۔

کسی شخص نے علیحدہ علیحدہ روزے رکھنے کی نذر کی لیکن تمام روزے مسلسل رکھ لیئے تو یہ صورت درست ہوگی (فتاویٰ قاضیخاں) کوئی شخص اللہ کے لیئے لگاتار دس روز کے روزے رکھنے کی نذر کرے اس کے بعد وہ پندرہ روز کے روزے رکھے البتہ درمیان میں ایک روز کا ناغہ ہو جائے اور یہ تعین نہ ہو سکے کہ ناغہ دس روز کے دوران ہوا تھا یا اخیر کے پانچ دنوں کے اندر تو اس کو پندرہ روز کے علاوہ پانچ روزے اور رکھ لینے چاہئیں تاکہ تعداد دس روزوں کی مکمل ہو جائے (ظہیریہ)۔

اگر کوئی شخص ایک دن ناغہ اور ایک دن کا روزہ رکھنے کی نذر کرے تو اس پر ایک ہی دن کے روزہ کا وجوب ہوگا مگر وہ ان لفظوں کے ساتھ ہمیشہ روزہ رکھے رہنے کی نیت کرے تو اس صورت میں اس کی نیت کے موافق روزہ کا وجوب ہوگا کوئی شخص نذر کرے کہ اللہ کے لیئے اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے تو اس پر ایک دن کے روزہ کا وجوب ہوگا۔ کوئی شخص اس طرح نذر کرے کہ اس کے ذمہ (کچھ) دنوں کے روزے رکھنے واجب ہیں تو تین یوم کے روزوں کا اس پر وجوب ہوگا کوئی آدمی اس طرح کہے اللہ کے لیئے مجھ پر بہت سے روزوں کا وجوب ہے اور اس نے متعین طور سے کوئی نیت نہ کی ہو تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ذمہ دس روزوں کا وجوب ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ سات دن کے روزوں کا وجوب ہوگا (سراج الوہاج)۔

کوئی شخص اس طرح کہے کہ اللہ کے لیئے مجھ پر (کچھ) دنوں کے روزوں کا وجوب ہے اور کوئی نیت نہ کرے۔ اس صورت میں بھی امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس پر دس دن کے روزوں کا وجوب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ سات دن کے روزے واجب ہوں گے (سراجیہ)

کوئی شخص یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کے لیئے دس روز اور کچھ دنوں کے روزوں کا وجوب ہے تو تیرہ[13] روز کے روزے اس پر واجب قرار دیئے جائیں گے (فتح القدیر)۔ کوئی شخص اس طرح کہے کہ اللہ کے واسطے میرے اوپر اتنے اتنے دنوں کے روزے رکھنے کا وجوب ہے تو اکیس[21] روز کے روزوں کا اس پر وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ ایک جمعہ کے روزہ کا وجوب ہے تو اس پر سات دن کے روزوں کا وجوب ہوگا لیکن اگر اس کی نیت فقط اس جمعہ کے روز کی ہو تو پھر ایک دن کے روزہ کا وجوب ہوگا۔ تعین جمعہ کے بارے میں اسے اختیار حاصل ہے (سراج الوہاج)۔ کوئی شخص یہ کہے مجھ پر واجب ہے کہ میں جمعوں کے روزے رکھوں تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں اس جمعہ کے روزوں کا اس پر وجوب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں زندگی بھر میں جس قدر بھی جمعہ آئیں گے ان تمام کے روزوں کا اس پر وجوب ہوگا۔ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ اس مہینہ کے جمعوں کے روزوں کا رکھنا مجھ پر واجب ہے تو اس مہینہ کے سارے جمعوں کے روزوں کا اس پر وجوب ہوگا۔ شمس الائمہ سرخسیؒ اسی قول کو زیادہ درست قرار دیتے ہیں (ظہیریہ)

اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ اللہ کے واسطے مجھ پر جمعرات کا روزہ رکھنا واجب ہے تو اس کے بعد سب سے پہلی جمعرات جو آئے اس میں روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔ ہر جمعرات کا روزہ رکھنا ضروری نہ ہوگا۔ مگر ہر جمعرات کی نیت کرلے گا تو اس صورت میں ہر جمعرات کے روزہ کا وجوب ہوگا۔ کوئی شخص اس طرح کہے کہ خدا واسطے میرے اوپر ہفتہ کے دن آٹھ دن کے روزوں کا رکھنا واجب ہے تو اس پر دو بار کے روزوں کا وجوب ہوگا۔ یا کوئی اس طریقے سے کہے کہ میرے اوپر اللہ کے واسطے سنیچر کے روز سات روزوں کا رکھنا واجب ہے تو اس پر سنیچر کے روزے رکھنے واجب ہوں گے اس لیئے کہ سنیچر کا دن ایک ہفتہ میں دو بار نہیں آتا ہے پس اس کی بات سے گنتی مراد لی جائے گی۔ درآں حالے کہ اول شکل کا حکم اس کے برخلاف

کہ کسی چیز کا اس پر وجوب ہو، اسی لیۓ اگر کوئی بیمار کی عیادت کی نذر مانے تو صحیح نہیں۔ دوسری یہ کہ وہ چیز کسی شے کے حصول کا ذریعہ نہ ہو بلکہ شرعی اعتبار سے وہی شے مطلوب بھی ہو۔ اسی بنا پر اگر کوئی سجدۂ تلاوت اور وضو کی نذر مانے تو درست نہ ہوگی۔ تیسری یہ کہ خود اس چیز کا فوری طریقہ پر یا کسی دوسرے وقت اس کے ذمہ وجوب نہ ہوا ہو مثلاً کسی شخص نے نمازِ عصر یا ظہر کی نذر مانی ہو تو درست نہ ہوگی (نہایہ)

چوتھی یہ کہ جو شے بطورِ نذر مانے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے گناہ (میں داخل) نہ ہو۔ (بحر الرائق) اس واسطے اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ وہ بروزِ قربانی روزہ رکھے گا تو اس دن اس کو روزہ نہ رکھنا چاہیۓ بلکہ اس کی بعد میں قضا کرلی جائے یہ نذر تو درست ہوگئی کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شرعاً مقرر کی گئی ہے اور روکنا (عارضی) وجہ سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس روز اللہ کی طرف سے کھانے پر مسلمانوں کو مدعو کیا جاتا ہے۔ اس روز اگر کوئی شخص دعوت قبول نہ کرکے روزہ رکھ لیگا تو نذر کے وجوب کی ادائیگی ہوجائے گی۔ (اگرچہ یہ عمل گناہ سے خالی نہ ہوگا۔ (ہدایہ)۔

ایک نہایت ضروری شرط یہ بھی قرار دی گئی ہے کہ کسی ایسی شے کی نذر نہ کی جائے جو محال ہو، مثلاً کوئی شخص گذری ہوئی کل کے روزہ کی نیت کرے تو یہ نیت درست نہ ہوگی (بحر الرائق)۔ کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میں اللہ کے واسطے اس روز روزہ رکھوں گا جس روز فلاں آدمی آجائے گا اور وہ شخص نذر کرنے والے کے کھانا کھا چکنے کے بعد آئے، یا ایسی عورت جس نے نذر مانی تھی اسے حیض آنا شروع ہوجائے۔ اس صورت میں امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)، مختار قول یہی قرار دیا گیا ہے (سراجیہ)۔

اگر بعدِ زوال آنے والا آدمی پہونچا ہو تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ذمہ کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا۔ اس بارے میں ان کے سوا اور کسی امام سے کوئی روایت نقل نہیں کی گئی (خلاصہ)۔ کوئی شخص یہ نذر کرے کہ فلاں شخص کے آنے کے دن میں اللہ کے واسطے روزہ رکھوں گا اور وہ آدمی بوقتِ شب پہونچے تو اس کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا۔ اگر وہ آدمی زوال سے قبل دن ہی میں آجائے اور اس نے اس وقت کوئی چیز کھائی پی بھی نہ ہو تو اس صورت میں اس کو چاہیۓ کہ روزہ رکھے (محیط)۔

کوئی شخص یوں کہے کہ اللہ کے واسطے میرے اوپر ضروری ہے کہ فلاں شخص جس دن آئے گا اس روز کا روزہ ہمیشگی کے ساتھ رکھا کروں گا اور وہ آدمی اس کے کھانا کھا چکنے کے بعد پہونچا تو اس دن کے روزہ کا اس پر وجوب نہ ہوگا۔ البتہ آئندہ اس روز کے روزہ کی ادائیگی (ہفتہ وار) اس کے ذمہ واجب رہے گی (سراج الوہاج، محیط)۔

کوئی آدمی یہ نذر کرے کہ فلاں شخص جس دن بھی آئے گا اس دن کا روزہ ہمیشگی کے ساتھ رکھا کروں گا۔ اس کے بعد ایک اور نذر یہ کرے کہ جس دن فلاں آدمی تندرست ہوگا اس روز کا روزہ ہمیشگی کے ساتھ ضرور رکھوں گا۔ اتفاقاً وہ آدمی پہونچ جائے جس کے آنے کی اس نے نذر مانی تھی اور اسی دن وہ مریض بھی تندرست ہوجائے تو اس پر ہمیشہ اس ایک روز کا روزہ رکھنا واجب رہے گا۔ اور اس کے علاوہ کسی دوسرے دن کے روزہ کا اس پر وجوب نہ ہوگا (محیط)۔

کوئی شخص اگر اللہ کے لیۓ ایک دن کا روزہ رکھنے کی نذر کرے تو اس پر ایک دن کے روزہ کا وجوب ہوگا۔ روزہ رکھنے کے واسطے دن کی تعیین کا وہ مختار ہے جس روز بھی رکھنا چاہے رکھ لے اس روزہ کے بارے میں تمام فقہاء کے نزدیک اس کو مہلت میسر ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے لیۓ آدھے دن کا روزہ رکھنے کی نذر کرے تو یہ نذر درست قرار نہ دیں گے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے لیۓ دو یا تین یا دس روز کے روزے رکھنے کی نذر کرے تو اس کے ذمہ اتنے ہی روزوں کا وجوب ہوگا، خواہ وہ روزے متعین وقت کرکے ادا کیۓ ہوں۔ وہ مختار ہے خواہ لگاتار روزے رکھے خواہ علیحدہ علیحدہ رکھ لے۔ البتہ اگر لگاتار روزے رکھنے کی نذر کرے تو پھر تمام روزوں کو لگاتار ہی رکھنا پڑے گا۔ اگر لگاتار روزے رکھنے کی نیت کرے مگر درمیان میں ایک روز کا ناغہ کردے یا

کے ذکر سے فقط تیس دن کے روزوں یعنی ان کے شمار کرنے کی نیت ہو تو اس پر تیس دن کے روزوں کا وجوب ہوگا چاہے لگا تار ادا کیئے جائیں یا علیحدٰہ علیحدٰہ (محیط)۔

نوازل میں لکھا ہے کہ ہمارا (اخاف کا) مختار قول یہی ہے (تاتارخانیہ)۔ اگر رمضان کی تشبیہ سے فقط روزوں کے واجب ہونے کا اظہار پیش نظر ہو تب بھی علیحدٰہ علیحدٰہ روزے رکھنا درست ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ کے لیئے مجھ پر اس سال کے روزوں کا وجوب ہے۔ تو اسے عید الفطر، عید الاضحیٰ اور تشریق کے دنوں کے روزے نہ رکھنے چاہئیں اور بعد میں ان کی قضا کرنی چاہیئے (ہدایہ)۔ درآنحالیکہ وہ یہ بات عید الفطر سے قبل کہے۔ اگر ماہِ شوال میں یہ جملہ کہے گا تو اس کے اوپر قضائے عید الفطر واجب قرار نہ دیں گے۔ اسی طرح اگر تشریق کے دن گذر گئے ہوں اور پھر یہ بات کہے تو اس صورت میں اس پر عید الفطر و عید الاضحیٰ اور ایامِ تشریق کے روزوں کا وجوب نہ ہوگا (یہ فتح القدیر میں غایۃ البیان سے منقول ہے)۔

کوئی آدمی یہ کہے کہ اللہ کے لیئے مجھ پر ایک برس کے روزوں کا وجوب ہے اور اس نے اس سال کی تعیین نہ کی ہو تو اس کو قمری حساب کے اعتبار سے ایک برس کے روزے رکھنے چاہئیں اور پھر پینتیس[۲۵] روزوں کی قضا کرنی چاہیئے۔ تیس ماہِ رمضان کے دو عید الفطر و عید الاضحیٰ کے اور تین ایامِ تشریق کے روزے۔ کوئی شخص یہ کہے کہ مجھ پر لگا تار ایک برس کے روزوں کا رکھنا واجب ہے۔ یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے اس نے یہ کہا ہو کہ اللہ کے لیئے مجھ پر خاص طور سے اس سال کے روزوں کا وجوب ہے تو وہ رمضان کے روزوں کی قضا نہیں کرے گا اس لیئے کہ پورے سال کے اندر رمضان بھی شامل ہے (خلاصہ)۔

کوئی عورت یہ نذر کرے کہ وہ ایک مقررہ سال کے روزے رکھے گی تو اس مقررہ برس کے روزے رکھ کر ماہواری کے دنوں کے روزوں کی قضا کرنی پڑے گی اس لیئے کہ عورت پر کوئی برس اس قسم کا بھی گذر جاتا ہے جس کے اندر اس کو قطعاً حیض نہیں آتا اس واسطے ایک سال کے روزوں کو واجب کر لینا صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی یہ کہے کہ اللہ کے لیئے میرے ذمہ صومِ دہر کا وجوب ہے تو اس کے ذمہ چھ مہینہ کے روزے واجب قرار دیئے جائیں گے۔ اور اگر الف لام کے ساتھ صوم الدہر کہے تو اس کے ذمہ عمر بھر کے روزے واجب قرار دیئے جائیں گے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ کسی شخص نے روزوں کی نذر کسی شرط کے اوپر معلق کر دی ہو تو جب تک یہ شرط نہ پائی جائیگی اس نذر کا ادا کرنا بالاتفاق درست نہ ہوگا۔ کوئی شخص یہ نذر کرے کہ وہ فلاں مہینہ کے روزے رکھے گا مثلاً ماہِ رجب کے روزے پھر وہ بجائے رجب کے ربیع الاول میں روزے رکھ لے تو امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ درست نہیں (محیط)

کوئی شخص یہ کہے کہ اگر مجھے معافی مل گئی تو اتنے روزے رکھوں گا تو جس وقت تک وہ یہ نہ کہے گا کہ مجھ پر اللہ کے لیئے ان روزوں کا وجوب ہے اس وقت تک یہ روزے واجب قرار نہ دیئے جائیں گے۔ قیاس کی رو سے تو یہی حکم ہوگا، از روئے استحسان روزوں کا وجوب ہو جائے گا۔ اگر نذر کسی شے پر معلق نہیں کی گئی تو نہ از روئے قیاس روزوں کا وجوب ہوگا نہ از روئے استحسان (ظہیریہ)۔

کوئی شخص یہ کہے کہ مجھ پر ایک مہینہ کے روزے واجب ہیں اور وہ مہینہ پورا ہونے سے قبل مر جائے تو اس پر ایک مہینہ کے روزوں کا وجوب ہوگا۔ اس پر واجب ہے کہ ہر روزے کے بدلہ آدھے صاع گیہوں دیئے جانے کی وصیت کر جائے۔ خواہ ان روزوں کے واسطے کسی مہینہ کی تخصیص کی ہو یا نہ کی ہو۔ باب الاعتکاف میں یہ مسئلہ آئے گا۔

کسی بیمار نے یہ کہا کہ میرے ذمہ مہینہ بھر کے روزوں کا وجوب ہے اور اسی بیماری میں وہ مر جائے تو اس پر کسی روزہ کا وجوب

ہے۔ (سراج الوہاج)۔ کوئی شخص اس آنے والی جمعرات کا روزہ رکھنے کی نذر کرے اور اس جمعرات کو وہ روزہ نہ رکھے تو اس پر اس کی قضا لازم ہوگی (محیط)۔

اگر قضا کے اندر تاخیر کر دے حتیٰ کہ بہت ضعیف ہو جائے یا یہ نیت کی ہو کہ ہمیشہ روزے رکھے گا، اس کے بعد بڑھاپے کی بنا پر روزے نہ رکھے جا سکے، یا شغلِ معاش کی بنا پر مجبور ہو گیا جس کے اندر سخت محنت سے کام لینا پڑتا ہو تو اس صورت میں وہ یہ روزے نہ بھی رکھے تو گنجائش ہے۔ البتہ ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین آدمی کو کھانا کھلانا چاہیئے، جیسے اس سے قبل بیان کر چکے۔ اگر مفلسی کی بنا پر اتنی ہمت نہ ہو کہ کھانا کھلا سکے تو خدا سے معافی مانگنی چاہیئے وہ مغفرت و رحم کرنے والا ہے۔ اگر موسم کی سختی اور گرمی کی شدت کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکے تو روزہ نہ رکھنا چاہیئے اور سردی کے موسم کا منتظر رہے اور اسی وقت قضا کر لینی چاہیئے (فتح القدیر)۔

لیکن یہ شکل اس وقت ہے جب کہ یہ نذر نہ مانی ہو کہ وہ دائمی طور پر روزے رکھے گا (خلاصہ)۔ اگر اس طرح کہنے کا قصد ہو کہ اللہ کے لیئے مجھ پر ایک روز کے روزہ کا وجوب ہے اور زبان سے مہینہ بھر کے روزے رکھوں گا، نکل جائے تو اس پر مہینہ بھر کے روزے واجب قرار دیئے جائیں گے۔ سبب یہ ہے کہ نذر کے اندر ارادتاً الفاظ نکلیں یا غیر ارادی طور پر سب کا حکم یکساں ہوگا۔ کوئی آدمی یہ کہے کہ اللہ کے لیئے مجھ پر مہینہ بھر کے روزے رکھنے واجب ہیں تو اس پر تیس دن کے روزوں کا وجوب ہوگا۔ روزے رکھنے کے واسطے کوئی سا بھی مہینہ متعین کرلے، وہ مختار ہے۔ یہ واجب نہیں ہے کہ نذر کرنے کے بعد فوراً اس کی ادائیگی ہو حتیٰ کہ تاخیر کی بنا پر اسے گنہگار قرار نہ دیں گے (سراج الوہاج)

کوئی شخص عربی کے اندر لفظ شہر (مہینہ) الف لام کے ساتھ استعمال کرے یعنی الشہر۔ اس طریقہ سے کہے کہ "للّٰہ ان اصوم الشہر (اللہ کے لیئے مجھ پر اس ماہ کے روزے رکھنے واجب ہیں)۔ تو اس مہینہ کے باقی ماندہ دنوں کے روزوں کا اس پر وجوب ہوگا۔ اور اگر لفظ "الشہر" کے ساتھ کوئی مخصوص مہینہ مراد لے تو اس صورت میں اس مہینہ کے روزوں کا اس پر وجوب ہوگا (محیط)۔

کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ کے لیئے میرے ذمہ مہینہ بھر کے لگاتار روزے رکھنے واجب ہیں۔ اس صورت میں اس کے لیئے لازم ہے کہ لگاتار روزے رکھے۔ اور مسلسل و غیر مسلسل کی تفصیل بیان نہ کرنے کی صورت میں وہ مختار ہے۔ اگر ایک مہینہ متعین کر کے اس میں ایک روزہ نہ رکھے تو اس کی قضا کر لینی چاہیئے۔ از سرِ نو روزوں کا آغاز نہ کرے۔ اگر اس مہینہ میں کوئی روزہ نہ رکھا ہو تو وہ مختار ہے خواہ لگاتار روزے رکھے خواہ علیحدہ علیحدہ (زاہدی)۔

کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ کے لیئے مجھ پر شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے روزوں کا رکھنا واجب ہے اور اس نے قمری حساب کے اعتبار سے ان مہینوں کے روزے رکھے ہوں۔ ماہِ شوال انتیس ۲۹ کا اور ماہ ذی قعدہ و ذی الحجہ تیس ۳۰ تیس روز کے ہوئے ہوں تو اس پر پانچ دن کے روزوں کا رکھنا واجب ہوگا۔ دو روزے عید الفطر و عید الاضحیٰ کے دنوں کے اور تین روزے تشریق کے دنوں کے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ کے لیئے تین مہینہ کے روزوں کا رکھنا واجب ہے اور اس نے ان روزوں کے لیئے شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے مہینے متعین کر لیئے ہوں۔ ماہ ذی قعدہ و ذی الحجہ تیس ۳۰ تیس روز کے ہوئے ہوں اور ماہِ شوال انتیس ۲۹ دن کا ہوا ہو تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ چھ روزوں کی قضا کرے (خلاصہ)۔

کوئی شخص یہ کہے کہ میرے ذمہ رمضان کی طرح ایک مہینہ کے روزوں کا وجوب ہے اور ذکرِ رمضان اس نیت سے کیا ہو کہ وہ لگاتار روزے رکھے گا تو اس کے ذمہ لگاتار مہینہ بھر کے روزے واجب قرار دیئے جائیں گے۔ اور اگر رمضان

اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر دخولِ مسجد کے وقت نیت کرے کہ جتنی دیر بھی مسجد میں رہے گا وہ بحالتِ اعتکاف رہے گا تو یہ درست ہے (تبیین)۔

کوئی شخص یہ نذر کرے کہ وہ ایک شب اعتکاف کرے گا یا یہ نذر کرے کہ وہ ایک روز کا اعتکاف کرے گا درآنحالیکہ وہ دن میں کچھ کھا پی بھی چکا ہو تو اس کی یہ نذر درست نہ ہوگی۔ کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ مہینہ بھر کا اعتکاف بغیر روزوں کے واجب ہے۔ تو اس کے ذمہ روزوں سمیت اعتکاف کا وجوب ہوگا (ظہیریہ)

نذر کے واسطے کسی بھی قسم کا روزہ شرط قرار دیا گیا ہے۔ خاص نیتِ اعتکاف کے ساتھ روزہ رکھنے کو شرط قرار نہیں دیا گیا مثلاً کوئی شخص اعتکافِ رمضان کی نذر کرے تو اس نذر کو درست کہیں گے (ذخیرہ)۔ اگر وہ بلا اعتکاف کیے ماہِ رمضان کے روزے رکھ لے تو اس صورت میں اس پر قضاءً مہینہ بھر کے اعتکاف کا وجوب ہوگا اور اس کے اندر روزے رکھنے بھی لازم قرار دیے جائیں گے (محیط)۔

اگر کسی ماہ کے اندر اس اعتکاف کی قضا نہ کی ہو اور اگلا رمضان آجائے تو اس کے اس رمضان کے اندر اعتکاف کرنے سے ادائیگیٔ نذر نہ ہوگی۔ سبب یہ ہے کہ روزے جن کی ادائیگی بروقت نہیں ہوئی اس پر لازم و مقصود بالذات قرار دیئے جائیں گے۔ اور مقصود بالذات چیز کی ادائیگی دوسری چیز کے ذریعہ نہیں ہوا کرتی۔ مثلاً یہ نذر کی ہو کہ وہ کسی اور مہینہ میں اعتکاف کرے گا لیکن کسی اور مہینہ کی بجائے ماہِ رمضان میں اعتکاف کر لے تو ادائیگیٔ نذر نہ ہوگی۔ اگر بحالتِ اعتکاف روزہ توڑ دے۔ پھر مہینہ بھر کے روزے قضا کرے اور ساتھ ہی اعتکاف کرے تو یہ صورت قضا کے موافق ادا ہونے کی بناء پر درست ہوگی (محیط سرخسی، خلاصہ)۔

بوقتِ صبح نفل روزہ ہو اس کے کچھ دیر بعد وہ یہ کہے کہ اللہ کے لیۓ مجھ پر آج کے روزہ کے اعتکاف کا وجوب ہے تو قولِ امام ابوحنیفہ کے تحت قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اعتکاف کو درست قرار نہ دیا جائے اس لیۓ کہ واجب شدہ اعتکاف کو روزہ کے وجوب سے قبل درست قرار نہ دیں گے۔ اور بوقتِ صبح کیونکہ وہ نفلی روزہ رکھے ہوئے تھا اس واسطے اب ادائیگی واجب درست نہیں۔

چوتھی شرطِ اعتکاف مسلمان ہونا اور ہوش و حواس کا درست ہونا ہے۔ نیز جنابت وحیض و نفاس سے پاکی بھی ضروری ہے غیر مسلم میں اہلیتِ عبادت نہیں ہوتی۔ دیوانہ شخص میں اہلیتِ نیت نہیں ہوتی۔ بحالتِ جنابت وحیض و نفاس مسجد کے اندر داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ درست اعتکاف کے لیۓ بالغ ہونا شرط قرار نہیں دیا گیا اسی بناء پر سمجھدار لڑکے کا اعتکاف کرنا صحیح ہے۔ مرد و آزادی بھی شرطِ اعتکاف نہیں۔ زوجہ کا باجازتِ خاوند اور غلام کا باجازتِ آقا اعتکاف کرنا درست ہوگا (بدائع)۔ زوجہ کو اگر خاوند نے اجازتِ اعتکاف دے دی تو بعد میں اسے منع کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ آقا غلام کو اجازتِ اعتکاف دینے کے بعد پھر اعتکاف کرنے سے منع کر دے تو غلام کو اعتکاف نہ کرنا چاہیۓ اگرچہ مالک روک دینے کے باعث گناہ گار ہوگا۔ مکاتب بلا اجازتِ مالک اعتکاف کرسکتا ہے۔ مالک کو روک دینے کا اختیار نہیں (فتاویٰ قاضی خاں)۔

زوجہ نے نذرِ اعتکاف کی ہو تو خاوند اس کو روک سکتا ہے۔ اسی طرح غلام و باندی نے نذرِ اعتکاف کی ہو تو آقا روک سکتا ہے (محیط)۔ البتہ اگر عورت مرد کے نکاح سے نکل گئی ہو اور غلام آزاد ہو گیا ہو تب ان کو اس اعتکاف کی نذر کی قضا کرنی چاہیۓ (فتح القدیر)۔ منتقی میں تصریح ہے کہ اگر کسی عورت نے یہ ارادہ کیا کہ وہ لگاتار ایک مہینہ کا اعتکاف کرے گی اور خاوند کی جانب سے اس کی اجازت بھی مل گئی تو مرد کو اختیار ہے کہ تھوڑے تھوڑے اعتکاف

نہ ہوگا۔ البتہ اگر ایک روزے کے واسطے بھی وہ تندرست ہو جائے گا تو اس پر ضروری ہے کہ مہینہ بھر کے روزوں کا فدیہ دیئے جانے کی وصیت کرے۔ امام محمدؒ کے نزدیک جتنے روز وہ صحت مند رہا ہو اس پر ضروری ہے کہ اتنے روز کا فدیہ دیئے جانے کی وصیت کرے (خلاصہ)۔ کوئی شخص یہ کہے کہ میرے ذمہ مہینہ کی ابتداء اور اخیر میں لگاتار دو دو روز کے روزوں کا رکھنا واجب ہے۔ تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ پندرہ اور سولہ تاریخ کا روزہ رکھے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی آدمی یہ کہے کہ اللہ کے لیے میرے ذمہ ضروری ہے کہ رجب کے مہینہ کے روزے رکھوں۔ پھر اس نے کفارۂ ظہار کی ادائیگی کی خاطر لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے ہوں اور اس کے اندر رجب کا مہینہ بھی شامل ہو تو درست ہے۔ اب نذر کی بنا پر اس کے لیے لازم ہے کہ رجب کے مہینہ کے روزوں کی قضا کرے۔ اسی قول کو زیادہ درست قرار دیا گیا ہے (ظہیریہ)۔

ساتواں باب

اعتکاف کا ذکر

اعتکاف کے بارے میں اس بات سے واقفیت لازم ہے کہ اعتکاف کس چیز کا نام ہے۔ یہ کتنی قسموں پر مشتمل ہے۔ ارکان و شرائط و آداب کون سے ہیں کس بنیاد پر اعتکاف فاسد، اور کس فعل کی بنا پر مکروہ قرار دیا جاتا ہے۔ نیتِ اعتکاف کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے (نہایہ)۔ یہ تین قسموں پر مشتمل ہے۔ اول اعتکافِ واجب۔ یہ وہ اعتکاف ہے جس کی نذر کی گئی ہو خواہ اس نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا گیا ہو یا معلق نہ کیا گیا ہو۔ اعتکاف کی دوسری قسم سنتِ مؤکدہ ہے وہ ماہِ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف ہوتا ہے۔ ان کے سوا اعتکاف کی تیسری قسم مستحب ہے (فتح القدیر) اس کی بہت سی شرطیں ہیں۔

شرائطِ اعتکاف اول شرطِ اعتکاف یہ ہے کہ وہ مسجدِ جماعت ہو (یعنی جس مسجد میں اذان واقامت (پابندی سے) ہوا کرتی ہو وہاں اعتکاف درست ہوگا۔ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (خلاصہ)۔ اعتکاف کے لیے افضل ترین مقام مسجدِ حرام، پھر مسجدِ نبوی۔ اس کے بعد مسجدِ اقصیٰ۔ اس کے بعد جامع مسجد اور اس کے بعد جہاں جماعت کے اندر زیادہ لوگ ہوتے ہوں (تبیین)۔

عورت کے واسطے مقامِ اعتکاف وہ ہے جس جگہ وہ اپنے مکان میں روزمرہ نماز پڑھا کرتی ہو اس کے واسطے اس مقام میں اعتکاف کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا مسجدِ جماعت کے اندر مرد کا اعتکاف کرنا۔ فقط ضروریات کے واسطے وہاں سے نکلا جائے اور کسی وقت بھی وہاں سے باہر نہ نکلا جائے (شرح مبسوط سرخسی)۔ عورت مسجد کے اندر اعتکاف کرے تو بکراہت درست ہوگا (محیط سرخسی)۔ اس کے واسطے پہلی ہی شکل زیادہ بہتر ہے۔ اس کے واسطے بڑی مسجد کے مقابلہ میں مسجدِ محلہ افضل قرار دی گئی ہے عورت کو اپنے مکان میں نماز کے مخصوص مقام کے علاوہ دوسرے مقام پر بھی اعتکاف کرنا درست ہے (تبیین)۔ مکان میں نماز کے واسطے کوئی جگہ مخصوص ومتعین نہ کر رکھی ہو تو کوئی سا کونہ نماز کے واسطے مخصوص کر کے وہیں اعتکاف کر لینا چاہیئے (زاہدی)۔

تیسری شرطِ اعتکاف روزہ کو قرار دیا گیا ہے لیکن یہ شرط اگر واجب اعتکاف ہو تو تمام فقہاء ایک روایت کے موافق لازم قرار دیتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے ایک ظاہر روایت مروی ہے کہ اعتکاف اگر نفلی ہو تو اس میں روزہ شرط اعتکاف نہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ کم سے کم مدتِ اعتکاف کیا ہے۔ ظاہر روایت کے اندر

کسی حاجت کی بناء پر اعتکاف کرنے والا باہر نکلا ہو تو اس کا آہستہ آہستہ چلنا بھی درست ہے (نہایہ، غنایہ)۔ مقامِ اعتکاف ہی میں کھانا پینا اور سونا چاہیئے۔ اس لیئے کہ یہ امور مسجد کے اندر درست ہیں، ان کے واسطے مسجد سے باہر آنے کی حاجت نہیں (ہدایہ)۔

نمازِ جمعہ کے واسطے سورج ڈھل جانے اور وقتِ زوال ہو جانے کے بعد نکلنا چاہیئے۔ درآنحالیکہ اس کی مسجد جامع مسجد سے اس قدر فاصلہ پر ہو کہ زوال کے وقت بھی چلے تو وہ خطبہ وجمعہ دونوں کو پالے۔ اور جمعہ نہ ملنے کا خطرہ ہو تو انتظارِ زوال کرنا چاہیئے لیکن ایسے وقت چلے کہ جامع مسجد پہونچنے کے بعد اذانِ خطبہ سے قبل چار رکعات سنت پڑھی جا سکیں بعد جمعہ چار یا چھ رکعات نماز کی مقدار وہاں رُک سکتا ہے (کافی)۔ اگر وہاں ایک دن و ایک رات رُکا رہے، یا باقیماندہ اعتکاف کی وہیں تکمیل کرے تو اعتکاف ٹوٹنے کا حکم تو نہ ہوگا لیکن یہ فعل باعثِ کراہت ہوگا (سراج الوہاج)

کسی عذر کی بناء پر مسجد سے باہر آ جائے مثلاً مسجد منہدم ہو جائے یا کوئی جبراً باہر نکال دے اور وہ بلا توقف دوسری مسجد میں چلا جائے تو از روئے استحسان اعتکاف ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (بدائع)۔ کوئی شخص اپنی جان و مال کے اندیشہ سے باہر نکلا ہو تو اس کے لیئے یہی مذکورہ حکم ہوگا (تبیین)۔

کوئی شخص پاخانہ، پیشاب کی حاجت کی بناء پر باہر نکلے اور سا ہوکار سرِ راہ ایک گھڑی کے واسطے روک لے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کا مسلک مسلمانوں کے لیئے زیادہ آسانی پر مبنی ہے۔ (خلاصہ)۔ معتکف کے لیئے درست نہیں کہ وہ بیمار کی عیادت کے لیئے نکلے (بحر الرائق)

معتکف جنازہ کی خاطر باہر نکلا تو اعتکاف کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ نمازِ جنازہ کے واسطے مسجد سے باہر نکلا تو اعتکاف کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا، خواہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نماز پڑھانے والا بھی موجود نہ ہو۔ کوئی شخص ڈوب رہا ہو یا جل رہا ہو اور معتکف اس کو بچانے کی خاطر مسجد سے باہر نکل آئے تو اعتکاف کے باقی نہ رہنے کا حکم ہوگا۔ معتکف شہادت دینے یا جہاد کے واسطے نکلے تو اعتکاف کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ درآنحالیکہ جہاد کے واسطے عام اعلان اور طلب و مانگ ہو (تبیین)۔

مرض کی بناء پر ایک گھڑی کے لیئے باہر نکل آئے تو اعتکاف باقی نہ رہنے کا حکم ہوگا (ظہیریہ)۔ البتہ اگر نذرِ اعتکاف کے وقت بیمار کی عیادت، نمازِ جنازہ اور علمی مجلس میں جانے کی شرط کی ہو تو اس شکل میں اعتکاف کے باقی رہنے کا حکم ہوگا۔ (تاتارخانیہ میں حجۃ سے منقول ہے)۔ وہ مینارہ جس پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہو معتکف کے اس پر چڑھ جانے سے بالاتفاق اعتکاف نہ ٹوٹنے کا حکم ہوگا خواہ مینارہ کا دروازہ خارجِ مسجد ہی کیوں نہ ہو (بدائع)۔ مؤذن یا غیر مؤذن دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ یہی قول درست قرار دیا گیا ہے (خلاصہ، فتاویٰ قاضی خاں)۔

اعتکاف کرنے والا اگر اپنے سر کو خارجِ مسجد کر دے تاکہ اس کے گھر والوں میں سے کوئی اس کے سر کو دھو دے تو اس کے اندر کوئی مضائقہ نہ ہوگا (تاتارخانیہ)۔ یہ تمام احکام اور مسائل کا تعلق واجب اعتکاف سے ہے۔ اگر اعتکاف نفلی ہو تو کسی عذر کی بناء پر نکلے یا بغیر کسی عذر کے، کوئی مضائقہ نہیں (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابوالمکارم)۔

زوجہ سے ہمبستری اور اس کے تمام لوازم بحالتِ اعتکاف حرام وممنوع قرار دیئے گئے ہیں، لوازم مثلاً بوسہ لینا، چمٹنا لپٹنا، مس کرنا، معانقہ اور جماع جو اوپر اوپر کیا جائے اس سلسلہ میں شب و روز کا حکم یکساں ہے، ہمبستری چاہے ارادہ سے کی گئی ہو چاہے بھول کر دن میں کی گئی ہو یا رات کے وقت، ہر حال میں اس کی بناء پر اعتکاف ختم ہو جائے گا خواہ انزال ہوا ہو یا انزال نہ ہوا ہو۔ البتہ جو اشیاء مقدماتِ جماع قرار دی گئی ہیں ان کی بناء پر انزال ہو گیا ہو تو اعتکاف کے ٹوٹنے کا

کے واسطے کہے۔ اگر وہ اجازتِ اعتکاف مقررہ مہینہ کی دے دے گا اور زوجہ لگاتار مہینہ بھر کے اعتکاف کا قصد کرلے گی تو اب خاوند کو روک دینے کا اختیار حاصل نہ رہے گا (محیط سرخسی)۔

آدابِ اعتکاف کیا ہیں؟

بحالتِ اعتکاف ایسی باتیں کی جائیں جو خیر و بھلائی کی ہوں۔ اخیر عشرۂ رمضان کے اندر اہتمام اعتکاف کرے۔ افضل مسجد کے اندر اعتکاف کرنا چاہیئے۔ مثلاً مسجد حرام و جامع مسجد (سراج الوہاج) بحالتِ اعتکاف تلاوتِ قرآن، ذکرِ حدیث، دینی علوم، سیرتِ انبیاءؑ و صلحاء کا ذکر، دینی گفتگو اور دینی باتیں لکھنے پڑھنے کو اپنا مشغلہ بنائے (فتح القدیر)۔ ایسی باتیں جو معصیت سے خالی ہوں ان کا کرنا بھی مباح ہے (شرح طحاوی)۔

فضائلِ اعتکاف

معتکف آدمی تقربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیئے بندگیٔ خدا میں مشغول رہتا ہے اور خدا سے بعید کردینے والے دنیوی مشغلوں سے خود کو یکسو کیئے رہتا ہے۔ معتکف کا تمام وقت بحالتِ نماز ہی گذرتا ہے اس لیئے کہ یا تو وہ حقیقت میں بحالتِ نماز ہوگا یا نماز کا منتظر ہوگا۔ سبب یہ ہے کہ شرعاً اعتکاف کے مقرر کیئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کا وقت باجماعت نماز کے انتظار کے اندر گذرے۔ معتکف کا حال ان لوگوں کے حال سے ملتا جلتا ہوتا ہے جن کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ ”جس چیز کا اللہ ان کو حکم فرماتا ہے اس میں وہ اللہ کی عدم اطاعت نہیں کرتے اور جس بات کا ان کو امر کیا جاتا ہے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں“۔

اور معتکف ایسے لوگوں کی طرح ہوجاتا ہے جن کے متعلق ارشاد ہے:۔

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ هُمْ لَا يَسْاَمُوْنَ۔ ”وہ شب و روز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں“۔

اعتکاف کی خوبیوں میں ایک خوبی شرطِ روزہ ہے اور روزہ رکھنے والا اللہ کا مہمان قرار دیا گیا ہے (عنایہ)۔

اعتکاف کو توڑنے والی چیزیں

بلا عذر دن یا رات کے کسی حصہ میں مسجد سے باہر نکلنا اعتکاف کو فاسد کردیتا ہے۔ البتہ کسی عذر کی وجہ سے مسجد سے باہر آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ گھڑی بھر کے واسطے بھی معتکف بغیر عذر کے مسجد سے باہر نکلے گا تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اعتکاف باقی نہ رہے گا (محیط) خواہ قصداً مسجد سے باہر آیا ہو یا بھول کر (فتاویٰ قاضی خاں)۔

عورت کو چاہیئے کہ اپنے مکان کے مقرر کردہ مکان سے بلا عذر اٹھ کر دوسری جگہ نہ جائے (محیط سرخسی)۔ کوئی عورت مسجد میں معتکف ہو اور اسی حال میں خاوند طلاق دے دے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے مکان پر آجائے اور بقیہ مسجد والے اعتکاف پر بنا کر کے اپنے مکان میں پورا کرے۔

عذر کیا ہیں؟

پاخانہ، پیشاب اور نمازِ جمعہ کے واسطے جانا یہ شرعی عذر ہیں۔ قضائے حاجت کے واسطے اپنے مکان چلا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ وضو کرلینے کے ساتھ مسجد کے اندر آجانا چاہیئے۔ اگر بلا ضرورت ایک گھڑی کے واسطے بھی مکان میں رک گیا تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا (محیط)۔

مسجد کے قریب کسی دوست کا گھر ہو تو اعتکاف کرنے والے کے لیئے ضروری نہیں کہ اپنے مکان کو چھوڑ کر وہاں جائے۔

اگر معتکف دو مکان رکھتا ہو، ایک مکان مسجد کے قریب ہو اور دوسرا فاصلہ پر ہو تو بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ فاصلہ والے گھر میں قضائے حاجت کے لیئے جائے گا تو اعتکاف کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا (سراج الوہاج)۔

بیان فرماتے ہیں (نہایہ، خلاصہ)

اس جگہ دو ضابطۂ کلیہ ہیں۔ اول یہ کہ لفظِ ایام جب بصورتِ تثنیہ یا جمع مذکور ہو تو اس صورت میں تو اس کے اندر راتیں بھی داخل ہوں گی۔ اسی طرح جب لفظ لیالی بشکل تثنیہ و جمع آئے تو دن بھی شامل سمجھے جائیں گے۔ مگر یہ حکم کسی طرح کی نیت نہ ہونے کی صورت ہے۔ خاص دنوں یا خاص راتوں کی نیت کرنے کی شکل میں نیت درست قرار دی جائے گی اور ایام کی نیت کرنے پر دنوں ہی کے اعتکاف کا وجوب ہوگا، راتوں کا نہیں (بدائع)۔ البتہ اگر کوئی شخص یہ نذر کرے کہ وہ ایک دن کا اعتکاف کرے گا تو اس کے اندر رات بھی شامل سمجھی جائے گی (فتح القدیر)۔

دوسرا ضابطۂ کلیہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ چونکہ اس طریقہ سے وجوبِ اعتکاف میں اعتکافِ شب کا اس پر وجوب نہیں ہوتا تو اس کے واسطے اعتکاف کے کئی حصے کرنا درست ہوگا اور اگر اعتکاف میں شب و روز داخل ہوں تو لگاتار اعتکاف کا وجوب ہوگا (بدائع)۔

کوئی شخص کسی خاص مہینہ یا غیر متعین مہینہ کی نذر کرے یا یہ نذر کرے کہ وہ تیس روز اعتکاف کرے گا تو لگاتار اعتکاف کا وجوب ہوگا۔ کوئی شخص مہینہ متعین کیئے بغیر نذرِ اعتکاف کرے تو جس مہینہ میں چاہے اعتکاف کر سکتا ہے (ظہیریہ)۔ شب و روز کے اعتکاف میں اعتکاف کا آغاز رات سے ہوگا، اس لیئے کہ اصولاً ہر شب آنے والے دن کی تابع ہوا کرتی ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ کے لیئے مجھ پر دو دن کے اعتکاف کا وجوب ہے تو اسے چاہیئے کہ آفتاب چھپنے سے قبل مسجد میں داخل ہو جائے۔ اُس شب اُس کے بعد والے دن اور دوسری شب اور اس کے بعد آنے والے دن کے ختم تک مسجد میں قیام کرے، اور غروبِ آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ اسی طرح اگر یہ نذر کی ہو کہ بہت دنوں اعتکاف کرے گا تب بھی آفتاب غروب ہونے سے قبل مسجد میں چلا جانا چاہیئے (فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی شخص یہ نذر کرے کہ وہ عید کے دن اعتکاف کرے گا تو کسی اور وقت اس اعتکاف کی قضا کرنی چاہیئے۔ کوئی شخص قسم کی نیت کرے تو قسم کے کفارہ کا وجوب ہو جائے گا۔ اگر اسی روز (عید کے دن) اعتکاف کر لے گا تو ادائیگیِ اعتکاف ہو جائے گی مگر گناہگار بھی ہوگا (خلاصہ)۔

کوئی شخص اپنے اوپر اعتکاف کو واجب کیئے بغیر اعتکاف کرے اور پھر بغیر عذر مسجد سے باہر نکل آئے تو اس پر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا (ظہیریہ)۔ کوئی شخص یہ نذر کرے کہ وہ کسی متعین مہینہ یا متعین دن کا اعتکاف کرے گا اور پھر اس متعینہ وقت سے قبل اعتکاف کر لے یا یہ نذر کی ہو کہ وہ مسجد حرام میں اعتکاف کرے گا اور پھر کسی دوسری مسجد میں اعتکاف کر لے تو درست ہے (بحر الرائق)۔ گذشتہ مہینہ کی نذرِ اعتکاف نادرست و غیر صحیح ہوگی (بحر الرائق باب النذر بالصوم)

کوئی آدمی مہینہ بھر کی نذرِ اعتکاف کرے پھر خدانخواستہ مرتد ہو جائے، پھر اس کو ہدایت نصیب ہو اور از سرِ نو مسلمان ہو جائے تو اب اس پر کسی چیز کی ادائیگی کا وجوب نہ ہوگا (محیط سرخسی)۔ کسی شخص نے ایک مہینہ کے اعتکاف کی نذر کی، پھر مر گیا تو ہر دن کے بدلہ چھوہاروں یا جَو کا ایک صاع یا آدھے صاع گیہوں دیدیئے جائیں بشرطیکہ مرنے والا اس کی وصیت کر گیا ہو (سراجیہ)۔ مرنے والے کے لیئے اس کی وصیت ضروری ہے (بدائع)۔

اگر مرنے والا وصیت کر کے نہیں گیا لیکن اس کے ورثاء آمادہ ہیں تو روزوں کے عوض فدیہ ادا کر دینا درست ہوگا۔ کوئی بحالتِ مرض ایک مہینہ کے اعتکاف کی نذر کرلے اور اس مرض سے وہ صحت یاب نہ ہو بلکہ اسی میں انتقال ہو جائے تو اس پر کسی چیز کا وجوب نہ ہوگا۔ البتہ ایک روز کے لیئے اچھا ہو گیا اور پھر انتقال ہوا تو اس صورت میں پورے مہینہ کے روزوں کے

حکم ہوگا ورنہ ٹوٹنے کا حکم نہ ہوگا (بدائع) اگر فقط کسی خیال و تصور یا کوئی صورت دیکھنے کی بنا پر انزال ہوگیا تو اس صورت میں اعتکاف ختم ہونے کا حکم نہ ہوگا (تبیین)۔ یہی حکم احتلام کا ہوگا (فتح القدیر)۔

مسجد کے اندر غسل کرنے کی وجہ سے اگر مسجد کے خراب و گندہ ہوجانے کا خطرہ نہ ہو تو وہاں غسل کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا ورنہ اس کو خارجِ مسجد غسل کرنا چاہیئے اور نہا کر مسجد میں آجانا چاہیئے۔ یہی حکم اندرونِ مسجد کسی برتن میں وضو کرنے کا ہوگا۔ (بدائع، فتاویٰ قاضی خاں)۔

معتکف، مجنون اور بے ہوش ہوجائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فقط بے ہوشی یا فقط جنون کی بنا پر اعتکاف ختم نہیں ہوتا تا وقتیکہ تسلسلِ اعتکاف باقی نہ رہے۔ کئی دن تک جنون اور بے ہوشی طاری رہے تو اعتکاف کے ٹوٹنے کا حکم ہوگا۔ تندرست ہوجانے کے بعد دوبارہ اعتکاف کرنا اس کے لیئے ضروری ہے۔ کئی برس تک جنونی کیفیت طاری رہے اس کے بعد تندرست ہوجائے تو اس صورت میں اس پر اعتکاف کی قضا کا وجوب ہوگا (بدائع)

اگر مخبوط الحواس ہوجائے اور کئی برس کے بعد افاقہ ہو تو اس اعتکاف کی قضا کا اس پر وجوب ہوگا (فتاویٰ قاضیخاں)۔

اعتکاف کی حالت میں چند باتوں کی ممانعت ہے، ان باتوں میں سے ایک وہ سکوت بھی ہے جسے عبادت سمجھتے ہوئے اختیار کیا جائے، یہ باعثِ کراہت ہے (تبیین)۔ اگر عبادت نہ سمجھتا ہو تو باعثِ کراہت نہیں (البحر الرائق)۔ زبان سے صادر ہونے والے گناہوں سے بچنے کی خاطر سکوت کا شمار بڑی عبادت میں ہے (جوہرہ نیرہ)۔ گالی دینے اور لڑنے کی بنا پر اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ بحالتِ اعتکاف بھول کر کچھ کھا پی لینے کے اندر کوئی مضائقہ نہیں، اس لیئے کہ کھانے پینے کی ممانعت روزہ کی بنا پر ہے، اعتکاف کے سبب سے نہیں (نہایہ)۔

ضابطہ اس کے اندر یہ ہے کہ جن اشیاء کی روزہ کی بنا پر ممانعت نہ ہو بلکہ اعتکاف کی بنا پر ممنوع قرار دی گئی ہوں ان کا حکم بہر صورت یکساں رہے گا چاہے رات ہو یا دن، ان کو قصداً کیا گیا ہو یا بھول کر مثلاً ہمبستری اور مسجد سے خروج۔ اور جو چیزیں روزہ کی بنا پر ممنوع قرار دی گئی ہوں تو ان کے اندر قصداً و سہواً اور روز و شب کا حکم مختلف ہوگا، مثلاً کھانا پینا (بدائع)

بحالتِ اعتکاف معتکف کو کھانے اور ضرورت کی اشیاء کی خرید و فروخت درست ہے۔ البتہ بنیتِ تجارت مول تول باعثِ کراہت ہے (فتاویٰ قاضی خاں، ذخیرہ)۔ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے (تبیین)۔ بحالتِ اعتکاف عقد کرنے اور طلاق سے رجوع کو درست قرار دیا گیا ہے (جوہرہ نیرہ)۔ معتکف کو (نئے) کپڑے پہننا، خوشبو، و سر میں تیل لگانا درست ہے (خلاصہ)۔ بوقتِ شب معتکف کے نشہ آور چیز کھا لینے سے اعتکاف ختم نہ ہوگا اس لیئے کہ شرعاً تو نشہ آور چیز کا استعمال حرام قرار دیا گیا ہے لیکن ممنوعاتِ اعتکاف میں اس کا شمار نہیں۔ معتکف کسی غیر شخص کے مال کو ناجائز طور سے کھالے تو اعتکاف ختم نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

واجب اعتکاف کے ٹوٹ جانے پر اس کی قضا کا وجوب ہوگا۔ اگر اعتکاف کے واسطے کسی مہینہ کی تخصیص کرے اور اس میں وہ ایک روزہ توڑ دے تو اس کو اس دن کی قضا کرنی چاہیئے کسی مہینہ کی تخصیص نہ کی ہو تو اسے چاہیئے کہ دوبارہ اعتکاف کرے۔ وہ اپنے اعتکاف کو بغیر عذر اپنے کسی فعل کی بنا پر توڑ دے، مثلاً ہمبستری کرلے یا مسجد سے باہر نکل آئے یا دن کے وقت کچھ کھا پی لے یا کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف توڑ دے یا عذر کی بنا پر فاسد کر دیا ہو، مثلاً مرض کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلنا پڑ جائے۔ یا اس کے کسی فعل کے بغیر اعتکاف ختم ہوگیا۔ مثلاً حیض و جنون اور کئی روز بیہوشی کا طاری رہنا۔

کچھ ضمنی مسائل

جس شخص کا اپنے اوپر اعتکاف کے وجوب کا قصد ہو اس کو چاہیئے کہ زبان سے بھی نیتِ اعتکاف کرے فقط دلی نیت اعتکاف کے واجب ہونے کے لیئے کافی نہ ہوگی۔ یہ شمس الائمہ حلوائیؒ

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اس قسم کے لوگوں پر ان چیزوں سے جن کی ممانعت کی گئی ہے اجتناب واجب قرار نہیں دیا گیا بلکہ باعثِ استحباب ہے۔ درست قول یہ ہے کہ اجتناب واجب ہے (فتح القدیر)۔

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حائضہ یا نفاس والی عورت مریض اور مسافر پر روزہ رکھنے والوں سے مشابہت (شرعاً) واجب نہیں ہے (خلاصہ)۔ حائضہ عورت کے بارے میں اس کے اندر اختلاف ہے کہ وہ کھلم کھلا کھائے پیئے یا پوشیدہ طور پر بعض پوشیدہ طور پر کھانے کے متعلق کہتے ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ کھلم کھلا کھائے۔ مسافر اور مریض شخص کو سب کے نزدیک کھلم کھلا کھانا درست ہے (سراج الوہاج)۔

کوئی شخص نفل روزہ شروع کرنے کے بعد توڑ دے تو قضا کا وجوب ہوگا (ہدایہ) چاہے اس کے کسی ذاتی فعل کی بنا پر روزہ ٹوٹے یا ذاتی فعل کی وجہ سے نہ ٹوٹے۔ عورت نفل روزہ شروع کرنے کے بعد حائضہ ہوگئی تو اس بارے میں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں زیادہ درست روایت کے مطابق اس روزہ کی قضا کا وجوب ہوگا (نہایہ)۔

کوئی مظنون شخص روزہ توڑ دے تو اس کی قضا واجب ہوگی یا نہیں، اس بارے میں فقہاء احنافؒ کی رائیں مختلف ہیں۔ مظنون شخص سے ایسا آدمی مراد ہے جس نے کسی روزہ یا نماز کی یہ سوچ کر ابتدا کی کہ میرے اوپر واجب ہے بعد میں واجب نہ ہونے کا علم ہوا تو اس نماز یا روزہ کو عمداً توڑ ڈالا۔ اس صورت میں ہمارے تینوں اصحابؒ (امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ) فرماتے ہیں کہ اس پر قضا کا وجوب نہ ہوگا۔ مگر افضل یہی ہے کہ روزہ پورا کیا جائے۔

کوئی شخص روزۂ رمضان کے کفارہ کی ادائیگی کے واسطے روزہ رکھے اور اتفاقاً اس کی مالی حالت (کافی) بہتر ہو جائے اور وہ روزہ توڑ دے، اس شکل میں بھی ہمارے اصحابؒ کا مذکورہ اختلاف ہے (بدائع)۔

کوئی شخص اس وقت قضا روزہ کی نیت کرے جبکہ صبح ہو چکی ہو تو یہ نیت روزہ درست نہ ہوگی۔ اس مسئلے کے اندر کلام ہے کہ اس کو نفلی روزہ قرار دیں گے یا نہیں۔ امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ وہ نفلی روزہ قرار دیا جائے گا اور توڑ دینے پر قضاء کا وجوب ہوگا (خلاصہ) جس شخص نے سارے رمضان نہ روزہ دار ہونے کی نیت کی ہو اور نہ بے روزہ دار ہونے کی تو اس پر رمضان کی قضا کا وجوب ہوگا (ہدایہ)۔ رمضان کے سوا دوسرا روزہ توڑ دینے پر کفارہ واجب نہیں ہوتا (کنز)

کفارۂ ظہار اور روزہ توڑ دینے کا کفارہ برابر ہے یعنی ایک غلام خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان آزاد کر دے۔ اگر اتنی استطاعت نہ ہو کہ غلام آزاد کرے تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھ لے۔ اگر روزے نہ رکھے جا سکیں تو پیٹ بھر کر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا چاہیئے۔ ایک صاع جو یا ایک صاع چھوہارے یا آدھے صاع گیہوں ہر مسکین کو دے دے۔ تمام کفاروں میں آدمی کی ادائیگی کفارہ کے وقت کی حالت کا اعتبار ہوگا، وجوبِ کفارہ کے وقت کی حالت کا اعتبار نہ ہوگا۔ پس ادائیگی کفارہ کے وقت جو آدمی مفلس ہو تو اس کے لیئے روزوں کا رکھنا درست ہے خواہ وہ وجوبِ کفارہ کے وقت مالدار ہی کیوں نہ رہا ہو (خلاصہ)۔

کوئی شخص ایک رمضان کے روزوں کے اندر کئی مرتبہ جماع کرے اور ادائیگی کفارہ نہ کی ہو تو اس پر ایک ہی کفارہ کا وجوب ہوگا۔ اگر جماع کے بعد کفارہ کی ادائیگی کر دی اس کے بعد پھر ہمبستری کی تو اس پر بموجب ظاہر روایت دوسرے کفارہ کا وجوب ہوگا (فتح القدیر)۔

کوئی شخص ایک روز کا روزہ توڑنے کے بعد غلام آزاد کر دے یا دوسرے روز کا روزہ توڑنے کے بعد بھی غلام آزاد کر دے۔ اس کے بعد تیسرے روز بھی روزہ توڑنے کے بعد غلام آزاد کر دے۔ پھر اول دن کے آزاد کردہ غلام پر کسی اور کی ملکیت ثابت ہو جائے تو اس صورت میں اب اس پر کسی شئے کا وجوب نہ ہوگا۔ دوسرے غلام پر بھی کسی اور کی

فدیہ کی ادائیگی واجب ہوگی (سراجیہ)۔

کچھ متفرق مسئلے

کوئی شخص مثلاً ۵۹۰ھ کے ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھ سکا اور بنیتِ قضا بعد رمضان مہینہ بھر کے روزے رکھے اور اس کا گمان یہ تھا کہ اس سے ۵۹۱ھ کے روزے ترک ہوئے ہیں تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ شکل درست ہے۔ لیکن مہینہ بھر کے قضا روزے رکھتے وقت ۵۹۱ھ کے روزوں کی قضا کی نیت کرے اور اس کا گمان یہ ہو کہ اسی سال کے روزے ترک ہوئے ہیں تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ صورت درست نہیں (ظہیریہ باب النیۃ، فتاویٰ قاضی خاں)۔

کوئی کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا اور رمضان کے روزوں کی فرضیت سے اس وقت واقف ہوا جبکہ رمضان گذر چکا تھا، تو اس پر قضا کا وجوب نہ ہوگا۔ اگر وہ ماہِ رمضان میں فرضیت سے آگاہ ہوا تو اس شکل میں اس کا حکم دیوانہ شخص کا سا ہوگا (زاہدی)

کوئی شخص دار الاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو اس کے اسلام لانے کے بعد رمضان کا جتنا عرصہ گذرا ہوگا اس پر اس کی قضا کا وجوب ہوگا خواہ وہ روزہ کی فرضیت سے واقف ہو یا ناواقف (فتاویٰ قاضی خاں فصل رویتِ ہلال)۔

کوئی شخص زوال سے پہلے اسلام قبول کرے اور اس وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو اور اس نے نفل روزہ رکھ لیا ہو تو بموافق ظاہر روایت اس کے روزہ کو درست قرار نہ دیں گے اس لیے کہ بوقتِ صبح وہ شخص روزہ رکھنے کا اہل نہ تھا اور حقیقت میں روزہ پورے ہی دن کا ہوا کرتا ہے اس کے جُدا جُدا حصے نہیں ہوا کرتے (محیط سرخسی)۔

زوال سے قبل کوئی لڑکا بالغ ہوگیا اگر اس وقت اس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو اور اس نے نیتِ روزہ کرلی تو درست قول کے موافق اس کے روزہ کے صحیح ہونے کا حکم ہوگا (جوہرہ نیرہ)۔ رازیؒ فرماتے ہیں کہ بچہ میں روزہ رکھنے کی قوت ہو تو اسے روزہ رکھوانا چاہیئے۔ ابو جعفرؒ اس بارے میں مشائخ بلخ رحؒ کے اختلاف کو بیان فرماتے ہیں۔ اور زیادہ درست قول کے مطابق اگر بچہ کو جسمانی نقصان پہونچنے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو روزہ رکھنے کا حکم کرنا چاہیئے۔ نقصان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھوانا چاہیئے۔ اگر اس سے روزہ رکھنے کے لیئے کہا جائے اور وہ نہ رکھے تو اس پر قضا کا وجوب نہ ہوگا۔ ابو حفصؒ سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ دس برس کی عمر والے بچہ کو روزہ نہ رکھنے پر پیٹا جائے یا نہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں فقہاء کی مختلف رائیں ہیں، درست یہ ہے کہ روزہ کا حکم بھی نماز کا سا ہے (زاہدی)۔

جس شخص کو ماہِ رمضان میں بوقتِ صبح ایسا عذر پیش آجائے جس کی بنا پر روزہ کا وجوب نہ ہوا ہو یا روزہ نہ رکھنا اس شکل میں جائز تھا پھر وہ عذر ختم ہوگیا اور اس شخص کی حالت ایسی ہوگئی کہ بوقتِ صبح وہی حالت ہوتی تو اس روزہ کا وجوب ہوجاتا جیسے کوئی لڑکا بوقتِ دوپہر بالغ ہوجائے یا کافر مسلمان ہوگیا یا دیوانہ شخص کی دیوانگی ختم ہوگئی یا حائضہ عورت پاک ہوگئی یا مسافر سفر ختم کرکے اپنے گھر پہونچ گیا۔ اور وہ روزہ رکھنے کے لائق بھی ہو تو اس پر واجب ہے کہ دن کے بقیہ حصہ میں ان کاموں سے اجتناب کرے جن کی بحالتِ روزہ ممانعت ہے۔

اسی طرح کسی شخص پر بوقتِ صبح روزہ کا وجوب ہوا اس لیئے سببِ وجوب اور اہلیتِ روزہ دونوں موجود تھے، لیکن وہ روزہ دار نہ رہا ہو جیسے عمداً روزہ توڑدے یا شک والے روز بوقتِ صبح کچھ کھا پی لے پھر اس کا رمضان کا دن ہونا ظاہر ہو یا سحری کھاتے ہوئے صبح نہ ہونے کا تصور ہو اس کے بعد صبح ہونے کا علم ہو، ان تمام شکلوں میں اس کے واسطے روزہ دار کی طرح رہنا واجب قرار دیا گیا ہے۔ جن باتوں کی بحالتِ روزہ ممانعت ہے ان سے باز رہنا چاہیئے (بدائع)۔ کوئی شخص آفتاب غروب ہونے کے خیال سے کچھ کھالے، بعد میں آفتاب غروب نہ ہونے کا علم ہو تو اب وہ آدمی جو غلطی کی بنا پر یا کسی شخص کے جبر کی وجہ سے روزہ توڑے اس کا بھی یہی حکم ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا (خلاصہ)۔

اول شب میں شبِ قدر ہو چکی ہو اور آئندہ سال شبِ قدر رمضان کی اخیر کی تاریخوں میں ہو۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگلے سال رمضان کی ایک شب گذر جانے کے بعد غلام کو آزاد قرار دیا جائے گا (کافی)۔ ملتقی البحار میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے (معراج الدرایہ)۔ اسی قول پر فتویٰ دیا گیا ہے (محیط سرخسی)۔

عوام کا عموماً نذر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بعض بزرگوں کی قبروں پر جاتے ہیں اور پردہ تھام کر کہتے ہیں کہ اے فلاں سید صاحب اگر میری حاجت روائی کرو گے تو مثلاً اس قدر سونا تمہارے لیئے نذر ہے۔ اس طرح کی نذر بالاتفاق باطل قرار دی جائے گی البتہ اس طریقہ سے درست ہے کہ میں نے یہ نذر اللہ کے لیئے کی ہے۔ اگر میرا بیمار تندرست ہو گیا یا میری فلاں حاجت پوری ہو گئی تو فلاں بزرگ کی درگاہ پر رہنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا فلاں مسجد کے واسطے بوریا خرید کر دیدوں گا۔ یا بغرضِ روشنی تیل خرید کر دے دوں گا یا وہاں کے خدمت کرنے والوں کو روپے پیش کروں گا اور اس قسم کی اشیاء جو فقیروں کے لیئے نفع بخش ہوں اور نذر اللہ کے واسطے ہو اور کسی بزرگ کا ذکر فقط اس بناء پر ہو کہ وہ مستحقین حضرات پر نذر کے صرف کرنے کا محل ہے تو اسے درست قرار دیں گے۔ لیکن بجز فقراء کے کسی دوسرے کو نذر کا مال دینا درست نہ ہوگا۔ عالموں، بزرگوں یا شیخ کے خدمت کرنے والوں کو بھی اس رقم کا لینا درست نہ ہوگا۔ البتہ ان میں سے کوئی شخص ضرورت مند ہو تو اس کو لینا درست ہے۔ پھر اس سے بھی واقفیت ضروری ہے کہ بزرگوں کی رضامندی اور تقرب کی خاطر جو روپیہ پیسہ ان کے مزاروں پر چڑھاتے ہیں وہ تمام کے نزدیک ناجائز و حرام قرار دیا گیا ہے۔ جب تک زندہ فقراء پر صرف کی نیت نہ ہو، تمام کے یہی حکم ہوگا۔ اس بلا میں بہت سے لوگ گرفتار ہیں (نہر الفائق، بحر الرائق)۔

مجاہدؒ اسے باعثِ کراہت قرار دیتے ہیں کہ کوئی آدمی اس طرح کہے کہ رمضان آیا اور رمضان رخصت ہوا۔ وہ فرماتے ہیں کیا خبر کہ اللہ کے ناموں میں سے رمضان بھی کوئی سا نام ہی ہو۔ ہاں اس طرح کہا جائے کہ ماہِ رمضان آیا، کہا جاتا ہے کہ اس طریقہ سے کہنا (کہ رمضان آیا اور رمضان گیا) باعثِ کراہت ہے اس لیئے کہ امام محمدؒ نے قولِ مجاہدؒ کو رد نہیں فرمایا لیکن زیادہ درست قول یہی قرار دیا گیا ہے کہ فقط رمضان کہنا (بھی) باعثِ کراہت نہیں (محیط سرخسی)۔

ختم شد

خاتونِ جنتؓ

یہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک ہے۔ یہ محض کتاب نہیں، خواتینِ عالم کے لیئے ضابطۂ حیات اور دستورِ عمل ہے جس سے زندگی کو تب و تاب جاودانہ ملتی ہے۔ اس میں خاتونِ جنتؓ کے علمی، مذہبی، اخلاقی، دینی کارناموں پر ایسی گفتگو کی گئی ہے کہ ذوقِ سلیم بیدار ہو جاتا ہے موجودہ دور میں جبکہ لا مذہبیت کا نہایت بدنما اثر مسلم خواتین پر پڑ رہا ہے، یہ کتاب ان کے لیئے ایک تنبیہ اور اصلاح کا کام کرتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہماری خواتین کی زندگی اسلامی زندگی بن جائے گی اور ان کے عمل و کردار کا سانچہ بنتِ نبیؐ کے مثالی کردار کے سانچے میں ڈھل جائے گا۔

قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

بیاض الاولیاءؒ

مشائخ اور علماء کرامؒ کے محبوب و مجرب عملیات جن سے آپ اپنی ہر قسم کی مشکلات حل کر سکتے ہیں۔ ہر قسم کی جسمانی و روحانی بیماری کا علاج اس کتاب میں موجود ہے قیمت تین روپے ۵۰ پیسے۔

ملنے کا پتہ: وسیم بک ڈپو دیوبند، یو۔پی

ملکیت ثابت ہونے کی شکل میں یہی حکم ہوگا۔ البتہ تیسرے غلام پر بھی کسی اور کی ملکیت ثابت ہوجائے تو اس شخص پر ضروری ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اس لیئے کہ پہلے دیئے ہوئے کفارہ کو بعد کے روزوں کا عوض قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر تیسرے اور دوسرے دونوں غلاموں پر کسی اور کی ملکیت ثابت ہوگئی ہو تب بھی دونوں روزوں کے عوض ایک غلام آزاد کیا جائے گا۔ اگر تیسرے و دوسرے کے ساتھ اول آزاد کردہ غلام پر بھی کسی کی ملکیت ثابت ہو تو بھی ایک ہی کفارہ کا وجوب ہوگا۔ اگر یہ ثابت ہوگیا ہو کہ پہلے اور دوسرے غلام کا کوئی دوسرا شخص مالک ہے تو اس صورت میں تیسرے دن کے بدلہ ایک غلام آزاد کردینا چاہئیے کوئی شخص دو رمضانوں میں جماع کرچکا ہو اور ابھی پہلے رمضان کے کفارہ کی ادائیگی نہ کی ہو تو بموجب ظاہر روایت، ہر صحبت پر ایک کفارہ واجب ہوگا (بدائع)۔

اگر بادشاہِ وقت پر کفارہ کا وجوب ہو جو اپنے پاس حلال مال رکھتا ہو اور کسی کا قرضدار بھی نہ ہو تو اس کے لیئے یہ فتویٰ دیں گے کہ وہ غلام آزاد کردے (بحرالرائق)۔ اگر رمضان کی ابتدا پنجشنبہ سے ہوئی اور یوم عرفہ بھی جمعرات کا ہوا تو وہ عرفہ ہی کا دن قرار دیا جائے گا، قربانی کا نہیں۔ اس دن قربانی درست نہ ہوگی۔ کوئی شخص یہ سوچتے ہوئے کہ حضرت علی رضؓ کا ارشاد ہے جو تمہارا یوم قربانی ہوگا وہی روزہ کا دن بھی ہوگا۔ اس دن کو یوم قربانی سمجھ لے تو اس کا اس قول پر اعتماد درست نہیں۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ حضرت علی رضؓ کا یہ ارشاد فقط اسی سال کے لیئے ہو، ہمیشہ کے واسطے نہ ہو (فتاویٰ قاضی خاں فصل رویتِ ہلال)۔

جن روزوں کا لزوم فرضیت کی بنا پر ہوتا ہے ان کی تیرہ قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ سات ان میں سے اس طرح کی ہیں کہ ان کو لگاتار رکھنا ضروری ہے یعنی کفارۂ قتل، کفارۂ ظہار، کفارۂ قسم، کفارۂ رمضان، نذرِ معین، قسم کے روزے، بقیہ چھ روزے اس قسم کے ہیں کہ ان کو لگاتار رکھنا ضروری نہیں۔ یعنی قضائے ماہِ رمضان، صیامِ تمتع[۱]، بحالتِ احرام سر منڈوا دیا تو اس کے کفارہ کے روزے، بحالتِ احرام شکار کرلینے کی جزا کے روزے، غیر معین نذر کے روزے اور صیامِ قسم بشرطیکہ اس طریقہ سے قسم کھائی ہو کہ اللہ کی قسم میں ایک مہینہ کے روزے (ضرور) رکھوں گا (بحرالرائق)۔

ضروری نہیں کہ قضا رمضان کے روزے لگاتار رکھے جائیں وہ مختار ہے خواہ لگاتار رکھے خواہ علیحدہ علیحدہ۔ لیکن باعثِ استحباب یہ ہے کہ مسلسل روزے رکھ لے تاکہ وہ جلد از جلد اس واجب سے بری ہوجائے (سراج الوہاج)۔

باعثِ استحباب ہے کہ شبِ قدر کی تلاش کی جائے۔ یہ رات پورے سال کی راتوں سے افضل قرار دی گئی ہے۔ (معراج الدرایہ)۔ امام ابوحنیفہؒ سے شبِ قدر کا ماہِ رمضان میں ہونا مروی ہے۔ البتہ یہ خبر نہیں کہ وہ کونسی شب ہے کیونکہ اس میں تقدیم و تاخیر ہوتی رہتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں لیکن یہ دونوں فرماتے ہیں کہ وہ ایک معین شب ہے جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔ منظومہ اور اس کی شروحات کے اندر اسی طرح منقول ہے (فتح القدیر باب الاعتکاف)۔

یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ شبِ قدر کے اندر تو حلقۂ غلامی سے آزاد ہے۔ اگر آقا یہ بات رمضان سے قبل کہے تو رمضان ختم ہونے کے بعد ماہِ شوال کا چاند دکھائی دینے پر وہ آزاد قرار دیا جائے گا۔ اور اگر رمضان کی ایک شب گذرنے کے بعد وہ یہ بات کہے تو اس صورت میں یہ غلام آئندہ سال کے رمضان کے ختم پر جب شوال کا چاند دکھائی دے گا اس وقت آزاد قرار دیا جائے گا، اس سے قبل آزاد نہ ہوگا۔ اس لیئے کہ ہوسکتا ہے کہ رمضان کی

---

[۱] حج و عمرہ کا جُدا جُدا احرام باندھنے کا نام تمتع ہے ۱۲۔

CHOICE OF EVERY WOMAN !

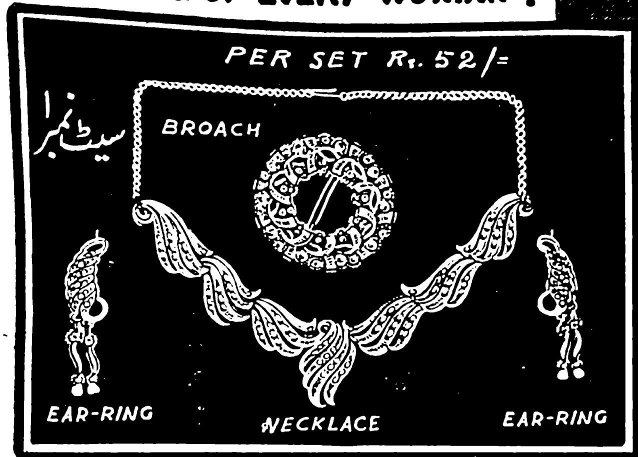

Gold Plated JEWELLERY

ACID & WEATHER PROOF

سونے کا ورق چڑھے ہوئے گولڈ پلیٹڈ

حسین و دلکش زیورات

ان مضبوط، دلآویز، فیشن ایبل اور بالکل موڈرن، پسندیدہ زیورات کے سیٹوں کی جاذبیت آپ کا من موہ لے گی، دن کی روشنی میں یہ زیورات اس طرح چمکتے دمکتے ہیں جیسے سورج کی کرنوں میں سونا، بجلی کی روشنی میں رات کو ایمی ٹیشن پکھراج کا جڑاؤ کام بڑی آن بان اور شان پیدا کرتا ہے۔ یوں دیکھنے میں یہ سیٹ ہزار روپے سے کم کا معلوم نہیں ہوتا، ان کی رونق دیرپا ہے زیورات بیحد مضبوط بنے ہیں، نزاکت اور باریکی بڑی پرکشش اور نظر نواز ہے، مخملی ڈبوں میں بہ احتیاط بھیجے جا سکتے ہیں۔ محصول بہرصورت بذمہ خریدار آرڈر آنے پر ذریعہ وی، پی بھیجدیئے جائیں گے۔

قیمت سیٹ مکمل نمبر ۱/ ۵۲ روپے، مکمل سیٹ نمبر ۲/ ۵۵ روپے، مکمل سیٹ نمبر ۳/ ۵۰ روپے، ان کے علاوہ الاسٹک جڑاؤ کڑا ۱۸ روپے، چوڑیاں فی درجن سولہ روپے علاوہ محصول

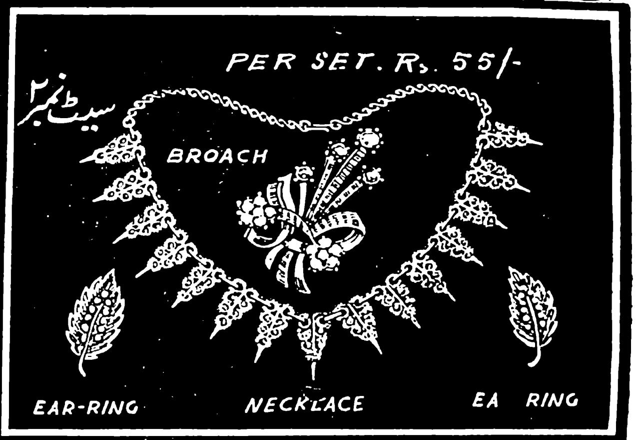

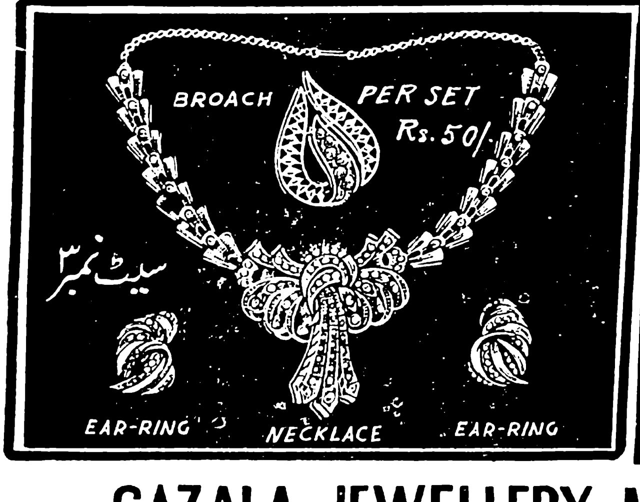

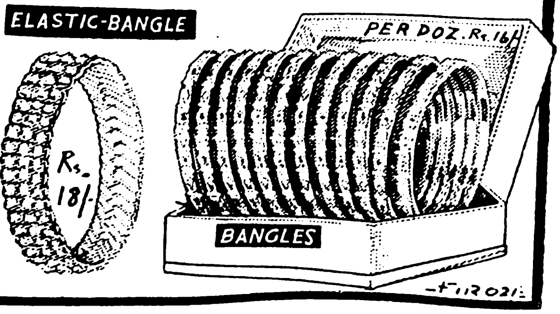

GAZALA JEWELLERY MUSEUM POST BOX No 1404 **DELHI.**

دین و دنیا میں بہت ہے رہ نمائی کے لیے
آپ کی یاد، آپ کا ذکرِ حسین بابا فریدؒ

بابا فرید گنج شکرؒ

شیخ الاسلام، شیخ المشائخ حضرت شیخ بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھی اور اللہ تعالیٰ اپنے جن محبوب بندوں کے صدقہ میں دنیا والوں پر رحمتیں نازل فرماتا ہے ان میں حضرت بابا صاحبؒ کا منصب بہت رفیع الشان اور مہتم بالشان ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اپنی زندگی بھی اسلام کے سانچہ میں ڈھالی اور موحدانہ و عارفانہ زندگی بسر کی۔ اور اپنی روحانیت، حق آگاہی اور معرفت آگاہی سے ان گنت چراغ روشن کیے جو سدا روشن رہیں گے۔ حضرت بابا صاحبؒ سے حضرت سلطان نظام الدین اولیاؒ، اور حضرت سلطان علاء الدین مخدوم صابر کلیریؒ نے فیض حاصل کر کے دنیا کو وہ روحانی و اخلاقی دولت تقسیم کی کہ دنیا مالا مال ہو گئی اور اس سرچشمۂ فیض سے ایسے ایسے دریا نکلے کہ خشک وادیاں لہلہا اُٹھیں۔ یہ بابا فرید گنج شکرؒ ہی تھے جن کے اقوال وارشادات نے سکھ دھرم کے بانی بابا گورو نانک کے دل کو موہ لیا اور وہ وحدت کے گیت گانے لگے۔ حضرت بابا صاحبؒ کے ان روحانی کمالات، حالات و واقعات، ریاضت و مجاہدات، کرامات بابرکات اور عارفانہ زندگی (جس نے غیر مسلموں کے قلوب کو بھی جلا بخشی)۔ اس مایۂ ناز کتاب میں پوری تفصیل سے لکھی گئی ہے اور اس انداز سے لکھی گئی ہے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی یہ جام پییں اور مست و سرشار ہو جائیں۔ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کیے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا اور کتاب کا ہر ہر ورق پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اولیائے کرام سے عقیدت پیدا ہوتی ہے اور بابا صاحبؒ کا عظیم کردار دل و دماغ کے لیے نمونہ بن جاتا ہے۔ اس کتاب کے بے شمار عنوانات میں سے چند عنوانات یہ ہیں:۔

• حضرت بابا صاحبؒ کے والد سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے • حضرت بابا صاحبؒ کی ولادت کی پیشین گوئی • ولادت سے پہلے کی کرامت • ولادت کے بعد بابا صاحبؒ نے روزے رکھے • حضرت بابا صاحبؒ حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حلقۂ ارادت میں • برگزیدہ استاد کی جناب میں مشقتیں اور ریاضتیں • حضرت بابا صاحبؒ پر سرکار غریب نواز کا خصوصی کرم • حضرت بابا صاحبؒ کا حضرت غوث الاعظمؒ کے مزارِ مبارک کی تعمیر میں حصہ • حضرت بابا صاحبؒ کے مقابلہ میں جادوگر اور اس کے سارے چیلے بے بس ہو گئے • شمبھو ناتھ جوگی مسلمان ہو گیا • حضرت بابا صاحبؒ کی اجودھن میں تشریف آوری • نمک شکر بن گیا • اینٹیں سونا بن گئیں • حضرت بابا صاحبؒ کی گدڑی کی کرامت۔

کتابت و طباعت بہترین، مجلد، حسین و رنگین گرد پوش۔ قیمت صرف تین روپے پچاس پیسے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

روحانیت کے چوبیس ۲۴ ستارے

اس کتاب میں مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰؓ، سید الشہداء امام حسین علیہ السلام، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت ابراہیم بن ادہمؒ حضرت بایزید بسطامیؒ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ حضرت خواجہ امیر خسروؒ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ حضرت شیخ علاء الدین بنگالیؒ حضرت شیخ محمد میاں میر بالا پیر قادریؒ حضرت خواجہ سید آدم بنوریؒ اور دوسرے اکابر اولیاءؒ کے حالات و واقعات، ریاضات و مجاہدات اور کرامات کو پڑھیے۔ قیمت ۲ دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ: **وسیم بُک ڈپو دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)**

3482

22-7-70

U
297.14
Au 62.1 F;1

Library IIAS, Shimla
U 297.14 Au 62.I F- Au 62.XIII
00034829

U
297.14
A2162.IV F;
1